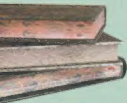


# اسلامی شریعت اور طریقت

حضرت مجددؑ کی نظر میں



(مکتوبات کی روشنی میں)

ترتیب و تشریح

محمد موسیٰ الجھٹو

[toobaa-elibrary.blogspot.com](http://toobaa-elibrary.blogspot.com)

سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ

۳۰۰ بی لطیف آباد نمبر ۳۰ حیدر آباد

اسلامی شریعت اور طریقت

ترتیب و تشریح محمد موسیٰ الجھٹو

30	ایمان کی حقیقت کا، تزکیہ نفس کے بعد حاصل ہوتا
31	نصرت دین میں کوتاہی سے کارخانہ اسلام میں خلل کا واقع ہوتا
33	اسلام کا مظلومیت کے دور میں
34	شریعت کی ترویج کے لئے کام کرنا، سارے کاموں سے افضل ہوتا
35	دنیا کا زہر قاتل اور محتاج پہ سود ہوتا
37	نفس کی طرف سے
38	دعوائے الوہیت کی کاوشوں کا ہوتا
39	اللہ کی طلب اور اسے برقرار
40	رہنمائی کی صورتیں
41	باقص غیغ کی صحبت کا بلاکت کا باعث ہوتا
42	جسمانی اور روحانی رنج و لذتوں کا ایک دوسرے سے مختلف ہوتا
43	نیت میں اعطاس کی کمی کا، دل شکنگی کی حالت
44	سے پڑ ہو جانا
45	پیداؤش کا مقصد
46	ذکر و فکر کے کچھ اہل سے
47	مجددیت کی راہ اختیار کرنا
48	نجات کا صورت، اسلام سے نہیں، بلکہ یقین سے ہوگی
49	تقویٰ کی حقیقت
50	اور اس پر کامزن ہونے کی صورت

فہرست مضامین	
13	تعارف
14	اسلام کے صحیح طبعی نقوش
15	اور بہتر روحانی تربیت کی صورت
16	حضرت مجددؑ کی نظر میں
17	نفس کی خواہشوں کی موجودگی میں
18	اللہ کی محبت کا نہ سنا اور اس کا لفظ
19	علم کا اہل علم کے لئے جہت قائم کرنا
20	(علمائے سود کے حوالے سے بحث)
21	شیطان کا کام، اہل علم کے سپرد ہوتا
22	علماء آخرت کی سیاسی کوششوں کے خون سے وزن کیا جائے گا
23	طریقہ کا مقصد
24	شریعت کے علاوہ اور کچھ نہیں
25	شریعت، طریقت اور حقیقت کی تشریح
26	اجماع رسول ﷺ کی اہمیت
27	پُر آشوب دور میں تھوڑے سے عمل کا بھی
28	زیادہ عمل میں شمار ہوتا
29	انسان کی ساری مخلوق سے افضل اور بدترین
30	ہونے کے بیان میں

60	عارف کا اپنے اعمال کو سیاہ کار سمجھنے کا احساس
61	بتے کا لائینی کاموں میں مشغول ہونا، اللہ سے اس کی دوری کی علامت ہونا
62	جو چیز مقصود ہوتی ہے، وہی مقصود ہوتی ہے
63	ایہ راہ اور مقربین کی عبادت میں فرق
65	دہلی علم کی اہمیت
67	عشق و محبت کا۔
69	مقامِ عہدیت کا ذریعہ ہونا
71	کچھ خدا کے درجات کے بارے میں روح کی ترقی کا نفس کی مخالفت سے وابستہ ہونا
71	دل پر گئے ہوئے زنگ کو دور کرنے کی صورت۔ اجتناب سنت
72	کشف میں القائے شیطانی کا دہل ہونا
74	کشف میں قوتِ مخیلہ کا کردار
75	حلقہء باخلاق اللہ کی تشریح
76	فقیروں کے لباس میں دنیا طلبی کی مذمت

46	بندوں کے حقوق کی عدم ادائیگی اور آخرت کا انکسار
47	صوفیائے کرام کی حالتِ سرگرمی کا پتہ دینا رگِ قادریہ کے جوش کا سبب بننا
48	اہلِ باطل کی ریاضتوں کا، خاکروب کی ریاضتوں کی طرح ہونا
49	اپنے حالات کی تفتیش کا ناگزیر ہونا
50	راہِ سلوک میں درمیانی راہ کو اصل منزل سمجھنا
51	نفرات کے دروازے کی خاکروبی اختیار کرنا، بالداروں کے یہاں کی صورتِ نشینی سے بہتر ہونا
52	اہلِ دنیا کی صحبت کا سم کاٹنا ہونا
54	اہلِ دنیا کی صحبت سے اس طرح بھاگو، جس طرح شیر سے بھاگتے ہو رنج و غم اور اضطراب کا راہِ سلوک کے لوازمات میں شمار ہونا
54	بزرگوں کی روحانیت سے فریب میں چلنا ہونا
55	درد و غم سے بے نیازی کی روش
56	سرکشی کے علاوہ کچھ بھی نہیں
58	جب نفس پر عادتِ کفر غالب ہو تو ایمان کی حقیقت کہاں؟
58	عبادت پر غور کا اہمال، صانع کو نیست و نابود کرنا

91	خدا سے دوری کی صورت میں فحشوں کا آزار کش ہونا
92	کمال حبت کی علامت شریعت کے مخالفوں سے عداوت کا ہونا
95	مرض قلبی کو ذکر کثیر کے ذریعہ دور کرنا
95	اللہ کے حقوق کی تنظیم اور مخلوق خدا پر شفقت بندہ مومن کے لئے وسیلہ حیات
98	کشف کی حیثیت عند اللہ آدمی کے برابر بھی نہیں
100	بزرگوں کو مختلف مقامات پر دیکھنا باطنی امراض کے
101	اثرات کے نتائج عافیت اور خوشحالی کا نیک اعمال
104	اور ذکر سے وابستہ ہونا بلاد ہند میں انبیاء کی دعوت توحید کیوں عام نہ ہو سکی؟
104	کہہ کر حاصل ہونے والے بعض نہیں اسور کے کشف کی حیثیت
105	دراشت انبیاء کی بصیرت افروز تشریح
106	

78	زندگی کا فخر اہ کے ساتھ گزارنے کا عہد کرنا
79	مبتدی دہشی کے دوسوں وفطرات کی نوعیت قیل زندگی کو ابدی زندگی کی
80	راحت کے لئے استعمال کرنا نہیں صورتوں و شکلوں کے مشابہہ
82	کا لہو و لہب میں شامل ہونا اصل مقصود شریعت ہے
83	احوال و کیفیات کوئی حیثیت نہیں رکھتے جتنی وقت کا ضیاع
84	دونوں جہانوں کی حسرت کا موجب ہونا بزرگی کا کمال، کشف
85	و غیرہ سے وابستہ نہیں خواجہ حسن بھری
86	اور صہیبہ جی قدس سرہا کا معاملہ اولیاء کی صورتوں کا سامنے
87	آنا اور اس کی نوعیت غیروں سے آزادی کے بغیر تے کے مقام کا
88	حاصل نہ ہونا جو مقام تے تک نہ پہنچا
90	اس کا مصیبت زدہ ہونا

120	کثرت ذکر کے ذریعہ تہذیب نفس سے پہلے نقلی عبادات کا دہال ہونا
123	فقیہی مسائل میں لوگوں کو سہارت دینا چاہیے
125	مہتری، متوسط اور شبہی کے ذکر میں فرق
127	طبی خواہشوں کا عہدیت کا منافی نہ ہونا
128	مومن کے قلب میں اللہ کی طرف سے واعظ کا مقرر ہونا
129	نفس الامارہ کی طرف سے اطامع شیطان کی چاہت کا ہونا
130	کچھ اہم بداعتیں
132	کفر کے بعد حق تعالیٰ کو سب سے زیادہ رنجیدہ کرنے والی چیز
133	دنیا کے پیچھے بھاگنے والے کی حالت زار پر اکہار رنج
136	جمہور علماء اہل حق سے مطابقت
139	دور ابتلاء میں اپنے بیٹوں کے نام بکتوب گرامی
143	محبوب کا عتاب محبوب کے انعام سے زیادہ لذت بخش ہونا

107	اپنے اختیار کا شیخ کامل کے اختیار میں گم کرنا
108	شرعی احکام کی ادائیگی میں نفسانی غلطات کی وجہ سے دشواری کا ہونا
109	حق کے خلاف حیثیت کا اکہار
110	کچھ نماز کی تاکید کے بیان میں ہزاروں غلطیوں و کدورتوں کا علاج
111	اجتناب سنت اور شیخ سے محبت و اخلاص کا ہونا
112	کچھ ذکر اور ورد کے بارے میں
113	مہتری کے لئے ذکر کی فیصلہ کن اہمیت
114	دعوت کے کام سے بڑھکر کوئی کمال نہیں
115	دوسرے بزرگ سے استفادہ کا سوال
116	دل کے بدلنے ہوئے احوال سے پریشان نہ ہونا چاہیے
117	اسلام کی حقانیت اور باطل کی حق کشی کی کوشش کا ضروری ہونا
118	اصلاح حکومت کی کوشش کا ہونا، نئی آدم کی اصلاح کی کاوش کے برابر ہے

کتوبات، تصوف کی تصانیف کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ راہ سلوک کے لوازمات کیا ہیں۔ ثنائے نفس کی ملائمت، اس کے مراحل اور اس کی حالتیں کیا ہیں، طالب کو نفس کے مکر و فریب کی کن کن صورتوں سے گزرنا چاہتا ہے، اور ان مقامات سے گذرے بغیر صوفی پر دوسروں کی تربیت کا کام سپرد کرنا کس قدر مہلک ہے۔ نیز دوران سلوک ہونے والے کشف و الہام اور صورتوں و مشقوں کی حیثیت و نوعیت کیا ہے۔ ثنائے نفس تک رہائی سے پہلے عملی عبادت اور ذہنی توحید کے کاموں میں کتنے کے نقصانات کیا ہیں؟ غرض کہ راہ سلوک کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے، جو کتوبات میں زیر بحث نہ آیا ہو۔ اس لحاظ سے کتوبات ہر دور کے علاوہ اس دور میں بالخصوص اہل تصوف کی سب سے اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔ تاکہ اس کی روشنی میں اہل تصوف اپنے حالات کا جائزہ لے کر آگے بڑھ سکیں اور دور جدید کی نفس پرستی کی طاقت و قوتوں کے مقابلہ میں افرادی تربیت کے سلسلہ میں صحیح طور پر کردار ادا کر سکیں۔

کتوبات کی تعمیری حیثیت یہ ہے کہ اس میں حفظ و دین، احیائے دین اور خدمت و دین پر فیض معمولی زور دیا گیا ہے۔ بالخصوص جب دینی اقتدار کو مٹا جا رہا ہو، دین کے بنیادی عقائد پر ضرب کاری لگائی جا رہی ہے۔ الحاد و ہریت کی نقاب کشائی جا رہی ہو، اس طرح کے حالات میں اصلاحیت اور باحیثیت افراد کے کرنے کا سب سے بہتر کام یہ ہے کہ وہ اس صورتحال کی روک تھام کے لئے بھرپور کردار ادا کریں۔ راہ سلوک میں پہلے والے مصلحتیت و باحیثیت افرادی و روحانی و دینی ترقی میں بھی ان کے لئے یہ کام فیض معمولی طور پر معاون و مددگار ثابت ہوگا۔ دینی حیثیت دین کے عقیدوں سے بغض و عناد رکھنا، دین کی مظلومیت پر کڑھانا، اس کے لئے گہر مند ہونا، اور اس کام میں اپنے صبر کا کردار ادا کرنا، کتوبات میں اس موضوع پر بہت زیادہ زور موجود ہے، اس سلسلہ میں حضرت مجدد کی تحریروں میں وہ دور، وہ پالی، اور بے پناہ اضطراب موجود ہے کہ اس کے مطالعہ سے راہ مہمت کا مضبوط طالب سراپا اضطراب اور سراپا گہر مند بن جاتا ہے۔

کتوبات کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اہل تصوف کی ذاتی و علمی حیثیت کو دور جدید کی ذاتی و علمی سطح سے برآ آجگ کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے، اس طرح اہل تصوف کے لئے جدید افراد کے لئے رجوع کی بہتر صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

## تعارف

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے کتوبات اسلامی علوم اور شریعت و فہریت کا ایک سہ پہا خزانہ ہیں، اس میں اسلامی شریعت کی صحیح ترتیب اور فہریت کے اپنے صحیح خطوط واضح اور صمیمین کے لئے ہیں کہ اس کے مسلسل مطالعہ سے اس دور میں بھی ذہنی، علمی اور روحانی طور پر گمراہی سے بچاؤ کی بہتر صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ کتوبات، اسلام کی صحیح و موازن شہرہ کی قیمن میں وہ کردار ادا کر سکتی ہے کہ فرد افراد کے لئے جدید فکری میلانات و اثرات سے حفاظت کے ساتھ ساتھ روحانی طور پر بھی بے شکاوت اور معارف، کشف و الہام کے لحاظ سے بچاؤ میں اہم حیثیت رکھتی ہے۔

اسلامی لٹریچر پر گہری نگاہ رکھنے والے جانتے ہیں کہ اسلامی فکری صحیح سمت کے قیمن، اور قرآن و سنت سے قطع مناجال کر، اس کے ابواب میں تہدی اور باطنی مطالعات کے ذریعہ سلف کی راہ سے جدا گانہ راہ اختیار کرنے والے صوفیاء کی غلطیوں کی عاثر طور پر نشانہ دہی جیسے معاملات میں کتوبات منفرد اور مثالی حیثیت کی حامل کتاب ہے۔ کتوبات میں اصلاح نفس کے حوالے سے وہ سارا مواد موجود ہے، جو راہ سلوک کے محسوس و نامی طور اور نفس سلطہ کے راہی فرد کو مطلوب ہے۔

زیادہ بہتر طور پر یہ کہنا صحیح ہوگا کہ کتوبات کی ایک حیثیت تو یہ ہے کہ اس میں اسلام کے صحیح علمی فکری خطوط اس طرح متعین کئے گئے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ خطوط آج کے جدید انسان کی ذہنی معاملات میں رہنمائی کے لئے کھینچے گئے ہیں اور ان کے لئے حقیقت، اجتہاد اور جدیدیت کے نام سے حد سے تجاوز اور فکری طور پر عدم توازن کی راہ اختیار کرنے سے بہتر حکمت عملی سے روکنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ساتھ ساتھ نئے مسائل میں اجتہاد کی ضرورت پر بھی زور دے کر امت کے لئے نئے دور کے چیلنج سے ہمہ آہ آہوئے کی راہیں بھی کھولی گئی ہیں۔

کتوبات کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ اس میں اصول تصوف اور راہ سلوک کے بنیادی خطوط اس بہتر اور عاثر طور پر پیش کئے گئے ہیں کہ اس اعتبار سے

حضرت مجدد الف ثانی ایک چار سالہ عاقبت کے بعد دوسرے ایک چار سال کے لئے مجدد ہیں، مجدد الف ثانی کی شخصیت میں اللہ نے وہ تجربگی وہ غیر معمولی بصیرت اور آنے والے زمانہ تک کے حالات کے فہم کی وہ استعداد رکھی تھی اور انہیں روحانی اعتبار سے وہ بلندی عطا فرمائی تھی کہ گویا ہمارے دور کے حالات و مسائل تکلفی طور پر ان کے مشاہدہ میں تھے، اس لئے ان کے کتبوبات میں شریعت و طریقت کے صحیح کردہ خطوط و اصول آج بھی رہنمائی نہ لویت کے حامل ہیں۔

زیر نظر کتاب اگرچہ کتبوبات کی مختصر تھمیں ہے، تاہم ان کتبوبات میں وہ تاریخی صلاحیت، بلند آہنگی، زور قوت اور علمی رہنمائی کا سامان موجود ہے کہ ہر بار کے مطالعہ سے بھی تعلقی دور نہیں ہوتی، ہر بار کے مطالعہ سے نئی تازگی، نئی تاثیر اور ایمان و یقین کی نئی قوت محسوس ہوتی ہے اور معلومات کا ایک نیا خزانہ ملتا ہے۔ دین پر استقامت سے چلنے کا نیا حوصلہ ملتا ہے۔

ہم نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ کتبوبات کی اس تھمیں کی زبان کو سہل سے سہل کر دیا جائے، تاکہ اس کے فہم کے راستے کی رکاوٹیں دور ہوں، اس کے ساتھ ساتھ ہم نے ہر کتبوبات کی توضیح و تشریح کی بھی کاوش کی ہے۔ ہماری آرزو ہے کہ آئندہ ایڈیشن میں اس تھمیں میں اضافہ کر کے کتبوبات کی جینوں جلدوں کی ایک جامع تھمیں تیار ہو جائے۔

کتبوبات کی اس تیاری یعنی زبان کو آسان کرنے اور اس کی تشریح میں ہم سے جو کوتاہیاں اور غلطیاں ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔

یہ کتاب ایک طرح کا آئینہ ہے، جس میں حضرت مجدد کے کتبوبات کی روشنی میں ہم اپنی نفسی حالت کو دیکھ سکتے ہیں۔ دوسروں کی بات ہی کیا کی جائے، اپنی حالت ہی دیکھو اور قائل رہو۔ اپنا وجود سراپا قصوروں کا مجسمہ ہے۔ ایک درویش نے جو بات کہی تھی، وہ ہم جیسے افراد کی حالت ڈار کو پیش نظر رکھ کر ہی کہی تھی کہ دل چاہتا ہے کہ بازار میں اپنے قصوروں کا ڈھونڈو دیا جائے کہ یہ وہ شخص ہے، جسے محبوب نے بچی زندگی عطا فرمائی تھی، اس زندگی کو اس نے غفلت و سستی اور نفس کو آسائش فراہم کرنے میں صرف کر دیا، ایسا کرنے سے شاید نفس متنبہ ہو جائے، متنبہل جائے اور غفلت سے جگنے پر آمادہ ہو جائے، نیز شاید اس طرح

محبوب حقیقی کی نگاہ الغات پڑ جائے اور وہ وجود کو نفس پرستی کی دلدل سے لٹائے کی صورت پیدا کر دے۔ اور غفلت کے لٹاپوں سے نکال کر دامن رحمت میں شامل فرما دے۔ حضرت مجدد کا بیان کردہ یہ نکتہ بہت اہم ہے، جسے سمجھنا اگر مد ضروری ہے کہ اہلکار اور مقررین کے اعمال کی لویت ایک دوسرے سے تلف ہوتی ہے، اہلکار (یعنی تیکہ کار) نفس پرستی کی قوتوں کا پھری طرح ادراک نہیں رکھتے، جس کی وجہ سے وہ روزمرہ زندگی میں نفس کی قرب کاربوں اور اس کی واردات کا فکار ہو جاتے ہیں اور ان کے اعمال میں اخلاص و بصیرت پوری طرح شامل نہیں ہو پاتا اور اس میں نفس و نفسانیت کی آمیزش موجود ہوتی ہے۔

جب کہ مقررین کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اندر میں غوطہ زن ہونے اور محبوب کے انوار حسن کی شگاہوں کی وجہ سے نفس کی غلٹات کا آئینہ ہر وقت ان کے سامنے ہوتا ہے، اس آئینہ میں جب وہ اپنے اعمال میں غلطیاں نفس کے عکس کو دیکھتے ہیں تو وہ تڑپ اٹھتے ہیں، اس وجہ سے انہیں اپنے سے بڑھ کر سیاہ کار کوئی نظر نہیں آتا اور ان کے خواب کا نکتہ سب سے زیادہ ان کی اپنی ذات ہی ہوتی ہے۔ مقررین جوں جوں قرب میں ترقی کرتے رہتے ہیں، اللہ کی شان عظمت کے مشاہدہ اور غور و خضانی کی وجہ سے انہیں اپنی ہستی کا عدم ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور اعمال میں نفس کی آمیزش کی شکایت اور محبوب حقیقی کی قدر نہ کرنے کے احساس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، ان کی یہی ادا ہے، جو انہیں اہلکار سے جدا کرتی ہے۔

مقررین کا غور و خضانی کا ختم ہونے والا یہ عمل ایسا ہے، جو انہیں دعویٰ اور دوسروں کی تحقیر سے بچانے کا موجب بنتا ہے اور عہدیت کے رنگ میں رنگ جاننے کا ذریعہ بھی۔ عہدیت یعنی بندہ ہونے کے ہر وقت احساس کا قلبی ہی تخلیق انسانی کا اصل دوق ہے، مقررین کا اصل دوق اسی مقصد کا حصول ہوتا ہے۔ اللہ جل شانہ ان کی مسلسل جدوجہد اور مسلسل قربندی کو دیکھتے ہوئے بلا خرابی تمام عہدیت پر فائز فرماتا ہی ہے۔ کبھی سب سے بڑی سعادت ہے جو اہل اللہ کو حاصل ہے، کاش ہمیں بھی اس کا ذرہ حاصل ہو جائے۔

## اسلام کے صحیح علمی نقوش

اور بہتر روحانی تربیت کی صورت

حضرت محمدؐ کی نظر میں

فلس کی خواہشوں کی موجودگی میں  
اللہ کی محبت کا نہ سنا اور اس کا فلسفہ

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”المسرہ مع من احب“ (آؤی اس کے ساتھ ہے جس سے اس کی محبت ہے)۔ پس خوش نصیب ہے، وہ فرد جس کے قلب میں اللہ کے سوا کسی کی محبت نہ ہو اور وہ اللہ کی مہربانی کے علاوہ کسی چیز کا ارادہ نہ کرے۔ ایسا فرد اللہ کے ساتھ ہی ہے، اگرچہ اس کا ظاہر حقوق کے ساتھ ہو۔ قلب میں ایک سے زیادہ کی محبت نہیں ہوتی، جب تک کسی ایک سے محبت کا تعلق قائم ہے اس کے پاس سے محبت نہیں ہوگی اور یہ جو دیکھنے میں آتا ہے کہ انسان کو متعدد چیزوں سے محبت ہے، جیسا کہ مال، اور اولاد، دین، لوگوں کی تعریف میں بڑائی کا جذبہ، درحقیقت یہ ساری چیزیں مل کر ایک ہی چیز بنتی ہیں اور وہ فلس ہے۔ ان مذکورہ بالا ساری چیزوں کی محبت اسی ایک فلس کی حشا ہے، کیونکہ فرد یہ ساری چیزیں فلس ہی کے لیے چاہتا ہے۔ بذات خود یہ اشیاء مقصود نہیں ہوتی، جب فرد (یعنی طالب سے) اپنے فلس کی محبت زائل ہوئی تو ان ساری چیزوں کی محبت بھی زائل ہوگئی۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ بندہ اور رب کے درمیان اصل حجاب فلس ہی ہے، دنیا حجاب نہیں ہے، اس لیے کہ دنیا کی نفس بندہ کا مقصود نہیں کہ اس کو حجاب قرار دیا جائے۔ بندہ کا مقصود تو فلس ہے، لہذا وہی حجاب بھی ہے۔ پس جب تک فرد، فلس کی خواہشوں سے خالی نہ ہوگا وہ رب اس کا مقصود نہ بنے گا اور اس کے دل میں محبت خدا نہیں آسکتی۔ یہ دولت عقلی (یعنی اللہ کی کامل محبت) کا مطلق

کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے (یعنی فلس کی قوتوں کی بڑی حد تک پامالی کے بعد) اور تا مطلق ذاتی تجلی سے تعلق رکھتی ہے، فلس کے تعلقات کا دور ہونا، آفتاب کے طلوع ہونے بغیر ممکن نہیں۔ جب یہ محبت جس کو ذاتی محبت سے تعبیر کیا جاتا ہے، حاصل ہوگئی۔ تو خُب کے نزدیک محبوب کی طرف سے غم و تکلیف دونوں مساوی ہو گئے، انکسار بھی اسی وقت حاصل ہوگا، طالب اپنے رب کی عبادت اپنے فلس کے لیے نہیں کرے گا کہ انعام طلب کرے اور رنج و غم کو دفع کرے، اس لیے کہ اس مقام پر پہنچنے کے بعد یہ دونوں چیزیں اس کے نزدیک برابر ہو جاتی ہیں۔ (مکتوب ۲۳، دفتر اول، عام ترجمہ خاں)

### تشریح

اس مکتوب میں جملہ اہل اللہ کے تجربات و مشاہدات اور تعلیمات کا لمبڑ ٹکڑ فرمایا گیا ہے کہ جب تک قلب میں دوسری چیزوں کی محبت موجود ہے، جب تک اس میں اللہ کی محبت سا نہیں نکلتی، اگرچہ وہی طور پر فرائض کی عبادت و آوری کی صورت بھی پیدا ہوتی رہے، لیکن فیروں کی محبت قلب کو اللہ کی طرف سے دور کرنے کا سبب بنتی رہے گی۔ فلس، جو قلب کو برقرار رکھتا ہے، اس کی اصلاح کی صورت ذکر و فکر اور محبت اہل اللہ کے ذریعہ اسے اللہ کے مقام تک پہنچاتا ہے، تا کہ مقام تک رسائی کے بغیر نہ تو قلب کو فلس کی قوتوں سے آزادی حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی قلب میں اللہ کی محبت مستحکم ہوتی ہے۔

محبوب حقیقی اور بندے کے درمیان اصل حجاب فلس اور اس کی قوتیں ہیں، جب تک ان قوتوں کے اثرات کا غلبہ موجود ہے، جب تک اللہ مقصود نہیں بن سکتا، اللہ تو فرد کا اسی وقت حقیقی مقصود و معبود بنتا ہے، جب خواہشات فلس کا بت خانہ ٹوٹ چلاوت جاتا ہے، اور اس بت خانہ کے سامنے نہ صرف سجدہ ریز ہونے سے بیزاری پیدا ہوتی ہو۔ بلکہ اس بت خانہ کی طرف دیکھنے سے ہی وحشت پیدا ہونے لگتی ہو۔ جب تک طالب کا سفر اس مقام تک نہیں پہنچتا اور وہ اللہ کے مطلق سے



حالت بنا میں نہیں آتا، جب تک ذکر و فکر اور صحبت اہل اللہ کے مستقل اجتماع کی ضرورت لاحق رہتی ہے۔

جب اہم ذات کی تعلیمات سے قلب و آفتاب نور سے منور ہو جاتا ہے تو اس کی تہذیب کا عمل پائیدار صورت اختیار کر جاتا ہے۔

اس کے بعد ہی فرد کو محبوب حق کی رضا مندی کی زندگی نصیب ہوتی ہے اور بندہ محبوب کی عطا یا عدم عطا کو یکساں سمجھنے لگتا ہے۔

اگرچہ بعض کچھ افراد کے ساتھ اللہ کا خاص الٹاس فضل شامل ہو جائے اور انہیں ان مراحل سے گذارے بغیر بھی جس کے بت خانے سے نہایت فرمائے اور اپنی کامل رضا مندی والی زندگی نصیب فرمائے، لیکن یہ استثناء ہے۔ اللہ کی اصل سنت یہی ہے، جو بیان فرمائی گئی۔

اس مکتوب کی روشنی میں اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہم جیسے عادی طالب تو اس پرستی کے سمندر میں غوطہ زن ہیں۔ فنا سے مطلق تو دور کی بات ہے، سرے سے فنا کے بنیادی اجزاء سے محرومی ہے۔

ہماری اس طرح کی حالت میں اللہ ہمارا حقیقی مقصد و مہم جو بن جائے، دشوار ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ عام طور پر موجودہ اہل تصوف بال و دنیا کے خوف و خطرات سے دوچار ہیں اور مائدہ اول کو گھیرے میں رکھنے کے لئے شکر و سچے ہیں۔ (مرحب)

علم کا اہل علم کے لئے جہت قائم کرنا

(علمائے سواد کے حوالے سے بحث)

اہل علم کا دنیا سے صبت کرنا اور اس سے رنجیت رکھنا، ان کے چہرہ ہمال پر پڑنا رواج ہے۔

ایسے علماء سے اگرچہ خلق کو فائدہ حاصل ہو جائے، لیکن ان کا علم خود ان کے حق میں نافع نہیں ہوتا۔ اگرچہ ان سے تائید شریعت اور تقویت ملت کا کام ہو، مگر یہ تائید و تقویت فاسقوں و فاجرین سے بھی ہو جایا کرتی ہے، جیسا کہ سید الانبیاء علیہ السلام

نے مرد قاجر کے حقیقی تائید دین خریدی ہے اور فرمایا ہے۔ ”ان اللہ لیزید هذا الدین بالرجل الفاجر“ (بیشک اللہ تعالیٰ دین اسلام کی خدمت کسی مرد قاجر سے بھی لے لیتا ہے) ایسے علماء پارس چکر کی مانند ہیں کہ تانا اور توبا جو بھی اس تک پہنچتا ہے سوتا ہو جاتا ہے، لیکن وہ خود چتری ہے۔

جو آگ چکر اور ہائیں میں پوشیدہ ہے، اس کا حال بھی یہی ہے کہ غلو کو تو اس آگ سے نفع حاصل ہوتا ہے، لیکن خود وہ چکر اور ہائیں اپنی آتش درونی سے بے نصیب ہیں، بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ علم ان علماء سواد کے حق میں نقصان رساں ہوتا ہے اس لیے کہ وہ ان پر جہت قائم کر دیتا ہے۔ (مکتوب ۳۳، دفتر اول، نظام حاکمی محمد لاہوری)

### تشریح

اہل علم اس وقت جس آزمائش سے دوچار ہیں، وہ دنیا و مادیت کے غیر معمولی دباؤ کی آزمائش ہے، ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کے پاس سامان زندگی کی بہتات ہو، کمزرت ذکر کے نور سے دل کے خالی ہونے کی وجہ سے دنیا و مادیت کے اس سیلاب سے مقابلہ کی قوت موجود نہ رہی۔ مگر علم اپنے ساتھ جب چاہے کہ جو احساسات لاتا ہے، وہ بھی اپنا کام کر رہے ہیں، اس طرح خود اہل علم کے بکاؤ کی داخلی و خارجی بہت ساری صورتیں پیدا ہوگئی ہیں، جب تک علم کے ساتھ نور معرفت کے حصول کے لئے چاہدے نہیں ہوں گے، علم کی آفت سے بچاؤ کی صورت کا پیدا ہونا دشوار ہے خدمت دین کا کام یقیناً اہمیت کا حامل ہے اور بڑی سعادت کا کام ہے، لیکن دین کی تائید و مدد پر اکتفا کرنا، ہائیں میں موجود نفس پرستی کے جوں سے نہایت کی فکر کا نہ ہونا اور اس کے لئے ذکر و فکر کے چاہوں سے کام نہ لینا، یہ ایسی حماقت ہے جو مضامین میں چکا ہوئے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اکبر بادشاہ کے دور میں ان کو بعض ذہین علماء نے اپنے ذاتی افروض و مقاصد کی خاطر، نئے دین الٰہی کی راہ اختیار کرنے اور اس نئے دین کے بنیادی خطوط چھین کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا،!

اس وقت بھی معاشرہ میں مسلمانوں میں فریقہ پرستی کو فروغ دینے اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت کی فضا پیدا کرنے میں اہل علم کی کا کردار ہے۔ علم کے ساتھ اگر تقویٰ اور خشیت الہی نہیں ہے تو ایسے علم کی مثال ڈاکوؤں کو ہتھیار فراہم کی سی ہے۔ جب کہ بغیر ہتھیاروں کے ڈاکو خوفناک لوٹ مار نہیں چا سکتے۔ (مرتب)

شیطان کا کام، اہل علم کے سپرد ہوتا

ان اشد الناس عذابا يوم القيامة عالم لم ينفعه الله بعلمه۔ (چنگ قیامت کے دن سب سے زیادہ شدید عذاب اس عالم پر ہوگا جس کے علم سے اللہ تعالیٰ نے اس کو نفع نہیں پہنچایا) اور (علم ایسے علماء کے حق میں) صہرت رساں کیوں نہ ہو، جبکہ اس علم کو جو اللہ کی نظر میں دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ عزیز اور اشرف ہے اسے دولت دنیا اور مالی دہاء و ریاست کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ چیز حق تعالیٰ کی نظر میں ذلیل و خوار ہیں اور بدترین مخلوقات۔ لیکن عزیز خدا کو حقیر کرنا اور اللہ کے نزدیک جو چیز ذلیل ہے (دنیا) اس کو عزت دینا اچھائی جزا حاصل ہے، یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرتا ہے۔ دین و دہر میں اور اللہ کا عمل اس وقت نافع ثابت ہوتا ہے، جبکہ خالص اللہ کے لئے ہو اور وہ جب چاہ و ریاست اور حصول مال اور شان و شوکت کے جذبہ سے غافل ہوں۔ اور اس کی عکاسیت دنیا و مافیاء سے پہلے پرواہ اور سہہ رعبت ہوتا ہے، جو علماء دنیا کی محبت کے مرض میں مبتلا ہیں، وہ علماء دنیا ہیں اور یہی علماء سوء و فاسق ہیں سب سے زیادہ شریر اور دین کے رجز ہیں۔ چاہے وہ اپنے آپ کو مقتدا سے دین اور بہترین مخلوق سمجھتے ہوں۔

وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ لَمِنَ الْغَاوِينَ ۖ أَلَمْ نَشْرِكْ لَهُمْ أَلِفَةً مِّنَ الْغُلَامِ يَتَتَّبِعُونَ آلِفَةً مِّنَ الْغُلَامِ يَتَوَلَّوْنَ الْكَافِرَ يَتَكَلَّمُونَ لَهُمْ لُغَاتٍ مِّنْ دُونِ لُغَاتِهِمْ يَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ سُلْطَانٌ شَيْءٌ ۚ وَلَٰكِن يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَيَتَّبِعُ آلُفَتَهُمْ يَسْرِفُونَ كَثِيرًا وَيَزْنُونَ أُولَٰئِكَ لِيُزَيِّنَ اللَّهُ لِيُفْلِكَ جَزَاءُ الْفَاسِقِينَ ۚ أَلَا إِنَّ جَزَاءَ الْفَاسِقِينَ لَمَّا يَصْهَرُونَ (گمان کرتے ہیں کہ وہ کچھ منیر کام انجام دے رہے ہیں۔ آگاہ رہو یقیناً وہ لوگ اپنے اس خیال میں جھوٹے ہیں، ان پر شیطان غالب آ گیا ہے، اس نے اللہ کی یاد کو ان کے دلوں سے فراموش کر دیا ہے، یہ جماعت لشکر شیطان ہے۔ آگاہ رہو کہ سبے ٹک و شہر لشکر شیطان کے افراد

خدا سے ہیں)۔ (ایضاً)

### تشوہیح

علم کے ساتھ معرفت کے اجزاء کا حاصل ہونا ضروری ہے، معرفت عام طور پر کسی اہل اللہ کی محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ دوسری صورت میں علم اپنے ساتھ دعوتی اور حب مال کے جذبات ساتھ لاتا ہے۔ آج کل علم کے ذریعہ سے معاشرہ میں جو انتشار و فتنہ پھیل رہا ہے، اس کا بنیادی سبب معرفت کے اجزاء سے غروی ہے۔ معرفت خود احساسی کا ذریعہ ہے۔ معرفت ایک ایسا آئینہ ہے، جس میں فرد اپنے نفس کی حالت اور اس کی خوبیاں و خامیوں کا ہر وقت خود ہی مشاہدہ کرتا رہتا ہے، معرفت کی اس اہمیت کی وجہ سے ہی امت میں صدیوں سے علم کے ساتھ معرفت اور روحانی تربیت کا بھی خصوصی اہتمام رہا ہے ہر قسمی سے موجودہ دور میں علم سے تزکیہ اور تہذیب نفس کے کام کو چھوڑ دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے علم، معاشرہ میں محبت و رواداری اور اخلاقی حسن پیدا کرنے اور جوڑ کی بجائے افراد معاشرہ میں توڑ پیدا کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اور خدا سے قربت کی بجائے نفس سے قربت کا موجب بن گیا ہے۔

علم سے دعوتی و دیگر جیسے جراثیم کو نکالنے کے لئے محبت علمائے ربانی اور ذکر و فکر کے غیر معمولی مجاہدوں کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد ہی علم، افراد اور خود معاشرہ کے لئے باعث خیر بن سکتا ہے۔ (مرتب)

علماء آخرت کی سیاسی کوششوں کے خون سے وزن کیا جائے گا

وہ علماء جو دنیا سے بے رغبت ہیں اور چاہ و ریاست، مال و رفعت کی محبت سے آزاد ہیں، وہ علماء آخرت ہیں، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلامات کے وارث ہیں۔ بہترین خلافت دینی ہیں جس کی قیامت میں ان کے قلم کی سیاسی کوششوں کی تسبیح اللہ کے خون کے ساتھ وزن کیا جائے گا اور ان کی سیاسی کا پلہ غالب رہے گا۔ نوم

مسلطہ سے وابستہ ان سجادہ نشینوں کے لئے لوگر بھی ہے، جو درود بھیج دینا بزرگی کے نام پر سرمایہ داروں اور واپروہوں کی طرح شان و دامن سے رہتے ہیں۔ خواہوں اور توکروں چاکروں کے جلو میں رہتے ہیں۔ عام لوگوں کی ان تک رسائی دشوار تر ہے، البتہ ان کے دروازے مالداروں کے لئے ہر وقت کھلے ہیں۔ سرمایہ داروں اور واپروہوں سے مشابہت والی یہ زندگی درود بھیج دینا بزرگی کے تقاضوں کو بخیر کر کے کے حرافہ ہے۔ یہاں اسی حدیث شریف کو پیش رکھنا بھی ضروری ہے کہ ”علاء کرام دین کے امین ہیں، لیکن جب وہ مالداروں سے تعلق قائم کریں گے تو وہ ان کے رہبر بن جائیں گے“ اللہ، جس اسی حدیث کا مصدق بنا ہے وہ ہے۔ (مہرب)

### طریقت کا مقصد

شریعت کے علاوہ اور کچھ نہیں

شریعت کے تین جز ہیں (۱) علم (۲) عمل (۳) اخلاص۔ جب تک یہ تین جز موجود نہ ہوں شریعت ثابت نہ ہوگی اور شریعت تحقیق نہ ہوگی۔ اللہ کی یہ رضا ہی دین و دنیا کی ضامن ہے، اب کوئی مقصد نہ رہا کہ جس کے لئے شریعت کے مدار کی اور جزی کی ضرورت ہو۔ طریقت (حقیقت، جن کے ساتھ صوفیاء ممتاز ہیں) دونوں شریعت پہنچانے کا وسیلہ یعنی اخلاص کی تکمیل کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ ان دونوں کی تکمیل سے عرض شریعت کی تکمیل ہی ہے، نہ کہ شریعت کے علاوہ کوئی اور چیز احوال و مواقع، علوم و معارف، جو صوفیاء کو دوران سلوک حاصل ہوتے ہیں، وہ متعدد نہیں ہیں، بلکہ ان کی حیثیت ان خیالات کی ہے، جن سے طریقت کے پنج کی تربیت ہوتی ہے۔ ان سب چیزوں سے آگے بڑھ کر مقام رضا کے مقام تک پہنچنا چاہئے، کیونکہ یہی وہ مقام ہے۔ جو سلوک کا انتہا ہے۔ اس لئے کہ طریقت و حقیقت کی منزلوں کو طے کرنے سے مقصود اخلاص کا حصول ہے، اخلاص کے سوا اور کچھ نہیں۔ رضائے باری تعالیٰ کا یہی ذریعہ ہے، چھایا و مٹا جانے والے گداز کر اخلاص اور مقام رضا تک ہزاروں میں سے کسی ایک کو مشکل سے پہنچایا جاتا ہے۔

علاء سجادہ (علاء کی خیر موجودت ہے) یہ ایسے ہی علماء کے حق میں ثابت ہے۔ یہی وہ افراد ہیں کہ جمالِ آخرت جن کی فکر میں محض ہے اور دنیا کی بُرائی ان کے مشہد سے ہی آگئی ہے، انہوں نے ”تہمت کو پاک کر دیکھا ہے اور دنیا کو زوال سے داغدار پایا ہے۔“ چٹک انہوں نے خود کو ہائی کے سپرد کر دیا اور فانی سے علیحدہ رکھا ہے۔ دنیا کو ذلیل رکنِ عظمتِ آخرت کے لزوم میں سے ہے۔ دنیا و آخرت آپس میں سوت سوتی ہیں، اگر ایک ناراض ہوئی، دوسری ناراض ہوگئی۔ اگر دنیا عزیز ہے تو ”فرت خور“ ہے اور دنیا خور ہے تو آخرت عزیز ہے۔ اس دونوں کا جمع ہونا، ایک دوسرے کی ضد ہے۔ ہاں مشائخ کی ایک جماعت ہے جس نے اپنی خودی اور اپنے ذاتی ارادہ سے نہایت حاصل کر لی ہے، صحیح بخاری کے ساتھ مل کر دنیا کی صورت بنائی ہے اور بظاہر رُفہ دینا غرضتے ہیں، لیکن یہ حقیقت ان کو کوئی حلق دینا سے نہیں ہے۔ دنیا وہی ہے اس کا چھن چاک آزاد اور فارغ ہے۔ وحی کو تلمیذ نے بھڑکا دیا۔ شیخ حسن و محمد علیہ السلام کوئی پہلوئی بڑی تہمت نہ تھی جس میں ذکر و تہمت سے مانع نہیں ہوتی۔ وہ تہمت اپنے سے تعلق رکھتے ہوئے بھی سے تعلق ہیں۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے سنی کے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا کہ کم و بیش چالیس ہزار ٹریلین کا مال اس نے خریدا اور بچا، لیکن اس کا دل ایک لکھ کے لئے بھی حق تعالیٰ سے غافل نہیں ہوا۔ (ایضاً)

### تشریح

علاء کی اصل شان، دنیا سے بے رغبت ہونا اور فکرِ آخرت کا انحصار ہے، آپ کا بیان کردہ یہ نکتہ بہت اہم ہے کہ دنیا کو ذلیل رکھنا، عظمتِ آخرت کے لوازمات میں سے ہے۔ اصل عباد وہی ہیں، جن کا دل اللہ کے ذکر اور اسی کی شہادت سے سرشار رہتا ہے، یہی علماء لوگوں کی رہنمائی کر کے، انہیں صلیات و فرائض سے پہچاننے کا ذریعہ بنیتے ہیں۔ اس مکتوب میں حضرت مجدد نے علماء و مشائخ کے لئے دنیا سے بے نیازی کی روش اختیار کرنے پر غیر معمولی زور دیا ہے، یہ مکتوب موجودہ دور کے بالخصوص مجددیہ

کہا، فکر لوگ اصول و کلیات کو مقاصد میں شمار کرتے ہیں اور مشاہدات و تجربات کو مطالب میں، اسی وجہ سے وہ دہم خیال کے قید میں رہتے ہیں اور کمالات شریعت سے محروم۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مقام کے حصول اور اللہ کی رضا کے حصول کے لئے یہ بات، ایمیت و در علم و صحافت راہ کے لوازمات میں سے ہیں، یہ حقیقت مقصود نہیں۔ "تخصرت علیک" کے صدقے میں مجھ پر کمال دس سال تک اس راہ میں چلنے رہنے سے یہ حقیقت واضح ہوئی ہے، اور "مشاہد شریعت" کا حق چلو کر ہوا ہے، مگر یہ میری شرعا سے یہ حالت تھی کہ میں احوال و ہد میں گرفتار نہ تھا اور شریعت پر حقائق سے گامزن ہونے کے علاوہ کوئی مقصد میرے پیش نظر نہ تھا، لیکن پھر سے دس سال کے بعد مجھ پر یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہوئی۔ (مکتوب ۳۶ دفتر اول باہم جاری مکر لاہوری)

### تشریح

شریعت کی یہ تشریح کہ وہ علم، عمل اور اخلاص کے تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ ن تینوں میں مگر ایک ہی چیز کی ہوگی تو فرد کی شریعت ناقص اور ناقص قبول بھی چکے گی۔ یہ بہت پہلے میں تشریح ہے، جب علم، عمل اور اخلاص یہ تینوں چیزیں حاصل ہو گئیں تو اس کے بعد کسی حرج سے بچے کے حاصل ہونے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں رہتی، لیکن علم و عمل کی یہ جو توفیق حاصل ہوگی تو وہ حتمی و ہمیشہ کا حصول اور سادہ اعمال میں خاص اللہ کی رضا مندی کے مقصود کا چلن نظر ہوتا، یہ سب سے زیادہ دھار کام ہے۔ اگر زندگی کی توانائیاں خرچ کر کے بھی اخلاص کی دولت عظمیٰ حاصل ہو جائے تو سستا سودا ہے، اس لئے کہ اللہ کے پاس اعمال کی قبولیت کا دار اخلاص سے وابستہ ہے۔

اس مکتوب میں حضرت مجدد نے ایک قطعاً حقیقی کو دور فرمایا ہے، وہ یہ کہ تصوف دراد سلوک کا مقصود تکشف و کرامات اور دوسری دنیا کے مشاہدات نہیں، بلکہ صرف اور صرف اسلامی شریعت پر استقامت سے گامزن ہونا ہے، اس مکتوب کی روشنی میں

جب تصوف کی عام کتابوں یا اہل تصوف سے وابستہ افراد کی طرف سے تکلف و مواجہہ پر زور و اصرار سامنے آتا ہے تو مقصود ہوتا ہے کہ مژد راہ کی درمیانی چیزوں کو فیصلہ کن اہمیت دے کر، اصل منزل تک رسائی کے دوری اختیار کر لی گئی ہے، اس لئے غراہ میں سے ہنگام ایک فرد منزل پر پہنچ پاتا ہے۔ (محراب)

شریعت، طریقت اور حقیقت کی تشریح

انجام رسول ﷺ کی اہمیت

باہن، ظاہر کا عمل کرنے والا ہے، ان ادوں میں باہن مگر سر مو حاکم نہیں، مثلاً محبت وہاں سے نہ پورا شریعت ہے، اور اس میں محبت کا خلود نہ ہے دینا طریقت و حقیقت ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے، اگر یہ بات اجہم سے کر لی جاتی ہے تو طریقت ہے، اور اگر کوشش کے بغیر از خود یہ استعداد حاصل ہے تو حقیقت ہے۔ بس حقیقت میں باہن یعنی طریقت و حقیقت۔ ظاہر کی شریعت کی تکمیل کرے اور ہے۔ پس راہ سلوک کے طریقوں پر اگر دوران سلوک ایسے امور ظاہر ہوں، جو ظاہر شریعت کے خلاف ہیں تو اسے ظاہر حال پر سمجھا جائے گا۔ یہ وہ چیز جس میں امداد و توفیق محبوب ظاہر ہوں طبعیت محبوب، محبوب ہو جاتی ہے۔ "یہ و توفیق یفہمکم اللہ" (اسے رسول! کہہ دیجئے، کہ میری اطاعت کرو نہ تم سے محبت کرے گا اس بات میں اس چیز کا بیان ہے۔ اس کی بجائے باہن و اس کی اطاعت کی کوشش کرنا، حجاب کو محبت سے متاثر نہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہر عاقل فرد پر ظاہری اور باطنی طور پر اللہ کے رسول ﷺ کے اتباع کے لئے کوشش ہونا، رہی ہے۔ (مکتوب ۳۶ دفتر اول باہم جاری مکر لاہوری)

### تشریح

تصوف کی سادی ریاضتوں کا حاصل اللہ کی اطاعت اور اللہ کے رسول ﷺ کی ہر طاعت پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ "طریقت" کا اصل مقام یہی ہے، جس میں اسلامی

شریعت اور ہر سنت پر عمل پیرا ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ ”طریقت“ میں مسلسل عبادوں سے گذرنا پڑتا ہے، اور نفس کے خلاف شدید معرکہ آرائی کر کے اسے اسلامی شریعت پر چلا کر پڑتا ہے۔ گناہ پر کی اصلاح ہونا شریعت ہے، جب کہ باطن کی اصلاح ہو کر، اللہ سے ملامت کا تعلق پیدا ہونا اور مستحکم ہونا، یہ طریقت ہے۔ جب شریعت و طریقت میں استقامت حاصل ہو جائے اور شریعت پر افلاک کے ساتھ عمل پیرا ہونے کے ذریعہ اللہ کی رضا مندی کا مقصد زندگی کا چل بن جائے تو یہ ”حقیقت“ ہے۔ س ”حقیقت“ تک رسائی کے بعد حجاب کے ذکر فکر کے غیر معمولی محاذ سے گزر ہو جاتا ہے اور اس میں دوسروں کی تربیت کی فکر غالب آنے لگتی ہے۔ (مرتب)

پُر آشوب دور میں تھوڑے سے عمل کا بھی

زیادہ عمل میں شمار ہوتا

عَفْوَ خَيْرٌ لِّكَ اَنْ تُعْرِضَ لِعَصْرِ (آیت) (یعنی تم بجزین امت ہوئے جس کو لوگوں کے فائدے کے لیے پیدا کیا گیا ہے) کا اعتبار ان کے لیے ”نظرِ وقت“ ہے۔ اس کے مقابلے میں -تخصیرتہً- کی تحفہ پر کرنے والے بدترین فی آدم ہیں۔ اَعْرَضَ اَنْفُ عَصْرِ اَوْ عَصَا (میں منکر ہو گیا اور حق میں سخت ترین ہیں) ایسے لوگوں کی شکایت آج سے کر رہی ہے لیکن چاہئے کہ کسی خوش نصیب کو ابتلا صلت کی دولت سے نوازنا چاہتا ہے اور شریعت کی فراہمی سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ اس (پہ -شوب-) زمانہ میں کئے ہوئے اس تھوڑے سے عمل کو جو عصرتہً غفلت کے دین کی تہہ چلی کے ساتھ انجام دیا جائے ”کثیرِ عمل“ کے درجہ میں رکھا جائے گا۔

اصحابِ کلمہ نے جو اہلِ درجات حاصل کیے، وہ صرف ایک جنگی وجہ سے ہی تو حاصل کیے تھے (جو بد وقت ہوئی تھی) اور وہ جنگی نور ایمان و یقین کے ساتھ ہجرت کا عمل تھی۔ اپنے وقت میں جبکہ حق کے مخالف کا خدبہ ہو رہا تھا۔ مثال سے طور پر لکھتا ہوں کہ سپاہی اگر دشمنوں کے غلبے کے زمانے میں (دقتِ اداری کے ساتھ) تھوڑی سی جدوجہد بھی کرتے ہیں تو ان کی وہ جدوجہد بھی نایابی اور ناقابلِ قدر

شمار ہوتی ہے جب کہ امن کے زمانہ کی جدوجہد اور وفاداری کا اعتبار دیا نہیں ہوتا بلکہ چونکہ آلِ سرور، وہ اطمینان کے محبوب ہیں، اس لیے ”پ کے تشعین“ آپ کی اطاعت کے قتلِ عجمیت کے مرتبے پر فائز ہوتے ہیں، یہ قاعدہ ہے کہ محنت، جسے اپنے محبوب کے افلاک و فضاں پر دیکھتا ہے اسے محبوب رکھتا ہے۔ غافلین دین کی بدلتی کا بھی نہیں سے اعزازہ کرتا چاہئے۔

”خو“ عربی کا بدلتے ہر دوسرا است

کے کہ خاک و دشت نیست خاک ہر اس

اگر ہجرت ظاہر میں نہیں تو ”ہجرت باطنی“ کو بہت زیادہ غور رکھا جائے کہ بغاوت تو لوگوں کے ساتھ ہیں لیکن درحقیقت ان کے ساتھ نہ ہوں (یعنی ان کا عقد رنگ قبول نہ کریں) اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے آباء کرام کے راستے پر بہت قدم رکھے۔ (مکتوب ۳۳ دفتر اول عام شیخ فرید بخاری)

### تشریح

اس مکتوب میں راہِ سلوک میں چلنے والے باصلاحیت و دہشتِ طالب کو تاجید کی گئی ہے کہ وہ سلوک مکمل ہونے کا انقار کئے بغیر اپنے دائرہ میں بڑی طور پر خدمت دین اور حفظِ اسلام کا کام شروع کر دے، ذکر و فکر اور محبت کے ذریعہ ہونے والے اس کام میں حرکت ہوگی اور ان شاء اللہ اس کام میں نفسی آمیزشوں سے بچو کی صورت پیدا ہوگی، اہمیت دوسروں کی تربیت کا کام بھی موعنی ہی کر سکتا ہے۔ حفظِ اسلام کے محاذ پر جہتِ وسطیٰ بھی کردار ادا کر سکتا ہے، اگر اس بحث کو سمجھا جائے تو اہلِ تصوف کی طرف سے باطل سے مقابلہ کے محاذ پر غیر معمولی خدمت کا کام ہو سکتا ہے۔ بحث کے زمانہ میں دین کے دفاع کے کام کی اہمیت غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے اور اس محاذ پر ہونے والا کام ”کثیرِ عمل“ میں شمار کیا جائے گا، اس لئے کہ لوگوں کو اللہ اور ہجرت و اذلیت سے بچا کر، انہیں دین کی طرف راغب کرنا، انہیں اللہ کے محاب سے بچا کر، سعادت و رزق کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ اس مقام سے یہ

کام ذاتی عبادت اور اور انفرادی ذکر و فکر کے کام سے کئی گنا زیادہ اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے اور اللہ کے دین کی نصرت کی وجہ سے اس کی نگر میں پندرہ ہوجاتا ہے۔ (مرحب)

انسان کی ساری حقوق سے افضل اور بدترین  
ہونے کے بیان میں

فرد جس طرح باطنی نیکوئی کا محتاج ہے، اسی طرح ظاہری نیکوئی کا بھی محتاج ہے بلکہ ظاہری نیکوئی زیادہ اہم ہے (ورنہ پراگندہ روزی پراگندہ دل) انسان ساری حقوق میں سب سے زیادہ محتاج واضح ہوا ہے اور اس میں یہ حقیقت اس کی جامعیت کی وجہ سے آئی ہے۔ ساری حقوق کو جتنا کچھ درکار ہے، اتنا کچھ اس ایک انسان کو درکار ہے اور وہ جس چیز کا محتاج ہے، اس سے وہ حقیقت بھی رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے اس سے تعلقات ساری حقوق سے زیادہ ہیں اور ہر تعلق ایسا ہے جو اسے جناب قدس سے مرکوز کر دیتا ہے۔ اس لئے اس اعتبار سے ساری بدترین حقوق میں بھی نیکوئی نہان ہے اور حال یہ کہ اس کی جامعیت ہی ساری حقوق سے انضیافیت کا باعث بنی ہوئی ہے، اس لحاظ سے اس کا آئینہ اتم داخل ہے، جو کچھ تمام حقائق کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے، فرد کے اس ایک آئینے میں وہ سب کچھ آشکارا ہے، لہذا ایک حیثیت سے نہان بہترین حقوق ہوا، اور دوسری حیثیت سے بدترین حقوق۔ (مکتوب ۵۵ دفتر اول تمام شیخ فریہ بخاری)

### تشریح

انسان، نفس اور روح دونوں سے مرکب ہے، نفس، فرد کو مادی دنیا اور اورادیت میں مستغرق رکھنا چاہتا ہے، تاکہ اس کے مادی حسن کے جذبات کی تسکین کا سامان ہو سکے، جب کہ روح، فرد کو محبوب حقیقی کے ذکر و عبادت اور اس کی اطاعت کی طرف راغب چاہتا ہے، تاکہ روح کو قرار مل سکے، لیکن اس کشش میں عام طور پر نفس غائب آجاتا ہے، اس لئے کہ مادیت پرستی کے ماحول کے غلبہ کی وجہ سے فرد

میں نفس پرستی کی عادتیں مستحکم ہو جاتی ہیں، یہ انسان کے ساتھ سب سے بڑا المیہ ہے کہ وہ نفس پرستی کی دلدل میں پھنس کر روح کو اس کی نقادینے میں ناکام رہتا ہے۔ جس کی سزا اس دنیا میں یہ فتنے ہے کہ مشرہ فساد سے دوچار ہو جاتا ہے، فرد افراد کا سکون عمارت ہو جاتا ہے۔ آخرت میں اس کی سزا محبوب کے حلال کی صورت میں ملے گی، جو ناقابل برداشت سزا ہوگی۔ (مرحب)

ایمان کی حقیقت کا، تزکیہ نفس کے بعد حاصل ہونا

اگر کوئی چاہتا ہے تو اس میں آداب کا کیا قصور؟ میر دسلوک، تزکیہ نفس اور حصہ قلب سے مقصود باطنی اور تجلی امراض کا ازالہ ہے، تاکہ حقیقت ایمان حاصل ہو جائے۔ آیت کریمہ **لَمَّا لَقُواْ هَدَمُواْ مَا كَانُواْ يَكْفُرُونَ** (یعنی ان منافقین کے دلوں میں مرض ہے) اس بھی مرض کا پتہ دے رہی ہے۔ باطنی بیماریوں کی موجودگی میں اگر ایمان ہے بھی تو اس کی حیثیت ظاہری ایمان کی سی ہے، اس لئے کہ نفس اورادیت کے خلاف اکسار ہوتا ہے اور اپنے کفر کی حقیقت پر اصرار کر رہا ہے۔ اس ظاہری ایمان کی مثال ایسی ہے، جیسے کہ صلا، کی ندامت کو شیریں کی ظاہری عبادت کا یقین ہو جائے جب کہ خود اس کا ذوق و دھچکا اس کے یقین کے خلاف ظاہری عبادت کا ہے۔ اس کو شیریں کا حقیقی یقین اس وقت حاصل ہوگا جب سے صلا کے مرض نہایت حاصل ہوگی۔ یہی صورت تزکیہ نفس اور ایمان نفس کی ہے کہ عمل تزکیہ کے بعد ہی ایمان کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے اور وہ دھچکا باطنی ہے۔ ایسا ایمان زوال سے محفوظ رہتا ہے۔ آیت **مَّا كَانَ يَدْعُوْهُ اِلَّا لِحُفُوْطٍ مِّنْهُمۡ وَلَا يَخۡفَعُوْنَ** "اگر کوئی کہہ کہ چنگ اللہ کے دوستوں پر خوف رزن میں ہوگا) ایسے ہی لوگوں کی شان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایسے ہی ایمان کامل سے مشرف فرمائے۔ (بحرہ النبی امی مہتہ - ایب)

### تشریح

چونکہ تزکیہ نفس کے بغیر نفس پرستی کے جنوں کی نوعیت اور باطن میں موجود

فردنی قوتوں کی وادعت کو گھٹا غیر معمولی طور پر دکھا رہا ہے، اس لئے ذکر و فکر کے ذریعہ نفسی قوتوں کے خلاف شدید قویعت کی سرکھ آسانی کے بغیر ایمان کی حقیقت اور اس کی اصیت ثابت نہیں ہوتی یہی وہ بنیادی بات ہے جسے اگر سمجھا جائے تو فرد کے لئے ایمان کے استحکام کی حدود محدود نہیں ہوتی ہے، ایمان کے استحکام کے بغیر فرد و افراد کی بیشتر سرگرمیوں میں نفس پرستی کے اثرات موجود ہوتے ہیں۔ جس کا مشہور راہ سلوک کے چابوں کو بے وقت ہوتا رہتا ہے کہ نفس اور اس کی قوتیں کس طرح اس کی نیت میں لحد برپا کرنے کے لئے کوشاں رہتی ہیں اور اس سلسلہ میں نفس کی وادعت کتنی فحشاں ہوتی ہیں۔ نہ سنے باطنی چاروں کے ارادے کا نہ فیصلہ کن اہمیت دے کر ایمان کی حقیقت کا حصول سارے کاموں سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

اگر فرد میں حالت ایمان میں دعویٰ و تکبر کے جذبات طاقتور صورت میں موجود ہیں۔ حسد اور حسد مال کی چارہاں بھی موجود ہیں تو اس صورت میں ایمان کی حقیقت کہاں رہتی ہے، ایمان کی حقیقت تو اس وقت مسلم ہونا چاہئے گی، جب اللہ کی محبت، اس کی رضامندی اور اللہ کی چاہت کے سامنے ساری چاہتیں دھپ چانگیاں اس چاہت کے تابع ہونا چاہئیں۔ حضرت محمد کا بیان کردہ یہ نکتہ الہی ہے، جس پر ہم میں سے بہت افراد کی نظر نہیں جاتی اور عام طور پر ہماری ساری زندگی باطنی چاروں کے ساتھ ناجہزی ایمان پر کھنک کر رہ جاتی ہے۔ سنسنے اور بیدار ہونے کی ضرورت ہے، تاکہ یہاں بھی بنیادی لغت کی حقیقت حاصل ہو سکے۔ (مرتب)

نصرت دین میں کوتاہی سے

کارخانہ اسلام میں غفلت کا واقعہ ہوتا

زناہ گزشتہ میں جو مصیبت اہل اسلام پر واقع ہوئی وہ ان علماء سوء کی تحریکات کا نتیجہ تھا۔ یہی علماء سوء، بادشاہوں کو راہ راست سے ہٹا دیتے ہیں۔ پانچ فرسے، جنہوں نے گمراہی کی راہ اختیار کی، ان کے سرخشاں اور سربراہ بھی علماء سوء

تھے، علماء سوء کے ملاوہ جو بھی گمراہی کی راہ پر چلا، اس کے اثرات و سرور تک کم پہنچتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ہر قسم کی استغاثہ و طاقت رکھنے کے باوجود اعداء دین میں کوتاہی کرے گا اور اس کوتاہی کے نتیجے میں کارخانہ اسلام میں غفلت واقع ہوگا تو وہ کوتاہی کرنے والا اللہ کے خطاب میں جکا ہوگا۔ اس پر یہ عاجز بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دولت اسلام کے مہدیین کی جماعت میں شامل رکھے اور اس بارے میں کوشاں ہو، من کل سواد قوم فہو سیم (جو جس جماعت کی تعداد میں اضافہ کرے وہ اسی میں سے ہے) اس حدیث کی رو سے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اس بے استغاثہ کو بھی (مہدیین اسلام) میں داخل کر دیں۔ اہل مثال اس جھوٹی کی سی سمجھتا ہوں، جس نے ایک سو ت کی انجیل کے خود کو حضرت یسوع علیٰ صلیا علیہ السلام کے فرچادوں کی نصرت میں شامل کر لیا تھا۔ (ہام فتح فرچہ بخاری)

### تشریح

علم کے ساتھ اگر تقویٰ و خشیت موجود نہ ہو تو ایسا علم ہندی خواہشات نفس کی تحلیل کا ذریعہ بننے لگتا ہے۔ اکبر بادشاہ نے اپنے آخری دور حکومت میں سنے دین کی جو راہ اختیار کی، وہ علمائے سوء کی لٹا رہنمائی کے روئے کا نتیجہ تھی۔ بلکہ سنے دین کی تحلیل میں انہیں بغیر علماء سوء کی گمراہی رہنمائی بھی شامل تھی۔

جب حکومت کا نظام دین سے جڑا ہوا ہو تو دینے دور میں انجیلے اسلام کی حدود محدود دین کے سارے کاموں سے زیادہ اہمیت کی حامل بن جاتی ہے، اس طرح کے حالات میں علمائے راہی کا اضطراب بڑھ جاتا ہے اور وہ خوفناک اسلام اور علمائے اسلام کے لئے سربراہ بن جاتے ہیں۔

اس مکتوب میں فرمایا گیا ہے کہ دین کی نصرت کی استعداد رکھنے کے باوجود اس میں کوتاہی کرنے سے دین کا جو نقصان ہوگا، وہ اللہ کے خطاب کا موجب ثابت ہوگا۔ موجودہ دور میں جب کہ دین کی مظلومیت آخری حدود چھوئے گی ہے اور لادینیت سارے کاڈوں پر غالب ہوتی چلا رہی ہے۔ ایسی حالت میں دین کے

ظہر داروں کی طرف سے مختلف مذاہب پر دین کے لئے منصوبہ بندی سے کام نہ کرنا، اللہ کے عتاب کو دعوت دینے کے برابر ہے حضرت محمد کے بیان کردہ اس بحث پر متنبہ ہونے کی ضرورت ہے۔ (مرتب)

اسلام کی مظلومیت کے دور میں

شریعت کی ترویج کے لئے کام کرنا، سارے کاموں سے افضل ہوتا

قیامت میں شریعت کے متعلق سوال کیا جائے گا، نہ کہ تصوف کے بارے میں۔ بہت کا داخلہ درائن دور سے ہے، شریعت ن پابندی سے ہی راستہ ہے۔ انبیاء و ائمہ اسلام جو کہ بہترین کائنات میں، انبیاء نے شراعی کی دعوت دی ہے اور نہایت کا مدار بھی شریعت ہے اور انبیاء کی بہت سے مصلحت بھی شریعتوں کی تبلیغی ہے۔ یہاں سب سے بڑی نیکی شریعت کو، کج کرنے کی سعی کرنا اور اس کے حکام میں سے کسی، حکم کا زندہ کرنا ہے، بالخصوص ایسے زمانے میں جب کہ اسلامی شعائر مٹ رہے ہوں، رواج خاص میں کروڑوں روپے خرچ کرنے سے بھی افضل ہے، اس لیے کہ شرعی مسئلہ کو رائج کرنے میں انبیاء کی جیوری اور ان سے متعلق کام میں شرکت ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ گفتگوات میں بزرگ ترین ہیں اور کامل ترین نیکیاں ان کے لیے ہیئت و مسم ہیں۔ کروڑوں روپے خرچ کرنا تو انبیاء کے علاوہ دوسروں کو بھی میسر ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں شریعت کی ادائیگی میں کس کی پوری پوری کفایت ہوتی ہے، اس لیے کہ شریعت نفس کے خلاف رائج ہوئی ہے، لیکن مال خرچ کرنے میں کسی نفس، موافقت بھی کرتا ہے۔ مال شریعت کی تابع اور ترویج ملت کے لیے مال خرچ کرنا بہت جلد جہاد میں رکھتا ہے، ایک جہاد کو دین کی شفاعت و فراغ کی نیت سے خرچ کرنا بے نیت کے لکھوں روپے خرچ کرنے کے برابر ہے۔ وہ شخص جس سے بہت سون کی نجات دیتا ہو، تاہم ہے کہ اس شخص سے بچ کر ہوگا، جو اپنی ہی نجات کی فکر رکھتا ہو۔ اللہ وہ صوبی جو "قائد" کے بعد جو عرصہ اللہ اور اسے ہاتھ کے ساتھ دے کرنے کے بعد عالم میں گشت لگائے اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دعوت دین کا کام کرے اور مقام نبوت سے حصر رکھتا ہو، وہ شریعت کے مبلغوں میں شامل ہے،

وہ حکم ملائے شریعت رکھتا ہے۔ (مکتوب ۳۸، دفتر اول عام شیخ فرید جباری)

تشریح

جب اسلامی شریعت کا تقدس پامال ہوتا ہو، اسے مٹانے کی کوششیں جاری ہوں، اسلامی عقائد و اقدار کے خلاف سازشیں ہورہی ہوں تو ایسی صورت میں شریعت کے تحفظ کے لئے میدان میں آنا، سب سے بڑا جہاد ہے، سمیت دین کی سعادت سے بڑھ کر کوئی سعادت حاصل نہیں، اسلامی دعوت کا کام، جس سے اسلامی شریعت کے تحفظ و بقاء کا دار و مدار وابستہ ہے، وہ انبیاء و کرام کا مقصدی کام ہے، ان کی ہیئت کا مقصد ہی یہی رہا ہے، رسالت کے خلاف کے بعد یہ کام امت کی طرف منتقل ہوا ہے۔ بدولت تک دین کی دعوت پھیلنا، دعوتی سرگرمیوں کو چلنا، انبیاء کی جیوری اور ان کے متعلق کام میں شرکت کے مترادف ہے۔ چونکہ دین کی حفاظت اور اس کا تسلسل اسی دعوتی کام سے وابستہ ہے، اس لئے یہ کام بعض اوقات دوسرے کاموں سے زیادہ افضل ہو جاتا ہے۔

اس مکتوب میں دعوتی کام کی حیثیت اجاگر کر کے، دعوتی سرگرمیوں کے رخ کو اس طرف موڑنے کی کوشش کرنا ہی ہے، اللہ کی سنت رہی ہے کہ تحفہ اسلام کے کام کی بیشتر سعادت انہی افراد کو حاصل ہوتی ہے، جو ایمان و یقین کی دولت سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور ان کی دینی جہاد میں نفسی آہستہ شامل ہوتی۔ ملائے رہائی جو طویل عرصہ تک نفس کے خلاف معرکہ آرائی کر کے اسے مہذب بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں، ان کا اصل ہدف ملای شریعت کے بچا کے لئے جہاد ہے اور ملائوں کی تربیت کر کے، انہیں اسی کام میں لگانا ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت محمد کے یہ دو جہن کتبائت موجودہ دور کے ملائے رہائی کے لئے نوہ لکریے ہیں۔ (مرتب)

دنیا کا زیر قاع اور متاع ہے سود ہوتا

دنیا بظاہر شیریں ہے اور صورتہ تاریک رکھتی ہے، لیکن حقیقت میں وہ ایک زہر قاع ہے اور متاع باطل ہے اور بے سود گرتی رہی ہے، اس کا حاصل کرنے والا خود



ہے، اور اس کا فریضہ جھوٹا، یا کی حیثیت ہونے کے وقت سے چنی ہوئی نہایت کی کی ہے، اور پیسہ ربہ کی کی ہے، جس میں شرک ہو، جو حمد و ثناء ہے، جو اس کو کوئی پختی پر نہ دیکھے اور خواب ہال میں گرفتار نہ ہو، فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص دہشت کرے کہ میرا دل جھوٹا کو، یا تو وہ دل اپنے نفس کو، یا چاہے گا، جو دنیا کی طرف راغب نہ ہو، اور یہ سب رشتی اس کی انتہائی گھنڈی کی دلیل ہے۔ (مکتوب ۵۰ دفتر اول بام فتح قریہ بخاری)

### تشریح

دینی ہر دور میں اللہ و آلائہ کی رہی ہے، لیکن اس دور میں ہادی حسن و مادی مادیان کی ہیبتات نے دنیا کی ضرورتوں میں غیر معمولی طور پر اضافہ کیا ہے۔ زیب و زینت سے سرشار دنیا سے بچنے کی ساری صورتیں معدوم ہیں، سوائے ترقی و علمائے رہائی کی صحبت کے، بدقسمتی سے موجود دور میں ہر فرد کی سرگرمیوں کا مرکز دنیا ہی کر رہ گئی ہے۔ دوست کے جنوں نے وہ صورت پیدا کر دی ہے کہ فرد و افراد کے لئے اس کے علاوہ دوسری بات سننے کے لئے دل میں گھانٹیں ہی موجود نہیں۔ دولت و دنیا سے جنوں کی یہ حالت (جو اس وقت پیدا ہوئی ہے) ساری انسانی تاریخ میں مادیت پرستی کی یہ پہلا شاخ ہے، جسکی پیدا ہوئی ہو۔ (مرتب)

### نفس کی طرف سے

دعوائے الوصیت کی کاوشوں کا ہونا

تھوڑا انسان کا نفس مادہ جب چاہے اور پیاست پر حقوق ہوا ہے اور اس کی ساری قیود یہ ہے کہ دوسروں پر برتری حاصل ہو جائے، وہ چاہتا ہے کہ ساری حقوق ہی کی محتاج و ملحق ہو، اور وہ خود کسی کا محتاج و محظوم نہ ہو (درحقیقت) یہ نفس کی طرف سے ایک قسم کا دائمی الوہیت ہے اور خدا کے بے ہوتا جمل شان کے ساتھ حرکت چاہتا ہے۔ بلکہ یہ نفس بے سعادت اس شرکت پر بھی راضی نہیں ہے، بلکہ وہ تو یہ

چاہتا ہے کہ صرف وہی حاکم ہو، باقی اس کے غلام ہوں۔ لہذا نفس کی یہ بات، چاہے اور پیاست وغیرہ حاصل کر کے، اس کی پرورش کرنا کو، دشمن خدا کی حد کرنا اور اسے توحید دینا ہے۔ اس امر کی قیامت اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے۔

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے۔ **الکسیراء ردائی والعظماء اداری لمن مار عس فی شہہا سہما ادخلہ فی النار ولا الہائی** (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ برقی میری چادر ہے اور عظمت و بزرگی میری ازار ہے، جس کوئی مجھ سے ان دو چیزوں کے بارے میں موازمت کرے گا میں اس کو آتش ووزخ میں داخل کر دوں گا اور کچھ پرواہ نہ کروں گا)۔ اللہ کے نزدیک دنیا ہی بنا پر ملعون و ملعون ہے کہ اس کا حاصل ہونا، نفس کی شرادوں کے حصول میں معاون ہے۔ جس جو دشمن کو مدد دے گا وہ جہنم اگست کا مستحق ہوگا۔ (مکتوب ۵۲ دفتر اول بام فتح قریہ بخاری)

### تشریح

انسانی نفس کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ اللہ کی شان گہریائی و شان عظمت کے مقابلہ میں اپنی بڑائی اور اپنی برتری چاہتا ہے۔ اور اللہ کے دوسرے بندوں پر اپنی بڑائی مسلط کرنا چاہتا ہے، معاشرہ میں سارا فساد، فرد کی غیبت کے اس بکاؤں و جہ سے ہی ہے، اگر فرد، صاحب اقتدار ہے تو اس کی کوشش یہ ہے کہ باقی سب اس کے تابع ہوں، اگر فرد عاجز ہے تو اس کی چاہت یہ ہے کہ تہارت میں بس اس کی ایک جہتی قائم ہو، اگر فرد، محکم مسند پر قائم ہے تو اسے علم کے مقابلہ میں دوسروں کی نفس حیثیت کو قبول و تسلیم کرنے کے لئے تیار ہی نہیں، بڑی اور ضعیف و محبت کا یہ تقاضا اتنا طاقتور ہے کہ راد سلوک میں سالک سے سب سے آخر میں جو چیز چلتی ہے، وہ بھی دائمی و دائمیت ہے، اس لئے شخصیت کے انانیت کے بت کو منہدم کرنے کے لئے چاہیے اسے اذہم تا کثر ہیں، مجاہدوں کے بغیر چاہے وہ کاری نہیں۔ موجود دور میں دینی جدوجہد اور نیکوکاری کے روپ میں نفس کی قوتیں جس طرح کارفرما ہو گئی ہیں، اس کا اندازہ اذن مذہبی گروہوں کی سرگرمیوں سے لگایا جا سکتا

ہے، جو اپنے مادہ دوسروں کی تکذیب و تردید بلکہ تکفیر کی راہ پر گامزن ہیں۔ اس کا بنیادی سبب تکبر و دوگنی کی نفسیات ہی ہے۔ وہ دین اور اس کی حقیقت اور اس کے تفصیلات کو حائے اہل حق سے کھینچ کر کھائے کھس کے برقیال شدہ عقل سے کھینچ جاتے ہیں، نفس، انہیں جو راہ بھٹاتا ہے، وہ ہے کہ وہ نہ صرف اپنے سے جتنی فہم سے قاصر ہیں، بلکہ وہ رہ نہ سار ہو گئے ہیں، اس لئے سمجھ اور موجودہ علم سے بغاوت کی راہ یعنی ہدیہ نادریت کی راہ اختیار کی گئی ہے، جو اس وقت امت کا بڑا لیے ہے، اس کی وجہ سے نئے نئے ایدہ پیدا ہو کر، بھڑا کے نام پر اپنے مخالف گروہوں اور ریاست سے بغاوت اور قتل و غارتگری شروع کر دیتے ہیں۔ (مرتبہ)

اللہ کی طلب اور اسے برقرار

دیکھنے کی صورتیں

اگر اللہ تعالیٰ عطا کرنا نہ چاہتا تو طلب کو ہی پیدا نہ کرتا۔ طلب کی فطرت کو فطرت عظمیٰ تصور کر کے، اس کے مخالف سے بچنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ طلب میں سستی واقع ہو جائے اور اس حرمت میں کمی واقع ہو جائے، طلب کو قائم رکھنے کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب ایک تو اللہ کا شکر جلالا ہے کہ اس نے طلب عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَمَن شَكَرْنَا فَزِيدْنَاهُ لَمَنكُم (اگر شکر کرو گے تو میں ضرور باخبر اور زیادہ عطا کروں گا) (طلب کو برقرار رکھنے کا) دوسرا سبب، بارگاہ انجی میں مسکوا جائز اور اچھا اختیار کرتے رہنا ہے، تاکہ وہ طالب کے دماغ کو اپنے ”کعبہ بحال“ - خیال سے نہ بھیرے۔ اگر اچھا اور عاجزی کی حقیقت حاصل نہ ہو تو کم از کم اس کی صورت تو اختیار کرنی چاہیے۔ مدینے وان لم یسکون فہیکوا (اگر تم کو روکا نہ آئے تو روکنے کی صورت ہی اختیار کرو) اس حقیقت کا بخیر کر رہی ہے، ورود و شوق کی یہ حفاظت اس وقت تک ہے، جب تک کہ شیخ کمال مکمل میسر نہ آئے اور جب یہ شیخ مکمل جائے تو اپنی دل کی ساری چیزیں اس بزرگ کو سونپ دے، اور جس طرح میت غسل دینے والے ہاتھ میں ہوتی ہے، اس طرح خود کو اس کے سپرد

کر دے۔ شروع میں طالب کو اپنی کمال بلندی کی وجہ سے اللہ جل سلطان سے حاجت نہیں ہوتی، اس کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جس کو آخرت و دنیا دونوں سے حاجت ہو، وہ شیخ کمال ہے۔ (مکتوب ۱۱ دفتر اول ملام سید محمود)

تشریح

راہ محبت کا سطر اپنے دل کو مکمل طور پر اہل اللہ کے حوالے کرنے اور ان سے محبت کے نتیجہ میں ہی شروع ہوتا ہے۔ اہل اللہ، چونکہ اپنے نفس کا، اللہ سے سوا کر بچے ہوتے ہیں، اس لئے ان میں روحانی فیض رسائی کی پوری استعداد موجود ہوتی ہے۔ اہل اللہ کے اس فیض سے بہرہ ور ہونے کے لئے ضروری ہے کہ طالب اپنے دل مائل کرے، ان کے حوالے کرے، اس سے آہستہ آہستہ وہ میراپ ہونے لگتا ہے۔ موجودہ دور میں فتنوں کے ظہر کی وجہ سے حقیقی اہل اللہ نایاب ہو گئے ہیں۔ جو موجود ہیں، انہیں پہچانا دشوار ہے، اس لئے کہ ان کے پاس روایتی بڑی عریضی سے فوہزمت مرے سے موجود ہی نہیں۔ دنیا سے دوری، بے نفسی اور دوسروں کی خدمت، خود نمائی سے آخری حد تک بچاؤ جس صفات نے انہیں لوگوں سے چھپا دیا ہے۔ (مرتبہ)

ناقص شیخ کی صحبت ہلاکت کا باعث ہوتا

طلب میں قربانی و سستی آجانے کا ایک بڑا سبب، ایسے ناقص شیخ کی طرف رجوع کرنا ہے، جس نے راہ سلوک کا مادہ لے لیا ہے لیکن اس کی ہر اور چیز ہی منہ نہیں ہو گیا ہو طالب کے لئے اس کی صحبت اختیار کرنا زہر قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع ہونا بھگ مرض ہے۔ ایسی غلط صحبت طالب کی بلند استعداد کو پست کر دیتی ہے اور اسے بلندی سے گڑھے میں ڈھیل دیتی ہے، مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ اگر کوئی مریض کسی املائی طبیب سے دوا لے کر استعمال کرے، تو اس کا ایب کرنا، درحقیقت اپنے مرض میں اضافہ کرنے، اور اس کے ساتھ ہی (ازالہ مرض کی

مداہمت کو ضائع کرنے کے برابر ہوگا، اگرچہ شروع میں اس دوا سے مرض میں کچھ کمی واقع کیوں نہ ہو، لیکن وہ عریض کی صحت کے لئے سخت نقصان دہ ہے، اگر وہ طہیب حاذق کے پاس پہنچے گا تو وہ اس کی پہلی دوا کی تاثیر کو دور کرنے کے لیے مسالہات سے مداح کرے گا، جب اس کا سپرد شریک ہوگا، تب مرض کے زور کی فکر کرے گا، ہر دوا کا نقشہ یہ کارحیت کا مدار صحت پر ہے، محض شفا سے کام نہیں، بلکہ گفتگو سے تو طلب میں سستی (ذکی) رونما ہو جاتی ہے۔ (مکتوب ۱۱ افکار اسلام سید محمود)

### تشریح

ناقص شفا سے مراد افس کی ذہنیت کے مراحل سے گذر کر حالت چا میں آئے بغیر معیشت کے مقام پر صاف ہو جانے کا ہے۔ شفا ہے۔ اس طرح کے ناقص شفا سے وقتی طور پر کچھ بہتر باطنی کیفیت پیدا ہو سکتی ہیں، اور سونک کی بیماری میں بھی بے ہوشی ہیں، لیکن اس سے نیک تو نفس پرستی کا بھلے فائدے نہیں ہو سکتا، دوسرے یہ کہ ناقص شفا کسی قوتوں سے ناشدنی کی وجہ سے ماحول کے حجاب میں اندھنوں میں گھمسنے کا درجہ بن جاتا ہے۔ اس طرح ناقص شفا، ماحول کے لئے زندگی بھر کے لفظ پر دانے کی راہ میں حجاب بن جاتا ہے۔ یہ سوال بھی اہم ہے کہ ناقص شفا سے کبھی حد تک کیفیت کی بہتری کی صورت کیسے اور کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ راہ سلوک میں چند سال تک چلتے رہنے کے نتیجہ میں طالب میں کچھ نہ کچھ دوا دہانی مستعد اور پھر جاتی ہے، جس طرح دس لکھی پڑھنے والا حساب سچ کا طالب بن جاتی شفا کے طلب کو کہیں نہ پہنچانے کی صداہمت کا حامل ہو جاتا ہے، اسی طرح ناقص شفا، ابتدائی کجاہوں کے نتیجہ میں مبتدی طلبہ میں کیفیت منتقل کرے اور ان کی کچھ نہ کچھ تربیت کر کے قابل ہوتا ہے، لیکن کسی قوتوں کے زیر اثر سونک کے بغیر بزرگی کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے وہ ناقص داخل ہے، اس کی صحت حقیقی طالبوں کے لئے تمام قائل ہے۔ (مرتب)

جسمانی اور روحانی رنج و لذتوں

کا ایک دوسرے سے عکس ہوتا

وینادی لذت و رنج کی دو قسمیں ہیں (۱) جسمانی اور (۲) روحانی۔ جس چیز سے جسم کو لذت حاصل ہوتی ہے، روح کو اس سے تکلیف ہوتی ہے اور جس چیز سے جسم کو درد ہوتا ہے، روح کو اس سے لذت ملتی ہے۔ پس روح و جسم ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں، لیکن مادی دنیا میں روح نے جسم کی قائم مقامی کر لی ہے اور وہ جسم و جسمانیات میں رقتہ ہوئی ہے۔ نیز جسم جسم پیچ کر سکے، وہ جسم کی لذت سے لذت پاتا ہے اور جسم کی تکلیف سے تکلیف محسوس کرتی ہے۔ یہ عام کا، عام (چارہ سے جیسے عام) کی حالت سے آیت مژدہنا فاعلمنا صلیح (یعنی جب نہان کا ر ہوا تو ہم نے اس کو پست تر اشیاء سے بھی زیادہ پست کر دیا)۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں صاف ہے۔ انہیں صدامحسوس، اگر مادی جسم اور اس کی لذتوں کی گرفتاری سے خلاصی نہ پائے اور اپنے اصلی وطن کی طرف رجوع نہ کرے تو یہ روح کی بیماری ہے کہ وہ اپنے (حقیقی) رنج کو لذت سمجھتی ہے، (حقیقی) لذت کو رنج تصور کرتی ہے۔ بالکل عکس صفر کے عریض کی طرح ہے کہ اسے جھلی چڑی محسوس ہوتی ہے پس گھنڈی کا کٹھا ہے کہ اس مرض کو دور کیا جائے تاکہ فرد جسمانی تکالیف و مصائب کی موجودگی میں خوشی کی زندگی بسر کر سکے۔ (مکتوب ۶۴ دفتر ۱۱ باہر شفا فری بخاری)

### تشریح

عکس کی عرفی کی وجہ سے دونوں مجھ محسوس ہو جاتی ہے۔ اگرچہ جس میں امتیاز برکری صداموجود ہوتی ہے، لیکن عکس کی طرف سے مادی حسن پر لطفیت اور افس پرستی سے جذب کی پریشانی وجہ سے ایک تو روح کی لذت برکرم کی ضد محسوس ہو جاتی ہے، دوسرے یہ کہ عکس کی ان فراوانیوں کی وجہ سے روح، حالت اذیت میں رہتی ہے، یہی اذیت روح، دل و دماغ کی طرف منتقل کرتی ہے، جس سے ساری نفسی و فیزیائی فراوانیوں پیدا ہو جاتی ہیں۔ (مرتب)

نیت میں اخلاص کی کمی کا،  
دل فشگی کی حالت سے پہچاننا

ابھی طرح غور کرے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دین میں درود رنج اور معیبت کا وجود نہ ہوتا تو پھر تو دین کی قیمت ایک باغ کے برابر بھی نہ تھی۔ اس دنیا کی فکلیتوں و تاریکیوں کو یہیں کی سببیتیں اور جاسٹے راہیں کرتے ہیں۔ جاسٹوں کی کمی، نزدیکی مگر فائدہ مند وہ کی طرف سے جو عرصہ کو دور کرتی ہے۔ اس فقیہ کو عقل عام والوں میں محسوس ہوا ہے کہ کھانا پکایا گیا اور دھوکہ کرنے والوں کی نیت نہ میں نہیں تھی۔ چکو لوگ کھانا کھانے والوں میں سے تھے وہ شکایت کا دفتر کھول کر کھانے میں عیب لکھائے اور کھانے والوں کی خدمت کرنے تلخے ہیں، صاحب طعام جب یہ سنا ہے تو اس کے دل میں فشگی پیدا ہوتی ہے اور اس کی دل میں بھی دھیمہ دھمی اس غفلت کا اڑا کر دیتی ہے، جو غلامیہ نیت نہ ہونے کی وجہ سے کھانے میں پیدا ہوگئی تھی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دھوکہ کھول رہا ہوتا ہے۔ اگر شکایت کرنے والے شکایت نہ کرتے اور صاحب دعوت کا دل نہ ٹوٹتا تو کھانا (خدمت میں کی جاتا ہے) سر پر خدمت دکنوورت سے بھرا ہوا تھا، غفلت کی صورت میں تعذیب کی کیا محسوس ہوتی، جس کا کہ کادھور دل کی فشگی اور جمعیت کی دھیمہ کی پر ہے اور ہم جہاں پیش و جمعہ و دل کے یہ ہے فشگی، فشگی کام ہے۔ (ایڈ)

### تشریح

انماں میں اخلاص کی کمی کی وجہ سے جو تعذیب ہوتی ہے، وہ تہیہ بھی اخلاص کی کمی کے ازالہ کا ذریعہ بنتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ اعمال میں دیا کھول دینی و غیرہ کی وجہ سے قلب میں محبوب کی طرف سے تجاہات پیدا ہوتے ہیں، جس سے طالب، وقتی طور پر اپنی ساری توجہ کیفیت کو سلب ہوتا ہوا محسوس کرتا ہے۔

یہ تجاہات بھی اخلاص میں کمی کی ایک نوعیت کی سزا ہوتی ہے، خواہ جب آہ و زاری کرتا ہے تو تجاہات اٹھا اپنے جاتے ہیں۔ اس طرح بندہ جو سن کو روکنے کی فکر نہیں کرتا تو وہی تجاہات و مصائب اور نقصانات بھی اس کے گناہوں کے کردار کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔ مگر یہ تجاہات غور سے تو جان کی فشگی کی ہی سبب بنتی۔ (مرتب)

پیداؤں کا مقصد  
ذکر و فکر کے چاندروں سے عہدیت کی راہ اختیار کرنا

وما علفک لعلک و لعلک لعلک۔ (ہم نے جن دلوں کو عہدیت کے لیے پیدا کیا ہے) ضم خلقی ہے (اب دیکھنا ہے کہ عہدیت کے کیا معنی ہیں؟) عہدیت سے مراد (اللہ کے آئے) دلیل اور حقیقت ہوا ہے، حاصل کام یہ ہے کہ انسان کی پیداؤں کا مقصد اس کی فوری دوست سے (خاتمی) (کبر کے سامنے) مسدودوں اور دینداروں کا اس دنیا میں جو ان کا تیل جانے سے پیش و کثرت کے پیچھے پڑنا عقل سے ہمیر و ہمت ہے۔ فرد کو عہدوں کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے اور بار برداری کی اورش کیے بغیر نہ رہیں۔

حضرت حق تعالیٰ ہم سے طاقتوں کو اس امر پر استقامت نصیب فرمائے۔  
(حکام علیٰ قرینہ بخاری مکتوب ۶۳ دفتر اول)

### توضیح

موجودہ دور میں عہدیت کی گہرے فکر کی لہروں سے حاشا ہوکر، عہدیت اور دین کا مقصد ہی بدل کر رہ گیا ہے، عہدیت کے ذریعہ عہدیت کے رنگ کو محکم کرنے کی بجائے حکومت الایمان قائم کرنے کی جدوجہد کو اصل عہدیت اور دین کا اصل قرار دیا گیا ہے۔ بعض شخصیتوں نے سرمایہ داریت کے خاتمہ معاشی مساوات کے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کو اصل عہدیت اور دین کے اصل نصب العین کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اس طرح اسلام کی عہدیت سے ہم آہنگ اینٹیشن بن کر ہوئی ہے۔ اس طرح کے قصور اسلام سے دین کی سیاسی خدمت کا کام تو ہو سکتا ہے، لیکن اللہ کی عہدیت کی رنگ میں رنگے ہوئے پاکیزہ کردار کے حامل افراد پیدا نہیں ہو سکتے۔ عہدیت کا یہ مقصد اللہ کی عہدیت و اطاعت میں شریعت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلامیات کی عہدیت پر مشتمل تحریک کا نیک نیتان یہ ہوا ہے کہ عہدیت حق کے دینی فہم پر احاد و مجرد ہوا ہے اور اس سے بھادرت کی فضا پیدا ہوئی ہے اور غلبہ اسام کی



بھی بندگی کی "انجلی کی نیت سے ہورہے (غیر نیت کے) وہ بھی وہاں ہے اور تھوڑا سا مساج بھی علم کثیر رکھتا ہے۔ اور پندرہ فضول چروں سے چارے طور پر پر پنا حاصل ہور پر اس زمانہ میں بہت کم ہے، اس لئے عمارت سے بچتا ہے کہ اسے حتی لامکان فضول مہجارت میں داخل ہونے سے بچ جائے اور فضول مہجارت سے (بکھی بکھار) ارتکاب کے بعد ہمیشہ توبہ واستغفار اور استغاثہ ہوتا چاہئے، لیکن سے اس سے بھی وہی نتیجہ پیدا ہو جائے، جو فضول مہجارت سے کلیتہ پر سب سے ہوتا ہے، ایک درویش کا قول ہے کہ مجھے گناہگاروں کا انکار، عبادت گذاروں کی مہرہجہ سے زود عزیز ہے۔ عمارت سے بچنا دوسم کا ہے ایک قسم حقوق اللہ سے فصل کرتی ہے، دوسری قسم بندوں کے حقوق سے۔ دوسری قسم عمارت کی رعایت بہت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کو غنی مطلق اور ابرہہ الراحمین ہے اور بندے فقراء و فقاہ ہیں اور باندات بلیں و کلبہ۔ (اس لئے ان کے حقوق کی ادائیگی ضرور ہونا چاہئے)۔ (ایضاً)

### تشریح

تقویٰ کی حقیقت وہ خشکے والا تھا ہے، جو فرد کے دل اور ذہن پر ہر وقت موجود رہتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، مجھے اپنے ہر عمل کی اللہ کے سامنے جواب دہی کرنی پڑے گی۔ جب یہ خشکے غالب ہوتا ہے تو اس کے نتیجہ میں ہر منکر سے بچنے اور ہر نیک پر عمل کرنے کے بارے میں فرد کی حساسیت میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔ یہی تقویٰ دین کی روش ہے۔ اس تقویٰ کے نتیجہ میں جو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں، وہ یہ شمار ہیں۔ قرآن میں دس بار عبادت پر تقویٰ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی نعمتوں کا ذکر ہے ومن ذلک فضل اللہ یفضل لمن یشاء منہ، یعنی جو تقویٰ اختیار کرتا ہے ہم اس کے کاموں میں آسانی پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن تقویٰ کے اس مقام تک رسائی ذکر اللہ کے عبادوں میں مادی توانائیاں صرف کرنے کے بعد ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ (مرحب)

### بندوں کے حقوق کی عدم ادائیگی اور آخرت کا افلاس

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے جس کسی پر اپنے بھائی کا کسی قسم کا کوئی حق ہو، اس کو چاہئے کہ دنیاوی میں مصافحہ کر لے، اس دن کے آنے سے پہلے کہ اس کے پاس کوئی دینار ہوگا نہ، دوسم، اگر اس کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو اس حق کے مطابق اس سے وہ مل لیا جائے گا، اور اس کے پاس نیکوں۔ ہوں گی تو حق دار کے گناہ لے کر، اس پر لا دے گا جائیگا گے۔ آپ نے ایک بار صحابہ سے فرمایا کہ جانتے ہو مفسس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم میں مفسس وہ ہے، جس کے پاس۔ دوسم ہوں، نہ مال نہ تاج۔ فرمایا نہیں! میری امت کا مفسس وہ ہے، جو قیامت کے دن نماز، روزہ، زکوٰۃ (سب نیک اعمال) لے کر آیا، لیکن اس عباد میں کہ کسی کو کون دے گی، کسی پر نسبت دے گی، کسی کا مال غصب کرے گا، کسی کا خون بہا دے گا، کسی کو زود گوب کیا تھا۔ میں اس کی ساری نیکیوں ان کو دے چاہیگی گی اور جب نیکیاں ختم ہو جائیگی گی تو ان لوگوں کے گناہ لے کر اس پر ڈال دینے چاہیگی گے، پھر اس کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (ایضاً)

### تشریح

افلاس کی یہ سب سے بڑی شکل ہے۔ یہ بیٹھے بٹھائے اپنے اولیٰ صالح کا اور دوسروں کے حوالے کرتا ہے اور اس کے منہ میں ہوں کو اپنے اسد لینا ہے، مگر نسبت دوسروں کی تحقیر و تمسخر، یہ ساری چیزیں یہی ہیں، جو ظالم نفس کے لئے مذلت کا باعث ہیں۔ اس لئے ان چیزوں سے اس کا یہی نہیں ہوتا۔ اللہ کی محبت کی دینی میں چھپنے سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ فرد کے پاس دوسروں کے قصوں میں چھپنے کے لئے وقت نہیں ہوتا، پھر اللہ کی محبت فرد کو دوسروں کے بارے میں شعور حساس بھی نکالتی ہے کہ ہماری ذات سے انہیں اذیت نہیں پہنچتی چاہئے، بد قسمتی سے حق کے دور میں اصل تصوف میں بھی، ذکر اللہ کے عبادوں کی جہنمیں کی کی وجہ

سے لگہ ولبیت کا جہاں ہو گیا ہے، سب یہ ہے کہ ذکر کے قور سے نفس پال نہیں ہوا۔ مرتب)

صوفیائے کرام کی حالت سکر کی باتوں کا  
میری رگہ قاروقیت کے جوش کا سبب بن جاتا

آپ نے لکھا کہ شیخ عبدالحکیم یحییٰ نے کہا ہے کہ: ”حق تعالیٰ عالم الغیب نہیں ہے۔“

مگر وہاں فقیر کو اس قسم کی باتیں سننے کی ہاں ملطقت نہیں (ایسی باتوں سے) میری رگہ قاروقیت سے اختیار جوش میں آجاتی ہے اور تاویل و توجیہ کا موقع نہیں دیتی۔ اس طرح کی باتیں کبیر یحییٰ کی ہوں یا شیخ کبیر شریکی۔ میں تو کام محمد عربیؑ کا کام ہے، نہ کہ محمدی الدین عربیؑ، صدر الدین قونویؑ، اور عبدالرزاق کاشفی کا کام۔ ہم کو جس (قرآن وحدیث) چاہئے، نہ کہ جس (فہمیں الکلم کا کوئی دہ)۔ فتوحات مدنیہ (امدادیہ بیروت) نے ہم کو ”فتوحات مکہ“ (تہذیب شیخ اکبر) سے بے نیاز کر دیا ہے۔ حق تعالیٰ نے خود اپنے کو علم غیب کے ساتھ موصوف کیا ہے اور خود کو عام و غیب فرمایا ہے، لہذا اس سے غیب کی کمی نہ کرنا، بہت سی چیزیں بات ہے یہ حقیقت میں حق تعالیٰ کی (ایک طرح) تکذیب ہے، غیب کے کچھ اور معنی ہیں نہ کرنے سے بھی اس قول کی قیاسیت اور نہیں ہو سکتی۔

منصور نے اگر انا الحق کہا، یا حضرت ہادیؑ بھلائی نے بھلائی کہا، تو وہ اپنے قوس میں غیبی حال کی بنا پر منظور و مطلوب ہیں، لیکن وہ بات جو تم سے روایت کی ہے وہ ”احوال“ سے نہیں ہے، اس کا تعلق علم سے ہے، اس قول میں کوئی عذر مستحسب نہیں، اور یہاں کوئی تاویل قبول نہیں۔ حالت سکر والوں کے کام کی تاویل کی جاتی ہے اور اس کو ظاہر سے سمجھا جاتا ہے، نہ کسی اور کے کام کو، اگر اس کام سے کام داسے کا مقصود یہ ہے کہ غفلت میں اسے سلامت حاصل ہو اور لوگ اس سے غافل ہو

ہوں، تو یہ بات بھی بُری ہے، غفلت کی سلامت حاصل کرنے کے لیے تو اور بہت سے راستے ہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ کوئی اپنے آپ کو سرحد تکریک سے بچائے۔ (اور پھر سلامت مولیٰ لے)۔ (مکتوب ۱۰۰ دفتر اول حامد لاسن کلچیری)

### تشریح

حالت سکر وحالت اشتراق میں صوفی مجبور محض ہوتا ہے۔ اس حالت میں ان کا قول اور ان کا عمل قابل معافی ہوتا ہے۔ حضرت مجدد جس مقام پر قائل ہیں۔ اس مقام کی حامل شخصیت کے لئے شریعت کے تقدس کو قائم رکھنے کے لئے اس طرح کے کلمات کہنے والوں کا اعجاز کرنا، ان کے شایانِ شان ہے، جب کہ ہمارے لئے ناموسی ہی بجز ہے۔ (مرتب)

اصلی باطل کی ریاضتوں کا، خاکروپ کی ریاضتوں کی طرح ہوتا

اصلی باطل نے بہت سی ریاضتیں اور مجاہدے کئے ہیں، لیکن چونکہ وہ سنت کے مطابق نہیں ہیں، اس لیے وہ بے وقعت ہیں۔ اگر انہیں اس شدہ ریاضتوں کا اجر مرتب بھی ہوتا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ دنیا کا بگاڑ بن جاتا ہے۔ کل دنیا ہی کوئی حیثیت رکھتی ہے کہ اس کے قصور سے مصلح کو کام سمجھا جائے۔ ان لوگوں کی مثال خاکروپ کی سی ہے کہ اس کی محنت سب سے زیادہ ہوتی ہے اور اجرت سب سے کم۔ شریعت کے تابع مجاہدے کرنے والوں کی مثال ایسی ہے، جیسا کہ اللہ کے ذریعہ عیسٰی جبریل میں کاربندی کرنے والے، کہ ان کا کام کم اور اجرت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ سنت کے مطابق ایک ساعت کا عمل، ہو سکتا ہے کہ اجر میں ایک لاکھ برس کے نیک عمل کے برابر ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ کو راز ہوتا ہے، جب کہ خلاف شریعت عمل، ناپہنچہ و حق ہے۔ یہی غیر پندگی کی صورت میں غائب کی کیا امید ہو سکتی ہے، بلکہ سزا کا ڈر ہوتا ہے۔ اس حقیقت کی عالم مجاز میں بھی غلبہ موجود ہے، تجویزی کی وجہ سے بات تجویزی





ور اخص کے مطابق ہوتی ہے۔

### تشریح

راہ سلوک میں نفس قوتوں کو حاصل کر کے مافوقی اللہ و رسول کے تابع بنانا اصل مقصود ہوتا ہے اور نفسی قوتوں کو حاصل کرنا، انالیہ پہاڑے کرنے سے مترادف ہے۔ اس راہ میں مستقل مزاجی سے ایک عرصہ تک چلنا پڑتا ہے۔ ایک عارف کے بقول اس راہ میں نفس پرستی کی ہزار ہا عذایاں ملنے کرنی پڑتی ہیں۔ راہ سلوک کے اس سفر سے دین دہانہ کی جملہ سعادتیں وابستہ ہیں۔ اس سفر میں شیخ کی محبت کو بنیادی عمل دہل حاصل ہے، اس کی محبت سے راہ محبت میں پہلے کا ذوق شوق پیدا ہوتا ہے اور حقیقت سے پہچنے رہنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ (مرتب)

فقراء کے دروازے کی خاکروٹی اختیار کرنا، مالداروں کے

یہاں کی صورت نفسی سے بہتر ہوتا

اسے بڑا ہیرو (انسان) جیسا معاملہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔ دو اہم مسائل کی مجلس میں دس سے شریک ہوں یا سبے دلی سے، اگر یہ دلی سے شریک ہوں تو یہ بُرا ہے اگر سبے دلی سے ہوں تو یہ اس سے بُرا ہے، اگر مالداروں سے محبت کا تعلق ہو تو قدر ہے اگر اس سے بغیر محبت کا تعلق ہو تو دلنا والا فرقہ کا مصداق ہے۔ (سنو)

فقراء کے دروازہ کی خاکروٹی، یہاں کے مالداروں کی صورت نفسی سے بہتر ہے۔ آج یہ بات قہاری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ لیکن پہلا فرقہ سمجھ میں آجائے گی اور اس وقت ہمیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ہمیں محمد کے لوہ کی آرزو اور قمارت لباس کی تنہائی اس مصیبت میں گرفتہ کر لیا ہے (یعنی مالداروں سے تعلقات کی راہ پر گامزن کیا ہے) اصلی کام کی فکر کرد اور جو حق تعالیٰ (کے قرب) سے روکے اس کو دشمن سمجھ کر اس سے بھاگو اور پرہیز اختیار کرو۔ *بِإِذْنِ رَبِّكَ تَقُولُوا لَا تَحْمِلُوا أَوْثَارَ الْكَاذِبِينَ* (راہ

خدا سے روکنے والی) قہاری چڑیاں اور قہاری اولاد قہارے دشمن ہیں ان سے پرہیز کرو) یہ قرآنی فیصلہ ہے، مجھے محبت کے حقوق تھے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہمیں نصیحت کی جائے، اب اس پر عمل کرو یا نہ کرو۔ (تجربیں اختیار ہے)۔ (مکتوب ۱۳۴ دفتر اول بام مولانا محمد صدیق بدشتی)

### تشریح

فقراء کی محبت کی اہمیت اس لئے ہے کہ ان کی محبت سے دلی مالداروں سے اشتقاق اور اللہ کی محبت اور اس کی مہدیت کی زندگی اور اس کا سیدہ سعادت حاصل ہوتی ہے، فقراء کا دلی محبوب حقیقی کی محبت سے سرشار ہوتا ہے، ان کی مجلس محبت سے عشق و محبت کا رنگ منتقل ہو کر محکم ہونے لگتا ہے، مگر فرد کی حالت یہ ہوتی ہے کہ محبوب حقیقی کے علاوہ اس کی دوسری کوئی چاہت ہی نہیں ہوتی، اس طرح فقراء کی محبت، فرد افراد کے لئے دنیا بھر کے صائب اور پریشانوں سے نہایت کا درجہ بن جاتی ہے، اس لئے کہ فقراء کی محبت کی برکت سے محبوب حقیقی اس کے لئے بہترین سہارا بن جاتا ہے اور اسے دنیا والی دنیا کے سامنے بھٹکتے بھٹکتے چلا جاتا ہے۔ (مرتب)

اہل دنیا کی محبت کا سحر کا قتل ہونا

فرزند ارشد! اس موضوع دنیا سے خوش نہ ہوں، اور اللہ کے ساتھ تعلق و امان توجہ کے سرمایہ کو چاہوں سے نہ چاہوں دیکھ۔ (فرد کو) اس بات کا کالا رنگ چاہئے کہ وہ کیا چیز فروخت کر رہا ہے اور کیا خرید رہا ہے۔ آخرت کو دنیا کا بدلہ قرار دینا اور حق تعالیٰ سے روزمرہ دانی اعتبار کر کے حقوق میں پھنسی جانا، یہ سب سے بڑی بیوقوفی ہے۔ دنیا اور آخرت کا بیع کرنا، ایک دوسرے کے متضاد ہے۔ ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک ہی کو اختیار کر لو۔ (مکر خوب سمجھ کر) آخرت کا مذاق ابھی ہے، جب کہ سامان دنیا قلیل ہے۔ دنیا اللہ کی غصب کی چیز ہے، اور آخرت اس کی



خود کو آرائش میں ڈالنا ہے۔ طالب کو اپنے آپ کو عمل طوع پر محبوب متعلیٰ کے سپرد کر دینا چاہئے۔ جو کچھ بھی اس کی طرف سے ہو اور جو حالات بھی درپیش ہوں، نہیں بھڑائی، رضامندی کے ساتھ قبول کرنا چاہئے، غلوہ شکایت نہ ہونی چاہئے، یہی فریضہ زندگی ہے۔ (مکتوب ۱۲۹، دفتر اول، بام محمد مصوم کا بلی)

### تشریح

راہ سلوک میں پہلے کے نتیجہ میں نفسی قوتوں کو پامال کرنے کی خاطر محبوب کی طرف سے باطن پر اس کے حواس سے تیز کرتے رہتے ہیں، جس سے طالب ہے جس ہو جاتا ہے، چونکہ نفس کی قوت محبوب سے ہڈی تکسب کے بغیر متصل نہیں ہوتی، اس لئے تہذیب نفس کے لئے یہ ناگزیر ہیں۔ جب تک طالب کی قوتیں در حد تک اصلاح نہیں ہوتی، جب تک طالب کو ان حالات سے گزرنا پڑے گا۔ اس سے فراموش نہیں۔ (مرتب)

بزرگوں کی روحانیت سے فریب میں مبتلا ہونا

دو مکتوب ہے روپے پڑ گئے، پہلے مکتوب میں حصول و میرا بی کی اصلاح تھی اور دوسرے مکتوب میں تنگی دے صاحب کی خیر تھی، امداد، اعتبار، خیر و آفرین حیات کا ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو میرا بی سمجھے، وہ بے حاصل ہے اور جس نے خود کو بے حاصل جانا وہ حاصل ہے۔ تم سے بار بار کہا گیا ہے کہ بزرگوں کی روحانیت اور ان کی حد سے دھوکے میں نہ چڑھنا۔ مطالعہ کی صورتیں اصل میں شیخ کے مخالف ہوتے ہیں کہ وہ مخالف ان کی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ توبہ کے لئے وحدت خیال شرط ہے۔ توبہ کو مستغرق کرنا، نقصان کا موجب ہے۔ پناہ بخدا۔ (یعنی ذکر اور محبوب کے انوار حسن کی تجلیات کے علاوہ بزرگوں کی صورتوں کی طرف توبہ مرکوز ہونا، فرد کے لئے غلوہ کا موجب ہے)۔ (مکتوب ۱۲۹، دفتر اول، بام محمد صادق)

### تشریح

یہ بڑا اہم نکتہ ہے، جو حضرت مجدد نے بیان فرمایا ہے۔ نفس کے خلاف مجاہدوں سے روح کی لطافت، نفس پر غالب آنے لگتی ہے۔ اس سے بعض سالکوں پر بزرگوں کی ارواح اور ان کی صورتیں آشکار ہونے لگتی ہیں۔ اس سے ہمدردی و مودت سالکوں کو ایک بڑا نقصان پہنچتا ہے کہ ان کی توجہ صورتوں و شکلوں کے مناظر کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور ذکر اور اصلاح نفس کے کام کی بجائے وہ اسی کو مقصود سمجھنے لگتے ہیں۔ دوسرا نقصان یہ ہوتا ہے کہ دینی آنے لگتی ہے اور بزرگوں کی روحوں سے رابطہ کو وہ اپنی بزرگی کے ساتھ کے لئے مستحق کرنے لگتے ہیں اور ساتھ بے مودتہ اپنی ان چیزوں کا انکار کر کرتے رہتے ہیں، اس طرح بزرگوں کے خلاف کی شکایت اس کے لئے بڑا محتاج ثابت ہوتی ہے، حالانکہ ان بزرگوں کو انکو خود بھی علم نہیں ہوتا کہ ان کی شکلوں کا کہاں کہاں غلوہ ہو رہا ہے۔ (مرتب)

درویشوں سے بے نیازی کی روش

سرکشی کے علاوہ کچھ بھی نہیں

(درویشوں سے) یہ بے نیازی، سرکشی کے ۳ کچھ بھی نہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ "اے نبی، خستہ ہوا، اے توبہ خاھر شمس" یعنی پہلے اہل اللہ کے سامنے نیاز مند کی کا اظہار ہو، اس کے بعد ان کی طرف سے شکوہ دل کے درست کرنے کی تہذیب ہوگی۔ پس توبہ حاصل کرنے کے لئے طالب کی نیازمندی و عاجزی شرط ہے۔

معنا، آثار (ادلا) ... جو کچھ ہم پر اور تم پر لازم ہے، وہ ہے کتاب وحدت کے مطابق علامہ کی صحت، اس طور پر، جس طور پر طائے اہل حق نے کتاب وحدت سے ان عقائد کو سمجھا اور حد کیا ہے۔ اگر عقائد حائے حق کے فہم کے مطابق نہ ہوں تو ہمارے تہارے سمجھنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے، یوں تو ہر بدعتی اور گمراہ شخص

اپنے احکام کا کتاب و سنت سے ہی خیال کرتا ہے اور وہیں سے اخذ کرتا ہے، حالانکہ اس کا گمان، حق کی شناخت کے لیے کچھ بھی ماننے نہیں۔ (مکتوب ۵۵، دفتر اول بنام حکیم عبد الوہاب)

### تشریح

اس مکتوب میں پہلی چیز درویشوں سے بے نیازی کی روش کو سرشتی تصور قرار دیا گیا ہے، جب جب جاہ و جب مال اور دولت کا بت منظم ہوتا ہے تو اس کی سب سے بڑی سر جوئی ہے، وہ درویشوں کو کم تر سمجھ کر ان کی صحبت کو ناجائز اور وقت کا ضیاع سمجھنے کی صورت میں ہوتا ہے، چونکہ نفس کے بت غلبہ کی ذمیت و مسہدہکر، اس کی پوش سے بچاؤ کی صورت عام طور پر ملائے ربانی اور درویشوں کی صحبت سے ہی پیدا ہوتی ہے، اس لئے درویشوں سے دوری کو بڑی سزا سمجھتا ہے۔ مکتوب میں دوسری چیز جس پر زور دیا گیا ہے، وہ قرآن و سنت کے اپنے جگہ ہونے معلوم سے دستبردار ہو کر، ملائے اہل حق کے معلوم کے مطابق اپنے ذہن کی تقلید کرتا ہے۔ اس لئے کہ کمال و امتداد نفس کے بغیر حق، جس کا یہ قول شدہ ہوتا ہے، جس کے یہ قول شدہ معلوم میں علم کے باوجود وہ صلاحیت موجود نہیں ہوتی کہ وہ قرآن و سنت کی حقیقت اور اس کی روئے کو سمجھ سکے۔ یہ ایسا نکتہ ہے، جسے ہر قسمی سے تکالیف اور ذہانت کے جوابات کی وجہ سے نخر اٹھایا جاتا ہے، اس کی سزا متعلق افراد کو تو حق ہی ہے، لیکن امت کو بھی ملتی ہے کہ وہ اہل علم کی غلط فہمی رہنمائی کی وجہ سے تقسیم کا شمار ہو جاتی ہے اور طلبہ کے دینی فہم سے دوری کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ (مرتب)

جب نفس پر حالت کفر غالب ہو

تو ایمان کی حقیقت کہاں؟

شریعت کی یہ صورت ہے، اور ایک حقیقت، صورت شریعت یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول پر اور مومن خدا پر جو کہ طرف سے شریعت، اسے میں، اب پر

ایمان لانے کے بعد، شرعی احکام بنانا ہے جائیں، نفس امارہ کی سرکشی کے باوجود جو اس کے آفرینش میں رکھی ہوئی ہے۔ اس مقام پر ایمان، صورت ایمان ہے، نماز، صورت نماز ہے اور روزہ، صورت روزہ ہے۔

مارے شرعی احکام کی سبب حیثیت ہے، اس لیے کہ جب نفس کفر و انکار پر ڈٹا ہوا ہے تو پھر ایمان اور اعمال صالحہ کی حقیقت کیسے حضور ہو سکتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ مکمل صورت ایمان و اعمال کو قبول فرما کر، اس جنت میں داخل ہونے کی بھارت دے دی جو اس کا کل رضا ہے۔ (مکتوب ۵۵، دفتر دوم بنام مرزا غلام الدین)

### تشریح

اس مکتوب میں صورت ایمان اور حقیقت ایمان کی وضاحت فرمائی گئی ہے، نفس امارہ جو کفر پر ڈٹا ہوا ہے اور جو جب جاہ اور حرص و ہوس کے بتوں سے سجا ہوا ہے، اس کی موجودگی میں اصلاح کی ظاہری صورت اگرچہ بڑی قوت ہے، تاہم وہ ناکافی ہے، اور حقیقت ایمان کی راہ میں رکاوٹ ہے، حقیقت ایمان وادعی شریعت پر صدقہ دل اور اخلاص کے ساتھ عمل بجا ہونے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ (مرتب)

عبادت پر غور کا

اعمال صالحہ کو نیست و نابود کرتا

پہلی حالت جو آپ نے لکھی ہے (کہ عبادت اور ریاضت کرنے سے غرور اور بالاتری کا احساس پیدا ہوتا ہے) یہ دراصل غیب کی کیفیت ہے اور یہ قسم کامل اور ہمک مرض ہے، جو اعمال صالحہ کو اس طرح نیست و نابود کرتا ہے، جس طرح "مکمل نکرہ کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اور اس بیماری کا بنیادی جب یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنی عبادت، غیرہ اعمال صالحہ کو بہت اچھا اور قیمتی سمجھتا ہے اور اس کا طلاق اس کے بخوشی و اختیار کرتا ہے اور وہ یہ کہ آدمی اپنی نیکیوں کو بزرگی کی نظر

سے دیکھے اور ان کے اندر جو خرابیاں اور بُرائیاں چھپی ہوئی ہیں، ان پر نظر جمائے، پھر وہ محسوس کرے گا کہ اس کے وہ اعمال قابلِ قبول ہی نہیں ہیں اور وہ خود بھی متحیرانہ کی بجائے مردود میں شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ "بہت سے لوگ ہیں کہ وہ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔"

اور ایک حدیث میں ہے۔

"نیکوئی روزہ رکھنے والے ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ ان کے روزہ کا حاصل بھوک پیاس کے سوا کچھ بھی نہیں اور کتنے ہی چیز نگار ہیں، جن کے چہرہ کی حقیقت اور اس کا اہام بے خرابی اور بھاری کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔"

### تشریح

فرد اگر اپنے اعمال اور اپنی عبادت کا خودآزمائی سے جائزہ لے تو اسے محسوس ہوگا کہ اس میں اخلاص، بے نفسی، نصیحت، خشوع و خضوع اور عاجزی کی تو غیر معمولی کمی ہے، نیز اس میں نفسی آزمائش یا سختی و کٹالی کے اثرات غالب ہیں۔ اس طرح کی عبادت و اعمال کے ہوتے ہوئے قبولیت کا شرف حاصل ہو، خواہ یہ یہ خودآزمائی ہی فرد کو دعویٰ دے، فرد کو تکبر بھی بتا دے اور یہ جانے کا موجب بن سکتی ہے، یہ عجب بات ہے کہ نفس، فرد کو تکبر کا راز اور بزرگی کی آڑ میں دعویٰ اور تکبر کی دہراؤں کرنے کا موجب بنتا ہے، یہ تکبر، فرد کے اعمال صاف کو نیست و نابود کرتا ہے۔ یہ تکبر بزرگی کی آڑ میں دعویٰ و تکبر سے بچنے کی مؤثر ترین صورت بھی ہے کہ فرد مسلسل خودآزمائی سے کام لیتا رہے۔ اور اللہ کے بندوں میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ حقیر و سب سے کم قرار دے۔ اگر نفس کے لئے یہ چیز بھاری ہو تو جبر سے نفس سے یہ قرار کرائے اور اسے اس راہ پر لائے، اور نہ تکبر، اہل دنیا کی چابی کا تو موجب بنتا ہے، یہ تکبر کا دل کے لئے بھی دونوں جہانوں میں رسوائی کا ذریعہ بنتا ہے۔ (مرتب)

### عارف کا اپنے اعمال کو سیاہ اعمال سمجھنے کا احساس

کسی کو اس فریب میں مبتلا نہ ہونا چاہیے کہ اس کے اعمال حسدِ فراہی سے خالی ہیں، ذرا بھی خود رنج سے آگروہ دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے اعمالِ حسد میں ساری خرابیاں دیکھ لے گا۔ اور ان میں حسنِ دعویٰ محسوس نہ کرے گا۔ کیسا عجیب اور کہاں کا احساسِ بلا ترقی! بلکہ اپنے ان اعمال کی چھپی ہوئی خرابیاں اور کتابوں کے احساس سے وہ شرمندہ اور دل شکستہ ہوگا اور ابھی چند عبادتِ اس کے اعمال کی قیمت بڑھا دے گی، ان کو قابلِ قبول بنادے گی، اس کی کوشش کریں کہ اپنے اعمال کی چھپی ہوئی خرابیاں اور کتابوں کو دیکھنے اور محسوس کرنے کی عادت پیدا ہو جائے۔ اس کے بغیر کچھ حاصل نہیں۔ اللہ کے جن بندوں کو یہ بات پوری طرح نصیب ہو جاتی ہے، وہ اپنے محسوس کرنے کیلئے اپنے اعمال کی عیب کا لکھنے والا ذاتی طرف کا فرشتہ یا نکلِ معقل اور بے کار بیٹھا ہے اور ان کے جملہ اعمال میں اپنے دل میں بھی نہیں نکلیں۔ اور ان کو یہ بات کہ لکھتا ہے، یا نہیں جانتا کہ فرشتہ بربر کیلئے میں مشغول ہے اور ہر عمل سراسر گناہ ہے اور وہ فرشتہ ہر عمل کو گناہوں کے خزانہ میں لکھ رہا ہے، جب عارف اس سرحد پر پہنچ جاتا ہے تو کیا تاؤ جانتے کہ وہ کرم کی طرف سے اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے۔ یہ علم انجیر سید و سر بلکست (یہاں پہنچنے کے علم کوٹ گیا، آگے کچھ لکھنے کے قابل نہیں رہا) ایسا۔

### تشریح

اس مکتوب میں غصے کے اس بحرِ دلربائی کی واردات کی تلافی فرمائی گئی ہے کہ عبادت و ریاضت کرنے کے باوجود وہ عابد اور بزرگ ہونے کے دعویٰ اور دوسروں کی تحقیر کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، نفس، ذکر و فکر و عبادت کے عبادوں کے ذریعہ فرد اور افراد کو بزرگی کی دعویٰ کی راہ پر بہت فریب کا راز سے لگانے کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔ نفس کے اس فریب سے بچنے کی واحد صورت ذکر و فکر کے

غیر معمولی مجاہد ہے، احتساب نفس اور صحبت اہل اللہ ہے۔ جب طویل عرصہ تک ان تنبیہ چڑوں کا اہتمام ہوتا ہے تو اس کے بعد کہیں چاکر نفس کی حالت میں تغیر برپا ہوتا ہے اور وہ اپنی عبادت اور اپنے اعمال کو اس کاٹل ہی نہیں سمجھتا کہ اللہ جل شانہ کے ہاں کامل قبول ہو سکیں، پھر عارف کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ لرزاں وترساں رہنے لگتا ہے کہ کہیں وہ محبوب کے در سے نکال نہ دیا جائے، اور اس پر یہ احساس غالب ہونے لگتا ہے کہ وہ اپنے قصوروں اور یہ کاری کی وجہ سے محبوب حقیقی کا سب سے زیادہ حجاب کا مستحق ہے۔ اس مقام پر عارف پر اپنی یہ کاری اور اپنے کچھ بھی نہ ہونے کا احساس طاری رہتا ہے۔ راہ سلوک کی اصل، طالب کو اس مقام تک پہنچاتا ہے۔ (مرحب)

بندے کا لائین کا مومن میں مشغول ہونا،

اللہ سے اس کی دوری کی علامت ہونا

ضروریات دین کو چھوڑ کر فضولیات و زوائد میں مشغول ہونا، اپنی عمر کو لائین وغیر ضروری کاموں میں صرف کرتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے، "بندے کا لائین وغیر ضروری کاموں میں مشغول ہونا، اللہ تعالیٰ سے دوری کی علامت ہے۔" اگر بحث امت ضروریات دین اور اصول شریعت سے ہوتی، جیسا کہ شیعہ گمان کرتے ہیں تو ضروریات تو کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کتاب مجید میں قلیفہ کا قیام و تقرر فرمایا، اور حضرت پیغمبر ﷺ بھی خلافت کا عزم کسی یکے کے متعلق صریح فرماتے اور کسی کو تصریح کے ساتھ قلیفہ بنا دیتے۔ چونکہ کتاب و سنت میں اس امر کا اہتمام، مفہوم نہیں ہے، اس لیے معلوم ہوا کہ بحث امت غیر ضروری و زائد بحث ہے، جو اصول دین سے نہیں ہے۔ کوئی فضولی ہی ہوگا، جو فضولیت و زائد نہ میں مشغول رہے۔ دین کی اپنی ضروریات سامنے ہیں کہ غیر ضروری باتوں کی لوبت ہی نہیں۔ سکتی۔ (کتاب ۲۰، فقرہ دوم بنام محمد تقی)

## تشریح

تہذیب نفس اور تزکیہ نفس کا کام دین کے سارے کاموں میں سب سے مقدم کام ہے، لیکن عام طور پر حالت یہ ہے کہ فرد و افراد تزکیہ نفس کی فکر کی بجائے بے شمار جلاویز و غیر ضروری مسائل میں وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔ یہ غیر معمولی مسائل زندگی کا ہدف بن گئے ہیں، افراد و مشرکہ کی عام طور پر جو حالت ہے وہ یہ ہے کہ جو چیزیں تہذیب نفس سے تعلق رکھتی ہیں اور جن سے ان کی نجات وابستہ ہے، ان سے تو دلچسپی نہیں ہوتی، جب کہ ان کے علاوہ دنیا بھر کے لائینی مسائل کے لئے وقت موجود ہوتا ہے۔

جب فرد و افراد پر نفس کی قوت غالب ہوتی ہے تو اس طرح کی کیفیت قہور پڑے ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائے۔ (مرحب)

جو چیز مقصود ہوتی ہے، وہی مقصود ہوتی ہے

مشابہ طریقہ قدس اللہ اسرار کے یہاں جو یہ عقول ہے "ہرچ مقصود است مقصود است" یعنی جو چیز مقصود ہے، وہی چیز مقصود ہے، اس کے کیا معنی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی شخص کا مقصود وہ شے ہوتی ہے، جس کی طرف وہ (ہر حق) متوجہ ہوتا ہے اور جب تک جان میں جان رہتی ہے، اس مقصود کے حاصل کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا۔ ہر قسم کی ذلت و انکساری جو اس مقصود کے حاصل کرنے میں پیش آئے، اس کو برداشت کرتا ہے، سستی نہیں دیتا ہے اور عبادت کا عزم بھی نہیں ہے، کیونکہ عبادت انتہائی ذلت کا اظہار ہوتی ہے، لہذا کسی چیز کا مقصود ہونا، اس شے کے مقصود ہونا ہوتا۔ جیسا غیر اللہ کی معبودیت کی لگی اس وقت حقیقت ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی مقصود باقی نہ رہے اور اس کی مراد سوائے حق تعالیٰ کے اور کوئی چیز نہ ہو۔ (کتاب ۳۰، سیر بنام میر محبوب اللہ)

یہ حقیقت ہے کہ جو چیز مقصود ہوتی ہے، فرد اس میں جان بچاتا ہے، اپنی ساری توانائیوں میں صرف کردیتا ہے، اس چیز کا جنونی اس پر سوار ہوتا ہے، اس کی ساری قمری سس اس کے لئے ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے دیکھ جائے تو موجودہ دور میں فرد کی بنی اکثریت کا مقصود مادی زندگی ہی آسانئیں بن گئی ہے۔ ساری جدوجہد، تو نایاب کا کاف سیک جی بن کر رہ گئی ہے۔ چنانچہ یہی مقصود پھر معیوب کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اللہ کی عبادت مقصود کی صورت ہی وقت اختیار کر گئی ہے، جب میر کی گئی کرے، بیشتر جدوجہد میریت کے رنگ کو مقصود کرنے کے لئے کی جائے، اس مکتوب میں اس کی بجز طور پر توضیح فرمائی گئی ہے۔ (مرحب)

ایہاد اور مقررین کی عبادت

میں فرق

ہاں جب یہ محبت جس کو ذاتی محبت سے تعبیر کیا جاتا ہے، حاصل ہو جاتی ہے تو محبت کے نزدیک محبوب کی طرف سے انعام اور رنج و اہم کا ہونا یکساں ہو جاتا ہے اور وہ مادی عبادت خاص ہی کے لئے کرتا ہے، اپنے نفس کے لئے نہیں کرتا، یعنی وہ انعام طلب کرنے اور اپنے آپ کو رنج و اہم سے بچانے کے لئے عبادت نہیں کرتا، کیونکہ اس کی نظر میں یہ دونوں چیزیں برابر ہیں اور یہ مرتبہ مقررین کے لئے مخصوص ہے، کیونکہ ایہاد ذاتی محبت کی عبادت سے بہرہ ور نہ ہونے کے باعث حق سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت خوف اور طمع کے لئے کرتے ہیں اور یہ دونوں (یعنی خوف و طمع) ان کے اپنے نفس کی طرف راجع ہیں، یہی لاکھال ایہاد کی نیکیوں، مقررین کی نسبت سے بر نیاب ہیں، لہذا بر نیاب کی نیکیوں تک حد سے بر نیاب ہیں اور ایک لحاظ سے نیکیاں، و مقررین کی نیکیاں خاص اور محض نیکیاں ہیں۔

دوسرے مقررین میں سے بعض وہ ہیں، جو بلا کی حالت میں آئے اور عالم

اسباب میں آئے کے بعد بھی ان کی عبادت میں خوف اور طمع کا لگہ ہوتا ہے، لیکن ان کا خوف اور طمع ان کے اپنے نفس کی طرف راجع نہیں ہوتا، بلکہ ان کی عبادت میں حق تعالیٰ کی رضامندی کی طمع اور اس کی شان عظمت کا خوف شامل ہوتا ہے، حق سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت اس کی رضامندی کی طمع اور اس کے غضب و عتاب سے ڈرتے ہوئے کرتے ہیں۔

اور اسی طرح وہ جنگ جنت اس لئے طلب کرتے ہیں کہ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضامندی و خوشنودی کا مقام ہے، نہ کہ اپنے نفس کی لذت کے لئے۔ اور وہ دور رخ سے اس لئے پناہ لگتے ہیں کہ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے غضب و عتاب کی جگہ ہے، نہ کہ اپنے نفس سے اس کے رنج و اہم کو دور کرے، بلکہ یہ کار اپنے نفس کی لذت سے آزاد ہو چکے ہیں اور محض حق سبحانہ و تعالیٰ ہی کے لئے محسوس ہو گئے ہیں اور مقررین کے مرتبہ میں یہ مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے۔ اور اس مرتبہ والے بزرگ کو مرحومہ و لاجت خاصہ کے حصول کے بعد مقام نبوت کے کلمات میں سے ہمارا حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص عالم اسباب کی طرف لڑل نہیں کرتا، وہ مکتوب لہال ایہاد میں سے ہے۔ (مکتوب ۲۳، دفتر اول)

تشریح

اس مکتوب میں ایہاد اور مقررین کی نیکیوں میں فرق کی جو بات فرمائی گئی ہے وہ بہت اہم ہے، مقررین کا نفس کے سارے مقاصد طے کر کے قرب کے جس مقام پر فائز ہوتے ہیں، ایہاد اس مقام سے آشنا نہیں ہوتے، ایہاد معرفت نفس کے مراحل سے نہ گذرنے کی وجہ سے نفس کی واردات اور اس کے مکر و فریب کی گہرائیوں کے فہم سے محروم ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے نیکیکاری کے باوجود بہت ساری بھٹی بنا رہاں سے پناہ کے سلسلہ میں وہ ناکام رہتے ہیں۔

اللہ سے ذاتی محبت کے نتیجہ میں مقررین عرصہ تک اللہ کی خود زن ہو کر، نفس کے خلاف صبر کر آرائی میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ کے انوار حسن کی مسلسل

شعاعوں سے ان کے قلب کا آئینہ صاف شفاف ہو جاتا ہے اور اس میں نفسی قوتوں کی معمولی معمولی تیزش بھی صاف طور پر دکھائی دیتی ہے، جس کی وجہ سے وہ فوراً متنبہ ہو کر توجہ سنبھالتے ہیں، جب کہ اگر کوئی یہ سعادت حاصل نہیں سکتی۔ موجد ۱۰۰۰ ہجری کے خلیفہ کے دور میں ہر سہ گروہ میں شامل ہوا بھی بجائے خود بڑی سعادت کی بات ہے، تاہم اہل دار و مقررین کے درمیان فرق کی نوعیت کو سمجھنا چاہئے کہ مقررین کا گروہ عرصہ تک محبوب کی جلالی صفات کے عکس کے ذریعہ روزانہ مرتب ہے، پھر زندہ ہو کر پھر موت کا ظہار ہوتا رہتا ہے، جب پردہ میں سال کے مسلسل اس جلالی عمل سے ان کے نفس کی قابل ذکر حد تک اصلاح ہو جاتی ہے تو اس کے بعد کہیں جا کر انہیں جلالی تجلیات کے ذریعہ آئے دن کی موت کی حالت سے چٹن خلاص ملتی ہے، اس طرح مقررین، قیامت خیز حالات سے گذر کر نفس کو بڑی حد تک مہذب بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں، جب کہ اہل دار کو ان مراحل سے گزرنا نصیب نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے وہ روز مرہ زندگی میں نفس کی حیرت انگیز قوتوں سے آشنا نہیں ہو پاتے، تاہم وہ اپنے علم کی حد تک تنگی کے لئے کوشاں ہوتے ہیں، جو اس دور میں بجائے خود بڑی سعادت کی بات ہے۔ (مرتب)

### دینی علم کی اہمیت

معتبر آدمیوں نے جان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کو ان کے عرصہ مجاہدہ کرتے ہیں اور زمین بوی پر بھی کھائے نہیں کرتے، اس فعل کی برائی آپاب سے بھی زیادہ ظاہر ہے، آپ ان کو متح کرین اور متح کرنے میں تاکید سے کام لیں۔ اس قسم کے اعمال سے پرہیز کرنا، ہر شخص کے لئے ضروری ہے، خاص طور پر جو شخص لوگوں کا پیشوا و مقتدا بنا ہوا ہو، اس کو اس قسم کے افعال سے پرہیز کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ اس کے وہ اس کے اعمال کی عادی کریں گے اور مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔

اور نیز اس جماعت کے علوم، احوال کے علوم ہیں۔ اور احوال، اعمال کے

تجلیے و شرات ہیں، اور احوال کے علوم سے ورثہ ہی شخص کو ملتا ہے، جس نے اپنے اعمال کو درست کیا ہو اور ان کا حق ادا کرنے پر قائم رہا ہو۔ اور اعمال کی درستی اس وقت حاصل ہوتی ہے، جبکہ فرد اعمال کو سمجھائے اور ہر عمل کی کیفیت کو چاہے، اور وہ شرعی احکام یعنی نماز روزہ اور باقی فرائض، معاملات و تاج و حقوق و خرید و فروخت اور ہر اس چیز کا علم ہے، جس کو حق سمجھنا نہ دھائی لئے اس پر واجب کیا ہے اور اس کو اس کی طرف دعوت دی ہے، اور یہ علوم محنت سے حاصل ہوتے ہیں، ان کو نکلنے بغیر کسی شخص کو بھی چارہ کار نہیں ہے۔

محمدؐ و چاندوں کے درمیان ہے، ایک مجاہدہ علم کے حاصل ہونے سے پہلے اس کی طلب کی صورت میں میں جاتا ہے اور دوسرا مجاہدہ علم حاصل ہونے کے بعد اس کے استعمال یعنی اس پر عمل کرنے کی صورت میں جاتا ہے۔ جس طرح آپؐ کی مہارت مجلس میں تحوف کی تہا، میں سے کچھ بیان ہوتا رہتا ہے، یہی طرح لفظ کی تہا میں سے کچھ بیان ہوتا رہتا ہے، اور لفظ کی تہا میں غاری میں بہت ہیں، مظاہر محمود غانی، محمدؐ الاسلام و کفر غازی، جبکہ اگر تفصیل کی کتابوں میں سے جان نہ بھی ہو تو کچھ مفاد نہیں، کیونکہ وہ چیزیں احوال سے تفصیل رکھتی ہیں اور بیان کرنے میں نہیں آتیں اور لفظ کی کتابوں میں سے بیان نہ ہونے میں نقصان کا احتمال ہے، حدیث تفکر کیا کی جائے "القلیل یصل علی الکثیر" (تھوڑی بات کثیر پر دلالت کرتی ہے)۔ (مکتوب ۲۹، دفتر اول)

### تشریح

اس مکتوب میں علم کی دو حیثیتیں بیان فرمائی گئی ہیں، ایک یہ کہ شریعت کا ظاہری علم حاصل کیا جائے، تاکہ زندگی بھر کے معاملات میں اسلامی شریعت کے احکامات کا علم حاصل ہو سکے۔

اگر اس علم سے جہالت ہوگی تو عمل کس طرح ہوگا۔ عمل کے لئے علم کا ہونا ضروری ہے۔ علم کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ عمل کی قوت و استعداد پیدا ہو اور نفس



سے شرعی حقائق، بولانے کی صلاحیت پیدا ہو، ملوک و صوف کی ریاضتوں کا قصد  
یکہ ہے۔ مرتب)

### عشق و محبت کا،

#### مقام عہدیت کا ذریعہ ہونا

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چنگیز حق تعالیٰ کی  
مقدس دیگاہ کے حوالے سے بات کرنے کی مجال نہیں ہے، اس لئے ہم اپنی ہندگی  
کے مقام اور ذلت و عاجزی کے بارے میں بات کرتے ہیں کہ انسان کے پیدا ہونے  
سے مقصود ہندگی کے معمولات، بپا، تہا، اور اگر ابتدا اور درمیان میں کسی کو عشق  
و محبت دیا گیا ہے تو اس سے مقصود حق تعالیٰ کے سوا سب سے فرو کا قطع تعلق کرنا  
ہے۔ عشق و محبت بھی اصل مقاصد میں سے نہیں ہے، بلکہ عشق و محبت عہدیت (ہندگی)  
کا مقام حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں، انسان حق تعالیٰ شہ۔ کا بندہ اسی وقت بناتا ہے یہ  
عشق و محبت اللہ کے سوا ساری چیزوں سے (کلیں) رشک متعلق کرنے کا ذریعہ ہیں۔  
اور کچھ نہیں، جبکہ ماسوی اللہ کی گرفتاری ہندگی سے پوری طرح آزادی حاصل  
ہوجائے لہذا ولایت کے مراتب کا آخری مرتبہ مقام عہدیت ہے، ولایت کے  
درجات میں مقام عہدیت سے اوپر کوئی مقام نہیں ہے، اس مقام میں بندہ اپنے مولا  
کے ساتھ اپنے لئے اس کے سوا اور کوئی چاہت نہیں رکھتا کہ بندہ کی چاہ سے  
جینے کا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی چاہ سے دلت و صلا کے تہار سے عمل  
مستقل دسے غلامی ہے اس سے مقصود یہ بات ضرور نہیں ہے کہ فراموشی الہی ات کو حق  
تعالیٰ میں شہ کی ذات کے ساتھ اور الہی صفات کو اس کی صفات کے ساتھ اور  
اپنے افعال کو اس کے افعال کے ساتھ مشعل محسوس کرے، اللہ کی معرفت کا نفس کہنا  
دیوہ منسوب است ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ تو اس سے بھی زیادہ پاک ہے، حق سبحانہ  
و تعالیٰ کو خالق اور مہینے آپ کو مخلوق چاہتا ہے، اس سے زیادہ کچھ کہنے کی جرأت  
نہیں۔ (دفعہ اول مکتوب ۳۰)

### تشریح

اس مکتوب میں یہ اہم بحث بیان فرمایا گیا ہے کہ اگرچہ عشق و محبت کی غیر معمولی  
اہمیت ہے۔ قرب کے مقاصد کا تعلق عشق و محبت سے ہے۔ فرد، اللہ کی محبت  
میں جس چیز رفتاری سے چلے گا، فائدے نفس کا سراسر اسی رفتار سے جلد ملے ہوگا، لیکن  
عشق سے اصل مقصود عہدیت کے مقام پر فائز ہونا ہے کہ اللہ کی شہ معرفت کے مقاصد  
میں اپنی حقیت کو آخری حد تک فکرا کرنا ہے۔ مقام عہدیت ہی وہ اصل مقصود ہے، کہ  
راہ محبت و راہ ملوک کے ذریعہ جس تک رسائی حاصل کرتی ہے۔

اللہ، شان عظمت و شان جلال کی حامل ذاتی ہے، جبکہ کہ بندہ کی حیثیت  
ہندگی کے آخری حد تک۔ داب بپا، تہا کے باوجود اپنی ہندگی کے نگر کا اعتراف  
کرتا ہے۔ بندہ کا کمال، مقام عہدیت پر فائز ہو کر، مولا کے عشقی کے سامنے جہ  
وقت آپ ہندگی بپا، تہا سے زیادہ اور کوئی نہیں۔ عشق و محبت اس سر کا سب سے  
حوثر ذریعہ ہے۔ بعض برہمنوں نے عشق و محبت کو سب سے زیادہ سمجھ دیا ہے۔ یہ  
اہمیت اس لئے ہے کہ محبوب عشقی سے عشق کے بغیر عہدیت کے سلسلے سے آشنائی ہونا  
اور عہدیت کے آداب بپا، تہا کی مستحق کا پیدا ہونا ممکن نہیں ہے کہ چاہ سکتا ہے کہ  
عہدیت کے مقام کا حصول اگرچہ اصل مقصود ہے، لیکن چونکہ یہ مقصد عشق و محبت کے  
ذریعہ ہی حاصل ہوتا ہے، اس لئے ایک اعتبار سے عشق و محبت بھی مقصود ہی کے درجہ  
میں شامل ہے۔ اس لئے بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر انبیاء کرام کی ہشت کے  
مقصد کو منظر آجین کیا جائے تو یہ کہ چاہ سکتا ہے کہ معرفت میں محبوب عشقی سے موجود  
محبت کے عہدیت سے گھر کا داخل اور ختم و تربیت کے ادارے (دادیتے ہیں، انہیں  
بیدار کر کے اللہ کی اطاعت کے ذریعہ نہیں ارتقائی صورت دی جائے۔ مرتب)

چکھو گا کہ درجہات کے بارے میں

کوئی سادہ دلی فرد یہ گمان نہ کرے کہ معرفت میں تو عام دماغ مبتدی و جہلی

سب برابر ہیں (تو بحر عام وغیرہ کے درمیان فرق ہی کیا ہے) ہم (اس کے جواب میں) کہتے ہیں کہ اس (سادہ دل) نے علم اور معرفت میں امتیاز نہیں کیا ہے۔ امتدی کو محض معرفت کا علم ہے، جب کہ حقیقی کو اس کی معرفت حاصل ہے، معرفت، تا کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور یہ دولت قافی فی اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔

ننگس راجا غرور و ادا نیست رو در بارگاه کبریا

(ترجمہ) جب تک انسان کو ش حاصل ہوگی۔

پائے کیگر بارگاہ کبریا

ہر جب معرفت، علم کے علاوہ ہوتی تو چاہتا چاہئے کہ مشہور دانش کے سوا ایک اور چھ ہے، جس کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کو دار تک مہیلا بھی کہتے ہیں۔ شعر

فرد صفا این ہمہ آخر بہرہ نیست ہم ہرہ فریب و حدیث عجیب بہت

(ترجمہ) حافظ جو کہ رہا ہے وہ بیچارہ تو جس یہ بات جس فریب بھی ہے اور عجیب بھی۔ مشوری

اتصال ہے تکلیف ہے نکاح بہت دپ اللہ پا چاہا تانی

نیک کلم تانی را نشان نہ تانی غیر از جان جان آخاں نہ

(ترجمہ) حق سے انسان کا جہ ہے اتصال عقل و کیفیت میں کیگر آئے گا؟

یہ ہے بات انسان کی حیوان کی نہیں چاہا جان کا نہیں ہے انسان آشا۔

تا کے بھی مئے مختلف ہیں، اس سے متوجہ نہ کیجی حق توں کی معرفت میں یک دوسرے پر بصیرت حاصل ہوئی، جس شخص کی تا کاں ترین ہوئی، اس کی معرفت بھی کامل ترین ہوگی اور جس کی تا کم دوسرے کی ہوگی، اس کی معرفت بھی کم درجہ کی ہوگی۔ مل بد التیسی۔

ہمارا انداز دت کہں تکلیف تھی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ میں اپنی بے حاصل و نامرادی، بے استقامتی اور بے ثباتی کی نسبت کچھ لکھتا اور دوستوں سے مدد طلب

کرتا۔ مجھے اس قسم کی باتوں سے کیا سہاوت۔

تا کہ رخصت چہ دست جنیں چہ خیردار او چیں و جنیں

(ترجمہ) جبکہ واقف نہیں ہے خود سے جین بھر دو کیا جانے چنان و جنیں۔

لیکن چند پانچ بہت اور ذاتی خصلت اجازت نہیں دیتی کہ انسان پست ذہنیت کی چیز اور اور ذاتی سرمایہ کی طرف اتر آئے اور ان کی طرف توجہ کرے، اگر کہ ہے تو اسی (حق تعالیٰ) کے پاس سے ہی ملے کہ ہے، اگر کہ نہیں کہ ہے اور اگر فرد خوش کرے تو ہی کو بخشا کرے، اگر کہ کچھ نہیں پتا ہے، مگر کچھ "در" رکھتا ہے تو ہی کی رہتا ہے، اگر کہ کچھ نہیں رکھتا ہے، اور "در" داخل ہے تو اسی کے ساتھ داخل ہے اگر کہ (یہ داخل ہوتا) بے حاصل ہے۔ (دفتر اول مکتوب ۳۸)

### تشریح

اصل معرفت تو قافی فی اللہ اور بلا اللہ کے حامل صوفی کو حاصل ہوتی ہے۔ امتدی معرفت تو نہایت تک سے "ش" ہوتا ہے، یعنی صوفی کو جب معرفت حاصل ہوتی ہے تو اس وقت اس کی حالت وہی ہوتی ہے، جس کا مظاہرہ مکتوب کے آخری حصہ میں ہوا کہ سالک عاجز ہو کر رہ جاتا ہے، سارے کاموں اور ساری توانائیم کے استیصال کے باوجود وہ اللہ کی شان عظمت کی معرفت سے کاسر ہوتا ہے۔ وصول کی ساری کوششوں کے باوجود وصول الی اللہ کو اپنے سے دور، بہت دور محسوس پاتا ہے، معرفت کی ساری باتیں جہاں کرنے کے باوجود وہ کہتا ہے کہ کچھ بھی تو بیان نہیں ہوا۔ اللہ کی ذات اقدس اس سے بلند اور بہت زیادہ بلند ہے۔ (مرتب)

روح کی ترقی کا نفس کی مخالفت

سے وابستہ ہوتا

چاہتا چاہئے کہ نفس کے مطیع ہو جانے کے باوجود اس کی منفیت کے باقی رکھنے میں بہت سے خاکے اور مساعی ہیں، اگر نفس کو اس کی اپنی مقادیر



کوئی شریعہ موجود نہ ہو تو حق دہاگل کے درمیان امتیاز چینی طور پر مشکل ہوتا ہے، کیونکہ لہم کا تعلق جس سے ہے، لیکن عہد تبار کی صورت میں وہی کی ولایت میں کوئی کی واقع نہیں ہوتی، اس لئے کہ شریعت (کے احکام) کی بنیاد آوری اور نبی کی ہر وہی دروہ چہا میں صلاح و نہایت کی ضامن ہے اور جن امور کے بارے میں شریعت نے سکوت اختیار کیا ہے، وہ شریعت سے راند میں درسم زمانہ معاملات نے اس دار میں ہیں۔ (دفتر اوس مکتوب ۱۰۷)

### تشریح

کشف کی حیثیت یہ ہے کہ اس میں شیطانیت اثناء کے امکانات پوری طرح موجود ہیں، اس کشف کو اتنی اہمیت دینا کہ چھپے دور کے پیشتر بزرگوں اور ان کے مریدوں کی طرف سے اسے بزرگی کے معیار کے طور پر پیش کرنا، اور طالبوں کی اسی بنیاد پر ذہن سازی کرنا، راہ سلوک و راہ محبت کے اہداف کو تبدیل کرنے کے مترادف ہے، اس کا ایک نیا نقصان جو ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ طالب زندگی بھر اس حسرت میں رہتا ہے کہ بزرگ سے دانستگی کے باوجود اسے تو کشف اور دوسری دنیا کے مشاہدے ہی حاصل نہیں ہو سکے۔ اس کو وہ اپنی سب سے بڑی غرور تکلف لگتا ہے۔ طالبوں کی اس اذیت و نقصانی سے بچنے کو پیش نظر رکھ کر، یہ کہنا ہی ہوگا کہ کشف اور بھڑ خوں کی حقیقی اہل اللہ کے ہاں کوئی بہت نہیں، اس دیکھنے کی چیز یہ ہوتی ہے کہ طالب کی زندگی میں اسلامی اقدار سے بنیادی تغیر واقع ہو ہے یا نہیں، اگر ہوا ہے تو یہ چیز بزرگ کشف پر بھاری ہے۔ (مرتب)

### کشف میں قوت متقلد کا کردار

جاننا چاہئے کہ کشف کا واقع ہونا، محض اکتائے شیطانیت ہی کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ کئی اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شبلی قوت، لفظ احکام کی ایک صورت پیدا کر لیتی ہے جس میں شیطان کا کوئی دخل نہیں ہوتا، اسی قسم میں یہ بھی شامل ہے کہ بعض

لوگوں کو خواب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوتی ہے اور وہ آپ سے بعض احکام اخذ کر لیتے ہیں، جو حقیقت میں شری احکام کے خلاف ہوتے ہیں، ایسی صورت میں اکتائے شیطانیت صورت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ علما کرام کا مختلف فیہ ہے کہ شیطان، حضرت محمد ﷺ کی شکل میں کسی طرح بھی نہ بر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس صورت میں یہ خیالی قوت ہی ہوتی ہے، جو اس صورت میں ظہر ہوتی ہے کہ وہ غیر واقع کو واقع تصور کر لیتی ہے اور کچھ نہیں ہے۔ (دفتر اوس مکتوب ۱۰۷)

### تشریح

کشف میں خیالی قوت کو بھی محل دہا گل ہوتا ہے، مثال کے طور پر ایک حوض صوفی شیعہ خواہشمند ہے کہ اسے بزرگوں کی طرف سے عذت مل جائے، یہ فکر اس پر غالب ہے، اس خیالی قوت کو وہ کشف یا خواب میں اس طرح دیکھتا ہے کہ بڑے بڑے بزرگوں کی دروہوں سے اس کی ملاقات و زیارت ہوتی ہے، وہ تحریری صورت میں اسے خلافت دے دے رہے ہیں۔ یہ قوت تمکید کے اثرات دہا گل ہیں، ادھر یہ حوض صوفی بہت شادمان و فرحان ہے اور اپنی ہر مجلس میں بزرگوں کی طرف سے دلی گل خلافت کا چرچا کر رہا ہوتا ہے، اس چیز کے قوت تمکید نہ ہونے کا اظہار اس وقت ہوتا، جب یہ حوض صوفی حسب عہد و حسب حالی سے پوری طرح محفوظ ہوتا اور اس خلافت پر شادمان و فرحان ہو کر، اسے عقیدوں و مریدوں کی تعداد میں اضافہ کا ذریعہ نہ بناتا۔ (مرتب)

### تخلو اذ غلق اللہ کی تشریح

واضح ہو کہ "تخلو اذ غلق اللہ" کے معنی جو دل سے ہیں، وہ یہ ہیں کہ ایسا، کو ایسی صفات حاصل ہو جائیں، جو حق تعالیٰ کی صفات سے مناسبت رکھتی ہوں، لیکن وہ مناسبت صرف اسم اور عام صفات میں مشارکت ہو سکتی ہے خواص معانی میں مناسبت نہیں ہو سکتی کہ وہ اس میں محال ہے اور اس میں حقائق کا تغیر

بہارِ نازم آتا ہے۔

نویسہم پارسا قدس سرہ **مخلصوا باخلاقی اللہ** کے مقام کی تحقیق کے بیان میں فرماتے ہیں کہ (حق سبحانہ و تعالیٰ) کی ایک صفت ملک (بادشاہ) ہے اور ملک کے معنی پرچہ میں تصرف کرنے والے کے ہیں، جب راجہ حق کا سالک اپنے نفس پر قابو پاتا ہے اور اسے مطلوب کر لیتا ہے تو وہ ملک کی اس صفت کا مستوجب رکھنے والا کہلاتا ہے اور ایک صفت سچا ہے اور سچ کے معنی سننے والے کے ہیں، جب راجہ حق کا سالک ہر شخص کی نیک باتیں طبیعت کی قربانی کے بغیر سن کر قبول کر رہا ہے اور فیجی امور وحقان کو دوسرے کا دوس سے منہا ہے تو وہ اس صفت (سچ) سے مستوجب رکھنے والا کہلاتا ہے اور ایک صفت بصیر ہے اور بصیر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں، جب سالک کی بصیرت (دل کی آگ) روشن ہو جاتی ہے تو وہ اپنے سارے میوں کو نور فراغت سے دیکھنے لگتا ہے اس وقت دوسروں کو کمال درجہ پر پا کر سب کو اپنے سے بہتر دیکھتا ہے اور اس کا اپنے آپ کو دوسروں سے حقیر تو دیکھنا اسے حق تعالیٰ کا منظور نظر بناتا ہے، یہ نیک ملک کہ وہ جو کچھ کرتا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کا پسندیدہ کام ہوتا ہے تو اس وقت وہ اس صفت بصیر سے مستوجب رکھنے والا کہلاتا ہے اور حق تعالیٰ کی ایک صفت مہی ہے، مہی کے معنی زندہ کرنے والے کے ہیں۔ جب سالک ترک شدہ صفت کو زندہ اور قائم کرتا ہے تو وہ اس صفت مہی سے مستوجب رکھنے والا کہتا ہے اس کا اور حق تعالیٰ کی ایک صفت صمیمہ ہے، یعنی مارنے والا۔ جب سالک ان بات سے جو لوگ اس صفت کو ترک کر کے اختیار کر رہے ہیں، ان کے خلاف آواز بلند کرتا اور ان کی روک تھام کے لئے کوشش ہوتا ہے تو وہ اس صفت صمیمہ سے مستوجب رکھنے والا ہوتا ہے۔ علی ہذا حقیقتیں۔ (مکتوب ۷۰، دفتر اول)

### تشریح

کثرت ذکر فکر کے دور سے جب نفس کی صفات میں تغیر واقع ہوتا ہے اور صہنہ اللہ (اللہ کا رنگ) غالب ہونے لگتا ہے تو بندہ میں اللہ کی بعض صفات کا عکس

آتا ہے، مثلہ رحم ہے تو بندہ کو رحم کی اس صفت میں سے کچھ حصہ ملنے لگتا ہے۔ اللہ صابر ہے تو بندہ میں صبر و جوت برداشت کی صفات آ جاتی ہے، اللہ مدد کرنے والا ہے تو بندہ بھی اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کی توفیق کی مدد کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔ مخلصوا باخلاقی اللہ کی یہ استعداد کثرت ذکر کے دور کے بغیر پیدا ہو سکے، لیکن نہیں۔ اہل اللہ کو اس کا دافر حصہ ملنے لگتا ہے، یہ اوصاف پلندہ ہی اہل اللہ کے صفات کو بلند کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ (مکتوب ۷۰)

فقیریوں کے لباس میں

دنیا طلبی کی خدمت

فقیریوں کے لباس میں وہ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی (پسندیدہ دنیا) کی حائل آہنجو میں لگے رہتا، بہت ہی بڑی بات ہے۔

تجب ہے کہ یہ نہی چیز تمہیں کیسے بھی معلوم ہونے لگی ہے۔ دنیاوی ضروریات کے حصول کے لئے ضرورت کے مطابق ہی کوشش کرنی چاہئے، ساری عمر ان کاموں میں مصروف رہتا اور فیجی زندگی کو اسی دنیا پر ضائع کرتا، محض بے فوٹی ہے، چند روزہ زندگی کی صہت کو تہیت چاہیں۔ ہزار افسوس، اس شخص پر، جو بے فائدہ کاموں میں وقت ضائع کرے۔ آگاہ کر دینا شرہ ہے۔ باطنی الرسول الا ابلاغ۔ کا صدمہ صرف پہنچا رہا ہے، لوگوں کے (نہا) کہنے سے شغل نہ ہوں۔ وہ باتیں جو آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اگر آپ میں نہیں ہیں تو کوئی نہیں۔ سختی بڑی خوش فہمی کی بات ہے کہ لوگ اس کو نہا جانیں، بلکہ وہ حقیقت میں نیک ہیں، اگر معاملہ اس کے برعکس ہو تو خسارہ کی بات ہے۔ (مکتوب ۱۵۰، دفتر اول)

### تشریح

دنیا کی حسرت میں رہتا، اپنی ساری توانائیاں دولت کے حصول میں صرف

کہتا ہے تو خدا عظیم ہے ہی، جس فطرتی کے ہاں میں یہ کی جست کا ہونا اور  
درویشی کی روپ میں دوست جمع کرے کی کاوش کا ہونا۔ یہ تو اس سے زیادہ بڑا  
ہے۔ اللہ نے زندگی کی جو صہلت دی ہے، اسے نیست کھنہ، آخرت میں نہایت کی  
ہمدرد میں صرف کرنا، جس سب سے بڑی سعادت ہے۔ درستی اور برکتی، فقر  
سے راست ہے۔ اعترافی کے مطابق رہنا سب صہلت کی زندگی، فقر کا واقعی ترین  
نمونہ ہے۔ "پ کی زندگی ہر کاموں کا کہت ہر میں جو بھی دولت و درہم آتا، وہ  
رات کو سوتے سے پیسے علی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ ایک رات، سحر وادوں  
سے کچھ رقم خرچ کرنے سے روگنی تو آپ صہلت کی ماری رات بے غنی کی حالت  
میں گزری، فقر کی بھی زندگی اہل اللہ، رسول اللہ صہلت سے والہ نہایت کے تیر  
میں حاصل رہی ہے اور بھی زندگی اہل اللہ اور برکت وین کی اعترافی نکاتی رہی  
ہے۔ اہل اللہ کے ساتھ زندگی پر جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں، ان سب میں جو  
مشترک بات نظر آتی ہے، وہ اس کی دنیا سے بے نیازی، استقلال اور حالت فقر ہے۔  
حضرت بہاء الدین ذکر کیا، اور حضرت خواجہ میراد اللہ امر بھی چند صہلتوں کے  
بارے میں آتا ہے کہ ان کے ہاں دنیاوی و مادیات کا سامان موجود تھا، لیکن اس سے  
دور سے میں یہ بھی مانتا ہے کہ ان کے مال میں اللہ کی غریب مخلوق کے لئے یہ معمولی  
حصہ موجود تھا۔

تیسویں صدی کے ایک بڑے عارف اور مکر صہلتوں تاریخ دعوت و صہلت پر  
عاشق نہایت لکھی ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اہل اللہ کے کام اور ہمدرد میں ایک بات  
جو سب میں مشترک نظر آتی ہے، وہ ان کا فقر، دنیا سے بے نیازی کی روش، توکل  
اور ہر کی سعادت ہیں، موصوف حزیہ لکھتے ہیں، دعوت و صہلت کا کام اور فقر و ہمدرد،  
توکل اور استقلال یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لازم ظروف ہیں۔ ان دونوں کو ایک  
دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

اس دور میں بزرگی کے نام پر سرمایہ دارانہ زندگی کے مظاہر و مناظر دراصل  
مطلب صہلت کے تشلس کے منافی ہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ تصوف، امت کا اس وقت

میں سے متنازع ادارہ بن گیا ہے۔ دوم یہ کہ کچھ بزرگوں کی اور اور ان کے  
طلبوں کے درمیان دولت و مالک کی تقسیم پر تضاد برپا ہیں اور عقائد مت جان رہے  
ہیں۔ مرتب

زندگی کا فقراء کے ساتھ گذارنے کا عہد کرنا

بہر حال چند روزہ زندگی، فقراء کے ساتھ گزار دینی چاہئے و افسوس نفسک صنف  
طعنیں مہذوبون دہم بالملکات و العنن یوبلون و صہ (سورۃ کتب ۹ آیت ۲۸) (یعنی اپنے  
سب کو اس دلوں کے ساتھ روکے رکھو) (یعنی اس کی صہلت و صہلت اختیار کرو) جو ص  
و شہم اپنے رب کو اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے چاہتے (عبادت کرتے  
ہیں) جو ص کاٹھ ہے کہ کن بھانہ و قول سے اپنے رسول کو اس کا حکم فرمائیے

ایک مزید فرماتے ہیں کہ "انجی یہ کیا ماجرا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کے  
ساتھ کیا ہے کہ حرف صہل ان (فقراء) کو بچان لے، وہ تھو کو چاہتا ہے اور جب تک  
تھو نہیں چاہتا، اس ویش بکنا "و دلف اللہ تعالیٰ و اہا کم صہلہ صہلہ الطانعة  
العلیہ الشریعة" (تو قول نہیں اور آپ اس بند مرتبہ، و شریک گردو کی صہلت  
مطا فرمائے۔ (آمین) (دفعہ اول صہل ۱۵۷)

### تشریح

پارے بڑے ملا و فضلا کا بھی تجربہ ہے کہ زندگی ہر کے کم اور حاش و حقیق  
کے باوجود کسی قوتوں کا ادراک حاصل نہ ہو سکا اور بھی صہلت، معرفت نفس اور  
صہلت رب کی راہ میں حکم رہے۔ جو ہی صہل میں معرفت کی حقیق صہل پیدا  
ہوئی اور کسی اللہ والے تک رسائی حاصل ہوئی تو صہل میں نور معرفت کا ایب چراغ  
جلان شروع ہوا کہ صہلوں ہوا کہ حقیق زندگی تو اب حاصل ہوئی ہے، یہ اللہ کی صہلت ہے  
کہ کسی حقیق نہ و لے کے سامنے خود کو دے کہ بعد ہی اصلاح نفس کی حقیق صورت  
پیدا ہوئی ہے، باقی بزرگوں کا مطالعہ ہوتا شروع ہوتا ہے۔ انسانی جوہروں سے بہرہ

وری ہوتی ہے، نیز محبوب کے وصال کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ (مرحب)

مبتدی وختی کے وسوسوں و خطرات کی نوعیت

درویشوں کی ایک جماعت بھلی ہوئی تھی (اتفاق سے) اور طریقت والوں کے خطرات دوسروں کے بارے میں منکسر شروع ہوئی۔ اس ضمن میں ایک حدیث کا ذکر آیا کہ ایک روز اصحاب کرامؓ میں سے بعض نے آں سرور عالمؐ کی خدمت میں اپنے نمے خطرات اور وسوسوں کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”وَلَا تَكُنْ مِنَ كَمَالِ الْإِيمَانِ“ (یہ ایمان کے کمال میں سے ہے) اس وقت اس حدیث کے معنی اس فقیر کے دل میں اس طرح آئے۔ جب کہ حقیقت حال تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کمالِ ایمان سے مراد کمالِ یقین ہے اور یقین کا کمال قرب کے کمال سے وابستہ ہے، اور قرب اور اس سے اوپر کے علائف (روح، سرشتی اور خلقی) کو جس قدر قرب اتنی زیادہ حاصل ہوگا، اسی قدر ایمان و یقین بھی زیادہ ہوگا، اور قرب کے ساتھ اس کی بے خلقی زیادہ ہو جائے گی۔ اس وقت قلب میں خطرات بہت زیادہ ظاہر ہوں گے اور بہت نامناسب وسوسے نمایاں ہوں گے، اس لئے نمے سے خطرات ایمان کے کمال کا سبب ہوگا، لہذا بختی کو خطرات جسد و کلدور سے زیادہ نامناسب سمجھ گئے، اس کی ایمان کی تکمیل اسی قدر زیادہ ہوگی، کیونکہ کمالِ ایمان کا تقاضہ ہے کہ تمام علائف کو لپیٹ کر قرب کے ساتھ کامل بے متعلق ہو، اور یہ بے متعلق جسد و کلدور زیادہ ہوگی، قلب اسی قدر زیادہ خالی اور خلعت و کلدور سے زیادہ نزدیک ہوگا اور اس میں خطرات وسوسے اسی قدر زیادہ ہوں گے، بخلاف مبتدی درحصول کے کہ ان کے لئے اس قسم کے خطرات زیرِ قائل اور باطنی مرض کی روایت کا اذہار ہے۔ علامہ مولانا غلامی (پس تو بارے کو) نے لکھتے ہیں: تصور کرنے والوں میں سے نہ ہو (یہ معرفت اس فقیر کے دینی معارف میں سے ہے۔ (مکتوب ۱۸۳، دفتر اول)

نشریح

حضرت مجدد کے بیان کردہ اس کھڑک کو صاحبان معرفت ہی صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ ابتدا جائز کی نظر میں اس کھوکھ میں بختی کے جن وسوسوں اور خطرات کا ذکر فرمایا گیا ہے، وہ دوسرے لطیف احساسات کی نوعیت کے ہوتے ہیں، بختی اللہ سے قرب کے جن مقام پر فائز ہوتا ہے، اس مقام پر اسے معمولی دوسرے دخلہ بھی کمال ایمان کے مقامی محسوس ہوتا ہے۔ حادثہ بختی کاٹنے ایسے ہوتے ہیں، جو فرد کے ساتھ ہر صورت میں باقی رہتے ہیں، بختی بختی کی محبوب جھپٹی سے وابستگی اس نوعیت کی ہوتی ہے کہ اس کی چاہت ہوتی ہے کہ شب و روز میں محبوب کے ساتھ غیر کی معمولی شرکت بھی موجود نہ ہو، جب ایسا نہیں ہوتا اور غیروں کے دوسرے کسی حد تک شامل ہو جاتے ہیں تو بختی شدید لاپرواہی محسوس کرتا ہے۔ اور شدت احساں کی وجہ سے وہ اسے محبوب سے روٹی کھینچنے لگتا ہے۔

بختی کی بچی ادا محبوب کو پسند ہے۔ جب کہ مبتدی کے دوسرے خطرات جس پستی کی قوتوں کے فہم کی وجہ ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد نے یہاں جو کھت بیان فرمایا ہے، وہ ان کے غامض معارف میں سے ہے۔ (مرحب)

قلیل زندگی کو اپنی زندگی کی

راحت کے لئے استعمال کرتا

میرے خدوہ! دنیا کی چاک دت بہت قلیل ہے اور اس قلیل میں سے بھی بہت بھوکہ ہو چکی ہے، اور دینی بہت تنویر مر باقی رہ گئی ہے، اور آخرت کی زندگی دینی ہے، اور دانی زندگی کو چند روزہ دہی کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے، اس کے بعد یا تو دانی فتنیں ہیں یا ہمیشہ کا عذاب۔ (عبر صادق) (یعنی انصاف و اسدوم نے جو خبر دی ہے (وہ کجا ہے) اس میں کسی اجمال کی کوئی گنجائش نہیں، لہذا عقل و ادراک بختی سے کام لینا چاہئے۔

میرے عدمِ عمر کا بہترین حصہ ہوا، ہوس میں گذر گیا اور وہ اللہ علی شانہ کے دھنوں (نفسِ دہیشہ) کی مرضی کے مطابق سر ہو گیا۔ اب عمر کا نما حصہ باقی رہ گیا ہے، اگر آج ہم اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے مطابق صرف نہ کریں اور بہترین عمر کی غلطوں کا تہ ارک باقی رکھی جائے (میں مبادات) سے۔ ترین در حوضی کی محنت اور تکلیف کو داکِ راحت کا دریہ نہ بنائیں اور حوضی کی نیکیوں سے بہت سے گناہوں کا کھارہ نہ کریں تو کل قیمت میں حق سونہ و تانی کے حضور میں کس منہ سے پیش ہوں گے اور اس کے سامنے کون سے حیلے اور بھانے کو پیش کریں گے؟ "حاروب" ترکوش میں کب تک پڑے رہیں گے اور عصمت کی روٹی کب تک کانوں میں غسی رہے گی، آخر ایک دن آنکھوں سے پردہ خدا دیا جائے گا اور فصاحت کی روٹی کو کاہوں سے دور کر دیا جائے گا، لیکن ان وقت کوئی کاندہ نہ ہوگا اور صحت و راحت کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔ موت کے آنے سے پہلے ہی تیری کر لیں چاہئے اور "دائے شوق" کہتے ہوئے چن و چنی چاہئے۔ (مکتوب ۲۱۰)

### تشریح

آخرت کی دائمی زندگی کی بھڑی سے فصاحت اور دنیا میں انہماک۔ یہ سب کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ دولت و دنیا انہی تعلیقات میں اس طرح رچتی رہتی ہے کہ عام طور پر بڑے سے بڑا واقعہ بھی فرد و افراد کو اس غفلت سے نکال کر "خیرت کی تیری کی طرف لانے کا ذریعہ نہیں بناتا۔ اہل اللہ، افراد کو ہر طرح سے چھوڑنے اور بیدار کرنے کے لئے کوشش ہوتے ہیں۔ اس کتب میں بھی اس سلسلہ میں ہمیں خاطر طور پر چھوڑنے کی کوشش فرمائی گئی ہے۔ (مرتب)

نہی صورتوں و شکلوں کے مشاہدہ

کا لہو و لہب میں شامل ہونا

سب سے پہلے عقائد کا درست کرنا ضروری ہے، این کی سروریات کے بارے میں جو کچھ امت کے قوار کے ساتھ مسلم ہوا ہے اس کی تصدیق کے بغیر

چارہ کار نہیں ہے، دوسرے ان باتوں کا علم ضروری ہے، جن کا تعلق علمِ حق سے ہے اور تیسرے طریقے، راہِ سلوک بھی ضروری ہے، لیکن اس غرض کے لئے نہیں کہ نہی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ ہوں اور طرح طرح کے انوار اور رنگوں کا معائنہ ہو، کیونکہ یہ سب لہو و لہب میں داخل ہیں کیا حسی صورتیں اور انوار کم ہیں کہ کوئی شخص ان کو چھو کر دیا سطون اور مجاہدوں کے ڈیرے نہیں صورتوں اور انوار کی ہوس کرے؟ حالانکہ یہ (حسی) صورتیں اور انوار اور وہ (نہی) صورتیں اور انوار، دونوں حق سونہ و تانی کی مخلوق ہیں اور حق تانی کے سامنے ہونے پر راضی ہیں، سورج و چاند کا نور جو کہ عالمِ مشاہدہ سے ہے اور طرح طرح کے ان انوار سے حریں ہے، جو عالمِ مثال میں نظر آتا ہے، اس سے کسی درجے افضل ہے، لیکن چونکہ یہ (سورج اور چاند کے نور) کا دیکھنا دائمی ہے اور خاص و عام سب اس (کے دیکھنے) میں شریک ہیں، اس لئے اس کو نظرِ اشہاد سے گرا کر انوارِ لہجی کی خواہش میں نگ جاتے ہیں۔

آپ کے درویشوں درت حیرہ نما ہے (تہار سے درپہ چو پانی ہے سید نہیں)

(مکتوب ۲۱۰)

### تشریح

نہی صورتوں کی آرزو کرنا، انہی اہم کھما، اپنے حلقہ سے وابستہ افراد کی انہی غلطو پر تہیت کرنا، انہی بزرگی کا معیار قرار دینا، ہر گز میں برا بھلا کر اچھا اپنے بزرگوں کی ان چیزوں کا ذکر کرتے رہنا، اس کتب میں ات ساری چیزوں کی ٹہی کی گئی ہے۔ (مرتب)

اصل مقصود شریعت ہے

احوال و کیفیت کوئی مشیت نہیں رکھتے

اور اس فقیر کا یقین ہے کہ تعویذ، حقیقت میں طوم شریعہ کا غلام ہے، نہ کہ



شریعت کے خلاف کوئی چیز (میں نے) اپنے رساں دکاہوں میں اس کی حقیقت نکلی ہے، شریعت میں کمال عمل کو حاصل کرنے کے لئے تشبیہ کا طریقہ اختیار کرنا دوسرے طریقوں سے زیادہ بہتر ہے، کیونکہ بزرگوں نے سنت کی متابعت کو اپنے وہ لازم کیا ہے اور بدعت سے بچنے پر زور ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو جائے اور احوال کچھ بھی حاصل نہ ہوں تو خوشی ہیں، اور اگر حواص حاصل ہونے کے باوجود اتباع میں کمی ہو تو یہ احوال ان کی نظر میں ناچندیدہ ہیں۔

حضرت خواجہ احمد قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے فرمایا ہے کہ "اگر سارے احوال و کیفیتات ممکن دیئے جائیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے اعتقادات سے نہ لوازیں تو ہمارے لئے غرابی کے سوا کچھ نہیں، اور اگر اہل سنت و جماعت کے اعتقادات ہمیں عطا کر دیئے جائیں اور حال و احوال سے ہمیں کچھ نہ ملے تو اس صورت میں کچھ فہم نہیں ہے۔" (ایضاً)

### تشریح

تفشیلی حسد کے اہم کا بیان کردہ ہے مگر کہ کیفیت، اور کشف وغیرہ احوال میں مستقامت کے مقابلہ میں کسی نسبت کے حوالہ نہیں ہیں، اصل چیز احوال صالحہ کی استعداد کا حاصل ہونا ہے، اگر یہ نہیں ہے تو چاہے کشف و کیفیت کتنی ہی حاصل ہو، حاصل ہے۔ اتباع سنت اور عمل صالح کی فکر و تدبیر ہونی چاہئے۔ عربوں کی ابن ساری میں بھی کیفیت، کشف اور خواہش کی بجائے عمل صالح و اہمیت دینی چاہے۔ اور تصوف، شریعت سے جدا کہ حیثیت اختیار کرے، کیفیت اور کشف وغیرہ کا نام بن کر رد چاہے گا۔ صدیوں سے چل سونے نے شریعت کے مقابلہ میں اس طرح کے تصوف، جس میں اسلامی پابندی نہ ہو، کھنکھائیے اور مشہور سے وغیرہ کی باتیں ہوں، ان کو فروغ دیا ہے۔ اکابر اہل اللہ نے صوفیائے خالص کی ان کوششوں کو رد میں ناکام بنایا ہے۔ (عرب)

### حقیقی وقت کا ضیاع

دونوں جہانوں کی حسرت کا موجب ہونا

مبارک ہے، وہ شخص جس کو حق سبحانہ و تعالیٰ نے نیکی کا منظر بنایا، حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے دنیا کو آخرت کی نیکی قرار دیا ہے، وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے، جو سب کا سب بچ کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے، اور ایک دانے سے سات سو دانے نہ بنائے اور قیامت کے دن کے لئے (جس دان) بھٹی بھٹی سے بھاگے گا اور ہاں بیٹے کی خبر نہ لے گی، کچھ دینے و نہ کرے، اپنے شخص کو دنیا و آخرت کے خسارہ کے علاوہ کچھ حاصل نہیں اور دونوں جہانوں کی حسرت و شرمندگی کے سوا کچھ قائم نہیں، ایک ہیئت، دنیا کی فرصت کو قیمت سمجھتے ہیں، اس عرض کے لئے نہیں کہ اس قیمت، نہ کی میں تلف نہیں، اور قیمتیں حاصل ہوں جو غیر معمولی قیمتیں اور محنتوں سے حاصل ہونے کے باوجود ناپائیدار اور فانی ہیں، بلکہ اس فرصت میں (نیکی) کیجیے گا کام کرتا چاہے، ایک عمل کے ایک دانے سے آیت کریمہ۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ سَأَلَ عِلْمَ عَالَمٍ (فرقان آیت ۲۶) (اور اللہ تعالیٰ کی کتاب زیادہ دیتا ہے جس کے لئے وہ چاہتا ہے) کے موجب ہے احتیاطیوں کے فرائض حاصل کرنے چاہئے یہی وجہ ہے کہ چند روزہ ایک اہل ان کی بڑا میں دائمی قیمتیں مقرر فرمادی ہیں۔ (فصلہ نو فضل علیہ السلام (جز ۲۶ آیت ۴) (اور اللہ تعالیٰ نے اسے فضل والا ہے)۔ (کتوب ۲۱۳)

### بزرگی کا کمال کشف

وغیرہ سے وابستہ نہیں

دلائل سے مراد دنیا و آخرت ہے، اور کرامتیں اور کشف خواہم ہو یا رد وہ دنیا و آخرت کے لوازم میں سے ہیں۔ نیکی سے ضروری نہیں کہ جس سے کرامتیں زیادہ ظاہر ہوں، اس کی ولایت بھی تمام دکھائی ہو، بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ (کسی بزرگ سے) کرامتیں بہت کم ظاہر ہوتی ہیں، جب کہ اس کی ولایت اکل جوتی ہے اور

کراحتوں کے بکثرت ظاہر ہونے کا ہمارا دوج جزو اس پر ہے۔ عروج کے وقت میں بہت زیادہ عروج کرتا، اور نزول کے وقت میں بہت کم چلے آتا۔ بلکہ کثرت کرامات کے ظہور میں کلیہ کا قدر بہت کم نزول کرتا ہے، خواہ وہ عروج کی جانب کسی بھی کیفیت سے ہو، کیونکہ صاحب نزول، عالم اسباب میں آتا ہے اور وہ اشیاء کے وجود کو اسباب سے وابستہ پاتا ہے اور سبب الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے پیچھے دیکھتا ہے۔ جس شخص نے نزول میں کیا اور نزول کے اسباب تک نہیں پہنچا، اس کی نظر صرف سبب الاسباب کے فعل پر ہے، کیونکہ (سبب الاسباب کے فعل پر اس کی نظر ہونے کے باعث) اس کی نظر سے سارے اسباب اٹھ گئے ہیں، پس حق سبحانہ و تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے عمل کے مطابق معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دینا ہے اور اسباب کو نہیں دیکھتا، اس کا کام بغیر اسلئے کے مہیا کر دینا ہے۔ حدیث قدسی السعدہ طس عہدی ہی اس منصب پر دلیل ہے۔ (مکتوب ۲۱۶)

### تشریح

اس مکتوب میں یہ بات بتائی گئی کہ جس سے زیادہ کراحتیں صادر ہوں، وہ ہر صورت میں کامل و نام برکت نہیں ہوتا بلکہ ہمیں اوقات دو تہی صوفی کامل ہوتا ہے جس سے کراحتیں بہت کم صادر ہوتی ہیں۔ زیادہ کراحتوں کے صدور کا ایک سبب یہ بھی یہ فرد مہیا ہے کہ عروج کے وقت میں بہت عروج کرتا اور نزول کے وقت میں کم نزول کرتا ہے۔ یعنی صوفی پر حالت استغراق اتنی غالب ہو کہ حالت محو میں "نہ کے" وجود استغراق کے اثرات غالب ہوں، اس استغراق کی وجہ سے ان سے عقل سے دوری جزو ہیں اور کرامات وغیرہ صادر ہوتی ہیں، اہل اللہ کی کرامات حق ہیں۔ اللہ نے بڑے بڑے بزرگوں کی روحوں سے بڑا کام لیا ہے۔ لیکن ان جزو کا مقصود سے تفہیم نہیں، مقصود دین پر استقامت کا حاصل ہونا ہے۔ (محب)

### خواب حسن بھری

اور حبیب نجی قدس سرہا کا معاملہ

خواب حسن بھری اور حبیب نجی قدس سرہا کی حکایت اس مقام کے مناسب ہے۔ مکتوب ہے کہ ایک روز خواب حسن بھری دریا کے کنارے کھڑے ہوئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے، تاکہ دریا سے پار ہوں، اسی اثنا میں حبیب نجی آ گئے اور پوچھا کہ آپ یہیں کیوں کھڑے ہیں؟ فرمایا کشتی کا انتظار ہے، حبیب نجی نے کہا، کشتی کی کیا حاجت ہے، کیا آپ کو یقین نہیں ہے؟ خواب حسن بھری نے کہا، کیا آپ کو علم نہیں ہے۔ فرض کہ حبیب نجی کشتی کے تلخ دریا سے گذر گئے اور خواب حسن بھری کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے، خواب حسن بھری نے چونکہ عام اسباب میں نزول کیا ہوا تھا، اس لئے (کارکنان قضا و قدر) ان کے ساتھ اسباب کے وسیع سے معاملہ فرماتے تھے، اور حبیب نجی نے چونکہ پارے طور پر اسباب کو نظر انداز کر دیا تھا، اس لئے کارکنان قضا و قدر ان کے ساتھ اسباب کے بغیر معاملہ تھا۔ لیکن فضیلت حضرت خواب حسن بھری کے لئے ہے، جو صاحب علم ہیں اور جنہوں نے میں ایسی کوششیں کے ساتھ متحرک کر رہے اور اشیاء کو محسوس کر رہے ہیں کچھ یا ہے اس لئے کہ قدرت کی اصل حقیقت کو کثرت میں پوشیدہ رکھ گیا ہے، حبیب نجی صاحب سحر ہیں اور غافل متقی پر ایک ایسا یقین رکھتے ہیں، جس میں اسباب کا کچھ دخل نہیں ہے۔ (مکتوب ۲۱۶)

### توضیح

اس مکتوب میں ایک اہم نکتہ بیان فرمایا گیا ہے، وہ یہ کہ حلقہ صوفی پر حالت استغراق کا حامل صوفی چونکہ نفس سے جہالت بنا کر محبوب سے قرب کے مقامات طے کرنے کی راہ پر گامزن ہوتا ہے، نیز اسے محبوب کی فکر کے علاوہ کوئی فکر داعی نہیں ہوتی، ذکر ہی اس کا عقیدہ حیات ہوتا ہے، اس لئے حالت سحر کے حامل صوفی سے

سہاگ کے پردے ہٹا دیئے جاتے ہیں، دنیا کے حوالے سے اس کے ضروری کام ظاہری اسباب کے بغیر ہی کر دیئے جاتے ہیں، جو صوفی شب و روز عجب کے ہم دگر میں لکھتا ہوں، اور عجب کے دہائی کے لئے تڑپے کے لئے علاوہ اس کی کوئی مصروفیت نہ ہو، ایسے صوفی کو اسباب سے باہر ہی کرنا، یہ عجب کی خاص ادا ہے، جو نگ بنگ ہر مستغرق صوفی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس کی روزی کا خصوصی انجام ہوتا ہے، اس کے وقت دم میں برکت ہوتی ہے۔ مرتب)

اولیاء کی صورتوں کا سامنے

آگ اور اس کی نوعیت

یہاں ایک کتبہ ہے، جس کو ذہن نشین کرنا نہایت ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ جس طرح ولایت حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ یہ اوقات یہاں ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے اس کا تہنیں نقل کرتے ہیں (حالات) اس کو ان کرامات کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی اور وہ اولیاء، جو صاحب علم و کشف ہیں، ہو سکتا ہے کہ ان کو بھی اپنی بعض کرامتوں پر اطلاع حاصل نہ ہو، بلکہ ان کی مثالی صورتوں کو کارکنان تھا و قدر متعدد مقامات پر ظاہر کر دیں اور دور دراز مقامات پر عجب و خیریں چیزیں ان کی صورتوں سے ظہور میں لائیں کہ جن کی ان صاحب صورت (ولیاء کو) ہرگز اطلاع نہ ہو۔

زنا و زانیہ نہ برساخدا اللہ (یہاں ہم سے تم سے بے ہالیا)

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ عجیب معاملہ ہے کہ لوگ اطراف و جوار سے (بھرے پاس) آتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو حج کے موقع پر مکہ معظمہ میں دیکھا ہے بلکہ ہم نے آپ کے ساتھ لکڑی لیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا تھا اور چچی دوتی کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ میں اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں اور نہ ہی مجھی ان لوگوں کو دیکھا ہے۔ کتنی بڑی حیرت ہے، جو حقائق مجھ پر لگاتے ہیں۔ واللہ

اعلم بحقائق الامور کلہا (سب کاموں کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں) اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔ ہاں، اگر آپ کی طلب اور خیال زیادہ معلوم ہوتی تو بہت جلد اور اس سے زیادہ لکھا جائے گا۔ اللہ اللہ تعالیٰ۔ (مکتوب ۷۱)

غیروں سے آزادی کے بغیر ہی کے مقام کا

حاصل نہ ہوتا

اللہ کا شکر ہے کہ وہ اپنے طالبوں کو اپنی طلب میں بے غور و بے آرام رکھتا ہے اور اس سے آزادی میں اس آرام سے نجات بخشتا ہے، جو اس کے غیر کے ساتھ بصر ہو۔ مگر (سائل کو) پوری آزادی، اس وقت حاصل ہوتی ہے جب قائل کلی کی غلامی سے آزادی حاصل ہو، اور وہ دل کے آئینہ سے اللہ کے ہاوس کی نقوش بالکل محو کر دے کسی چیز سے بھی غمی و غمی، تعلق نہ رہے، اور سوئے اللہ تعالیٰ کے س کا کوئی مقصود و مطلوب نہ ہو۔ اس کے بغیر ایسا نہ ہو سکتا کہ غاردار درخت میں الجھتا۔ فردا چڑچڑیوں سے اپنی بے شغلی کا گمان رکھے، مگر کھسکے پگن ہے۔ اس کا حقیقت سے تعلق نہیں۔

ایں کار دولت است کھوں تا کر ابد

(جو شخص احوال و مقامات میں گرفتار ہے، وہ بھی "گرفتار غیر" ہے، اور باتوں

کا جو ذکر ہی کیا ہے)۔ (مکتوب ۵۳ دفتر اول)

تشریح

اس مکتوب میں راہ سلوک کا اہم اصول بیان کیا گیا ہے، وہ یہ کہ جب تک قلب سے دنیا کے حوالے سے سارے نقوش محو نہ ہو جائیں اور اللہ کی محبت کا رنگ پوری طرح غالب آکر، نفس کی قوتوں کو خفا نہ کر دے، اس وقت تک سائل کا کام تمام نہیں ہوتا اور اس کا سلوک غلط نہیں ہوتا۔ نیز اس کی نفس قوتوں کی سرکشی موجود رہتی ہے۔ تا کہ اس مقام تک رسائی کے لئے دل اور ذہن سے سارے نقوش کو

مٹا کر، عمل طور پر نیکو ہو جائے اور ذکر سے اپنے رشتہ کو مستحکم کرنا اور ہر وقت محبوب حقیقی کی طرف متوجہ رہنا ضروری ہے، دوسری صورت میں طالب، حالت فانی میں غوطہ زن رہے گا اور اس کے لئے حالت فانی آنا ممکن نہ ہوگا اور حالت فانی میں آئے بغیر طالب دوسروں کی تربیت کا کام ہاتھ میں نہیں لئے سکتا۔

یہ اصول انجی سالکوں کے ساتھ، جو ہے، جن سے اندہ کو دوسروں کی تربیت کا کام لینا مقصود ہے اور عام افراد پر یہ اصول لاگو نہیں ہوتا، ان کے لئے روزانہ ایک درجہ کھینچنے کا ذکر اور صحبت کا اہتمام کافی ہے، ایک عرصہ تک اس اہتمام سے ان شاء اللہ ان کی بہتر اصلاح کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ اگرچہ وہ دوسروں کی تربیت کے مقام پر فائز نہ ہو سکیں گے، اس لئے کہ اس مقام پر فائز ہونے کے لئے صوری عرصہ کے لئے (یہ صوری عرصہ بعض مصلحوں کے لئے چندہ ہیں سال تک کا ہوتا ہے) سالکوں کو سارے کاموں سے نیکو ہو کر چاہوں میں مصروف ہونا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر فرد و افراد کو کس پرستی کی قوتوں کا نہ تو مشاہدہ ہوتا ہے اور نہ ہی ان کے فکر و تربیت سے پوری طرح بچاؤ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت مجدد کا بیان کردہ یہ اصولی نکتہ ایسا ہے، جس پر سارے سطحوں کے کایہ بزرگوں کا اجماع ہے، سارے اکابر بزرگ، فاضل کے ان حالات سے گزر کر یہ حالت پیدا ہو آئے ہیں۔ موجودہ دور میں اکابر بزرگوں کے اس بنیادی اصول کو نظر انداز کر کے، غلط فہمیاں پھیلانے کا جو رجحان پید ہوا ہے، اس سے تصوف والی تصوف سے اس کی روح نکال دی ہے، اس لئے کہ فاضل کے ان مقامات سے گزرے بغیر نہ تو حب چاہ و محال اور غرضانہ جیسے جذبات و مقاصد کی تہذیب ہو سکتی ہے اور نہ ہی نہایت کے آداب سے بہرہ ور ہی ہو سکتی ہے۔ (محب)

جو مقام فانی تک نہ پہنچی  
اس کا مصیبت زدہ ہونا

اگرچہ رنج و مصیبت بظاہر خج اور جسم کو تکلیف دینے والی ہوتی ہیں، لیکن باطن

شریں اور روح کے لئے لذت بخش ہیں۔ جسم و روح آہنی میں ایک دوسرے کی مخالف اور ضد ہیں، ایک کی تکلیف دوسرے کے لئے لذت ہوتی ہے۔ جو بات فطرت افراد ان دونوں ضدوں اور ان کی ضروریات میں تیز نہیں کر سکتے، وہ بحث سے خارج ہیں اور منتظر کے لائق نہیں ہے۔ لولہ لبیک محمد انعم علی منہ اعلیٰ (یہ لوگ چھ پاؤں کی مانند ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گذرے)۔

آ کر از خوشن چہ نیست تبش چہ خردار و از چہاں و تبش  
(جو بچہ انکی اپنی ماں کے پیٹ میں ہے اور اپنے وجود سے بھی واقف نہیں ہے وہ چہاں اور تبش کو کیا جانے؟)

جس کی روح بچہ از کر مرہ جسم میں آجائے، وہ اس نکتہ کو کیا سمجھ سکے گا، جب تک روں اپنے اصلی مکان کی طرف رجوع نہ ہو، اس وقت تک معرفت کا بحال جلوہ گر نہ ہوگا۔ یہ دولت، اس موت کے ساتھ وابستہ ہے، جو حسانی موت کے آنے سے پہلے واقع ہوتی ہے۔ مشائخ طریقت اس حالت کو فانی سے تعبیر کرتے ہیں۔

خاک ش خاک تاہم بد گل  
خاک بجز خاک نیست منظر گل  
(خاک ہو جائے، خاک، تاکہ پھول پیدا ہو، خاک کے علاوہ کوئی چیز منظر گل نہیں ہے۔)

اور جو مرتبے سے پہلے کا مقام تک نہ پہنچا، اس کو مصیبت زدہ سمجھنا چاہئے اور اس کی قائم چری کرنا چاہئے۔۔۔ (چندہ طور کے پور لکھتے ہیں) نصیحت یہ ہے کہ ذکر ہمیشہ کرتے رہو، فکر (دین) کو لازم رکھو۔ مہلت تھوڑی سی ہے، بہتر ہے کہ اس کو ضروری کاموں میں صرف کیا جائے۔ (کتوب ۱۵۹ دفتر اول ج ۱۱ شرف الدین حسین)

تشویح

اس مکتوب میں جو نکتہ بیان ہوا ہے وہ بہت اہم ہے۔ وہ نکتہ یہ ہے کہ جو



عہدہ عدوت ہو۔ محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں۔ محب، محبوب کا ادیان ہوتا ہے۔ محبوب کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا۔ اور وہ محبوب کے مخالفوں سے کسی طرح صلح نہیں کرتا۔ وہ مخالف شخصیت متعین ہو سکتی۔ معصداً یہ معاملہ کیا ہے۔ بھی طرح فوراً کرنا چاہیے۔ ابھی کام ہاتھ سے نہیں گیا ہے۔ گذرے ہوئے زمانہ کی تلافی کی جا سکتی ہے۔ کل کو جب کام ہاتھ سے جاتا رہے گا سوائے خدامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

پشتہ صبح شوق چھو روز موصومت کہ پاک دانت ملتی در شہر دہجہ۔  
(دنیا، ماں و تاجا قریب در قریب ہے اور معاملہ آفری ایسی اسی پر محبت ہے۔)

اگر یہ چند روزہ زندگی سید اولین و آخرین کے محبت میں بسر کی جائے تو بدی نہ کہ میں موت کی امید ہے۔ ا۔۔ کوئی بھی عمل خیر ہو، ان کی محبت سے ایسے دو بچے در پچے ہے۔

مگر مرئی کاروئے ہر دوسراست کہے کہ خاک درش محبت خاک ہر سرا  
(حضرت محمد ﷺ جو کہ دونوں جہاں کیلئے سرمایہ آید ہیں، اگر کوئی ان کے در کی خاک نہیں ہوا تو اس کے سر پر خاک۔)

احسان رسول کی دولت عقلی کا حصول، دنیا کو کلیجہ ترک کر دینے پر وابستہ نہیں ہے کہ خواہ معظم ہو۔ بلکہ اگر زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے تو یہ بھی عدم حصول معصرت سے لحاظ سے ترک کی ہی کا حکم بنتی ہے۔ اس سے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کی گئی ہے، وہ ضرر نقصان سے نکل گیا۔ جس مال کی دیان سے ضرر کا طاق اس مال سے زکوٰۃ کا ٹھکانا ہے۔ اگرچہ ترک کی اول داخل ہے، مگر ادا کی زکوٰۃ بھی کام، ترک کی کا ہی کرتی ہے۔

آسمان نسبت برش آید فرد  
ورنہ بس مالیت پیش خاک تو  
(آنحضرت ﷺ) تک پہنچتا ہے یہی ہے  
اگر یہ راہ نہ چلی تو ان تک پہنچنا دشوار ہے۔)

کیف الوصول الی سعاد و دہن  
کل الیبال و دہن قیوف

(یعنی محبوب تک کی طرح پہنچو، جبکہ اس کی راہ میں پہاڑوں کی چوٹیاں  
ماں ہیں، اور ان سے پہلے موتیں اور ہولناکیاں ہیں۔) (مکتوب ۱۲۵ دختر اول  
تمام مجمع قریہ بخاری)

### تشوہیح

اس مکتوب میں اطاعت رسول پر زور ہے اور کمال محبت کی علامت یہ جاننا  
درمانی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دین کے مخالفوں کے بارے میں حساسیت موجود  
ہو۔ محبت دین ہی محبت کی سب سے بڑی علامت ہے اگر محبت دین نہیں ہے۔ دین  
کے مٹانے والوں کے خلاف نفرت اور دین کے تحفظ کے لئے گرمندی موجود نہیں  
ہے تو یہ محبت کے سراسر مٹانی ہے، موجودہ دور میں دین اور دنیا کو مٹانے کے  
لئے عالمی سطح سے لے کر مقامی سطح تک کٹر اور پیکر قوتیں جس طرح کوشاں ہیں،  
ان کی دشمنی کو کامیاب بنانے کی کوشش درگرمندی کا نہ ہونا ہے ایسے کے حسد و ادا  
کے لئے سخت ڈانچا ہے۔ (مرتب)

### مرض عقلی

کو ذکر کثیر کے ذریعہ دور کرنا

معدہ ۱۰: اپنے نفس کے منافع سے بے کب تک سرگرم رہ جانے کا حوالہ دو  
سب حقوق کو دور اور سب حس و حرکت بھٹا جائے۔ ایک منہ و اندھ تھوڑ (یعنی آپ  
اے رسول! اصل پائیں گے، ایک یہ لوگ بھی اقبال کریں گے)۔ یہ نفس قاصع  
ہے۔

طیادہ ازیم اس تھوڑی سی فرصت میں بیکر ذکر کے ذریعہ بھی مرض کے دور  
کرنے کی فکر کرنا اہم معاملہ میں سے ہے۔ جو دل غیر میں گرفتار ہے، اس سے غیر  
کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ جو روح دنیا کی طرف مائل ہو، اس سے تو نفس امارہ بھتر

ہے۔ اللہ کے یہاں قلب کی سلامتی، قلب اور روح کی نفس ہے غلامی مطلوب ہے۔  
 ورحم کتاہ انھیں سرسہ "روح وقلب کے اسباب گردازی کی فصلیں میں چلا ہیں۔  
 بہت بہت ہے۔ یہ کیجے جائے، وما علیہم اللہ ولکن انفسہم یفلتھون۔ (مکتوب ۱۶۶)  
 دفتر اول تمام سولہ محمد امین

### تشریح

عام طور پر ہر نفس کی حالت یہ ہے کہ وہ زندگی بھر نفس کو آسائش فراہم  
 کرنے میں اپنی توانائیاں صرف کرتے گتتا ہے اور ذکر کثیر کے ذریعہ بھی اس مرض سے  
 ڈابہ کی راہ پر آنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا، اور اس کا سب سے بڑا اہلیہ بھی  
 ہے۔ نفس اور مادیت پسندی کی قوتوں سے بلند ہو کر قلب کی سلامتی اور روح کو نفسی  
 قوتوں کی برتری سے نجات دلانے کی فکر نہ ہونے کے برابر ہے، جب کہ دین کی  
 سلامتی ہی کام سے وابستہ ہے۔ (مرتب)

### اللہ کے حقوق کی تعظیم اور حقوق خدا پر شفقت

خس طعن فرد کو، مرد و بی حق تعالیٰ کی قربان دہانی نہ دیتی ہے، اسی طعن  
 حقوق کے حقوق کی ادائیگی کا احترام اور حقوق کے ساتھ غم خواری کرنا بھی ضروری  
 ہے۔ (یعنی ما رغبنا کا قول ہے کہ) نہ کے قسم کی تکمیل ہونی چاہئے، اور حقوق خدا  
 پر شفقت۔ یہ قرب بھی ان دونوں حقوق کی ادائیگی کا بیان ہے اور ان دونوں چیزوں  
 کی رعایت پر دلالت کر رہا ہے۔ پس دونوں میں سے ایک پر اصرار کرنا کتنا ہی کی  
 بات ہے اور اس کو چھوڑ کر توجہ پر اکتفا کرنا "کمالیت" کے خلاف ہے۔ لہذا حقوق خدا  
 کے حقوق کو ادا کرنا بھی ضروری ہے، اور حقوق کے ساتھ خیر معاشرت بھی لازمی  
 ہے۔ حقوق سے بے انتہائی اور لا پرواہی مناسب نہیں ہے۔

ہر کہ عاقل شد اگرچہ تازنین عالم است  
 ناری کے راست آید باریاسد کشید

(جو شخص عاقل ہوا، وہ اگرچہ تازنین عالم ہی کیوں نہ ہو، اب اس کے لئے  
 نازک حوائی درست نہیں ہے، اس کو باز اٹھانا چاہئے۔) (مکتوب ۱۷۱ دفتر اول تمام  
 محمد امین)

### تشریح

بندوں کے حقوق کی ادائیگی اور خدمت خلق کا کام سب سے بڑی ننگ ہے،  
 وہ جو کہا گیا ہے کہ خدا، عبادت سے نہیں، بلکہ خدمت خلق سے ہی ملتا ہے، اگرچہ یہ  
 بات بھی صوفیوں کے لئے ہے، تاہم اللہ کی حقوق کی خدمت اور ان کے کام آتے  
 رہتا، یہ اپنی ہی ننگی ہے کہ اس کے صدق میں اللہ اپنے قرب کے راستے بھی کھول  
 دیتا ہے، نہ لئے خدمت کے کاموں کو غیر اہم سمجھ کر بھی نہیں ہے۔ بالخصوص عینی  
 صوفی کی تو بیشتر ترقی خدمت کے کاموں سے ہی وابستہ ہے۔ (مرتب)

بندہ مؤمن کے لئے وظیفہ حیات

ہم نصیراں پر جو باتیں لازم ہیں، وہ حسب ذیل

- (۱) مادی و دھماری اور تعصب و اوجہ۔
- (۲) ہنگامی کے وظائف کی ادائیگی۔
- (۳) شرعی حدود کی حفاظت۔
- (۴) سلسلہ نبوی ﷺ کی متابعت۔
- (۵) نیت کی صحت۔
- (۶) باطن کو مادی سے آزاد کرنا، اور ظاہر کو اہل عفت میں مشغول رکھنا۔
- (۷) اپنے بیہوش اور گناہوں کے غلبے کا مشاہدہ۔
- (۸) عالم اہلبیہ کے انتظام کا خوف۔
- (۹) اپنی نیکیوں کو چاہے، وہ زیادہ ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، کم سمجھنا۔
- (۱۰) اپنے گناہوں کو چاہے وہ کم کیوں نہ ہوں، زیادہ سمجھنا۔

(۱۱) اپنی شہرت اور حقوق میں تعدیت ترساں ملزاس رہتا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آدمی کی برائی کے لیے بھی کافی ہے کہ اس کی طرف (اس کی شہرت کی بنا پر) انگلیاں اٹھائی جائیں، دین کے بارے میں یاد دلاؤ، مگر جس کو اللہ محفوظ رکھے، وہ اس برائی سے محفوظ ہے۔

(۱۲) اپنے افعال اور اپنی خفوں کو مستتر کرنا، اگرچہ وہ اصل صبح روشن ہوں۔

(۱۳) اپنے احوال و بزرگی کی طرف توجہ نہ کرنا، اگرچہ وہ بچ اور سلاطین کی

نکیر - اس -

(۱۴) مجلس دین کی تائید، تنقید ملت اور ترویج شریعت و دعوت حق کی کوشش پر ابرار نہ کر دینا، کیونکہ تائید دین بھی کئی کاموں سے بھی ہو سکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمادے ہیں کہ حق (سچی) فاجر مرد سے بھی اس دین کی تائید کرایتا ہے۔

(۱۵) جب مرید کی آمد طلب کے ساتھ در پہن کی چاہت سے اس سے ہو تو اس کے آنے سے انہماکی نہ کرنا چاہئے کہ کہیں اس کی مرید کی راسخے سے اس کی مرید ہی مقدم نہ ہو اور یہ امر اس کے لیے استہسان نہ ہو جائے۔ اگر بالکل کسی مرید کی آمد پر خوشی اور سرور محسوس کریں، تو اس خوشی کو نعر و نغمہ کی طرح نہ کرنا چاہئے، اور اس کا تدارک عداوت و استغفار سے ہی قدر کریں کہ اس خوشی کا اثر باقی نہ رہے، بلکہ اس خوشی کی جگہ خوف و حزن لے لے۔

(۱۶) (اپنے غلام کو) اچھی طرح تاکید کریں کہ مرید کے مال اور اس کے دنیوی منافع میں ان کو لالچ نہ پیدا ہونے پائے، کیونکہ یہ بات دشت و دہلیت میں رکاوٹ ڈالنے والی ہے اور اس کے لئے باعث خرابی ہے۔ خداوند کریم کے یہاں تو دین خاص کا مطالبہ ہے (خدا فرماتا ہے) اَوَلَيْسَ لِلّٰهِ الْخَلْقُ كُلُّهُ اَلَمْ يَكُنْ لَّهِ الْفَتْحُ كُلُّهُ (آگاہ ہو کہ اللہ کے لیے خاص عبادت مقصود ہے) اس جناب میں شریک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۱۷) یہ بھی چاہئیں کہ جو (معمولی) غفلت و کمورت دل پر طاری ہوتی ہے، اس کا ازالہ، توجہ و استغفار اور عداوت و انہماک کے ذریعہ بہترین طریقے پر آسانی سے

ہو سکتا ہے، لیکن جبر غفلت و کمورت دنیا کی محبت کے راسخے سے دل پر چھا جاتی ہے، وہ دل کو گمراہ اور پلید کر دیتی ہے، اس کے دور کرنے میں بڑی دھواڑی پیش آتی ہے۔ "غفلت کھٹکتے سے بچ فرمادے کہ "دین کی محبت ہر برائی کی بڑ ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں اور جنہیں کو نصیب دینا، ارادہ دین کے میل مناسپ سے بات دے۔ دین کی محبت اور ارادہ دین کی محبت سم قائل، مرض مہلک، بلائے عظیم اور باری مہم ہے۔ (کتوب اعلیٰ دفتر اس ہمارا، حاضر بدش)

### تشریح

اس مکتوب میں بیان کردہ ہر نکتہ ایسا ہے جو بندہ مومن اور اللہ کے طالب کے لئے دستور العمل کی حیثیت رکھتا ہے۔

بالخصوص کچھ نکات تو ایسے ہیں، جو اس دور کے اہل تصوف کے لئے خصوصی اہمیت کے مستحق ہیں۔ ایک یہ کہ بزرگوں کو اپنی طرف اصلاح کی نیت سے آنے والے طالبوں سے خوف زدہ ہونا چاہئے کہ کہیں وہ ان کے لئے اگلا و آرائش نہ بن جائیں، جس طرح یہ چیز ہی کی برائی کا مقدمہ ہو، حضرت مجددی بستی کی طرف سے برائی کی منہ پر غارت خیمیت کو یہ انتہاء ایسا ہے، جو آج بھی کھوٹے کے لئے کافی ہے۔ موجودہ دور میں ہماری حالت یہ ہے کہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح گھیر گھار کر لوگوں کو لاکر اپنا مرید بنایا جائے۔ اس طرح اپنے مریدوں کے حلقہ کو وسیع سے وسیع کر لیا جائے۔ اگر کوشش کے پادبزرگوں کا رجوع نہ ہو تو رنجیدی ہوتی ہے کہ لوگ بیعت ہونے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں۔

حضرت مجددی اس طرح کی صورت حال کو بڑے بڑے شیعہ عقائد دہکتے ہیں۔ مرید بنانے کی خواہش کا ہونا اور اس کے لئے کاوش کا ہونا ہی کوئی خوش گوار بات نہیں، کیا کہ اس پر حسرت و خوشی کا احساس ہو۔

حضرت مجددی بیان کردہ یہ نکتہ ایسا ہے، جو ہاتھ میں انگارہ بننے کے حذراف ہے، لوگ اگر ان خود اصلاح کی نیت سے ولایت ہو جائیں تو بزرگ کو چاہئے کہ وہ اللہ



سے مدد مانگے کہ یا اللہ، میری اپنی اصلاح حائر ہے، میں اس قابل کہاں ہوں کہ دوسروں کی اصلاح کر سکوں تو اپنے فضل خاص میری بھی اصلاح فرما اور اصلاح کے اس طالب کو بھی اپنی محبت کی دولت عطا فرما۔

موجودہ دور میں جس طرح صاحب میں توبہ دینے کی صلاحیت موجود ہے یا نہ کہ باصلاحیت افراد انہیں حاصل ہیں، وہ ان چیزوں کے ذریعہ مال جمع کرنے کے لئے کوشاں ہوتا ہے، چند سانس کے اندر اندر پھر صاحب کا زنی، بنگلہ اور چاندوا کا مالک بن جاتا ہے، یہ عام مشاہدہ کی بات ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ مرید کے مال پر نگاہ مرکز نہ ہونی چاہئے، یہ پورے دین و ایمان کے لئے خطرہ کا موجب ہے۔ بدقسمتی سے موجودہ دور میں بزرگی کو عام طور پر ان دونوں مقاصد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے اور یہی مرید کی اور بزرگی اس دور میں دانشمندی اور شہرت کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔

اس الیہ پر سوائے تاسف کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ اس دور میں محبت کم بزرگ ہیں، جو حضرت مجدد جیسے اکابر بزرگ کی تائید سے کی جانے والی اس صحبت کو بہت دینے ہوں اور جو مل دیا سے حقائق کو اپنے لئے سمجھ سکتے ہوں، آپ کا بیان کردہ حیرا اہم نکتہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت کے نتیجہ میں دل میں جہ کدورت اور غمات پیدا ہوتی ہے، وہ آسانی سے دور نہیں ہوتی۔ موجودہ دور میں سرانجام ارادت نظام سے غیب اور اللہ کی مخلوق سے خون پسینہ کی محبت سے خوشامداری رونق سے عام مظاہر و مناظر نے سحر و شہرہ میں غمات و کدورت کی فضا کو غیر معمولی طور پر غالب کر دیا ہے۔ اس باطنی ہوئی غمات و کدورت کے اثرات ہیں کہ دل سے دنیا کی محبت کے اثرات نکلنے نہیں پاتے، حضرت مجدد نے اپنے دور کے حالات کے اعتبار سے یہ بات فرمائی تھی کہ دنیا کی محبت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی غمات آسانی سے دور نہیں ہوتی جب کہ موجودہ دور میں دنیا کی محبت کی غمات کئی سو گنا زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور اس نے دلوں کو حب مال کے جذبات سے سرشار کر دیا ہے۔ نیز مالداروں کی محبت سمجھنا اور جھلک مرض ہے۔ حضرت مجدد کے بیان کردہ یہ نکات ایسے

ہیں، جن کی صداقت کا پوری طرح مشاہدہ آج کے دور سے پسے شاید ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ (مرتب)

### کشف کی حیثیت

عبداللہ آدمی کے برابر بھی نہیں

صوفیاء کے حالات سر کے کلمات اور ان کے احوال کیا قائمہ دے سکتے ہیں؟ عبداللہ عبداللہ جب تک شریعت کی ترہ نہیں تو لے دے پے کو نہیں خریدتے اور جب تک کشف و الہام کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر نہیں پڑھ لیتے، آدمی کے حق کو قبول نہیں کرتے۔ راہ سلوک میں چلنے سے مقصود شرعی مقائد پر کامل نہیں حاصل کرنا ہے، کہ سببی بیان کی حقیقت ہے۔ تیرا نفسی امکان کی اور انہیں میں سببیت حاصل ہوتا بھی مقصود ہے، اس کے علاوہ اور کوئی مقصود نہیں۔ دینار الہی کا آخرت کے لیے وعدہ کیا گیا ہے۔ دنیا میں بزرگ واقع نہیں ہوگا۔ وہ مشاہدات و تجربات جس پر صوفیاء خوش ہو رہے ہیں وہ تو (درحقیقت) سامنے اور مال پر قسلی دی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بلند سے بلند ہے۔ عجب معاملہ ہے۔ اگر مشاہدات و تجربات کی صحیح صحیح حقیقت بیان کی جائے تو خوف ہے کہ کہیں اس راہ کے مبتدیوں کی حجب اور ان کے شوق میں کمی واقع نہ ہو جائے۔ اور اگر بیان نہ کیا جائے تو اس بات کا خوف ہے کہ جہنم پر جہنم کو قائل و داخل کو طاعت کو جائز نہ قرار دے دیا جائے۔ (مکتوب ۷۴ دفتر اول تمام مرزا حسام الدین احمد)

### تشریح

یہ مکتوب اپنے منہم میں بالکل واضح ہے کہ کشف و الہام اس قابل نہیں ہے کہ اسے فیصلہ کن اہمیت دی جائے، راہ سلوک سے اصل مقصود اسلامی شریعت پر استقامت کا حاصل ہونا ہے۔ کشف و تجربہ تو حاصل افزائی کا ذریعہ ہے۔ اسے راہ سلوک میں نیز رفتار سے چلنے کا ذریعہ بنانا چاہئے، نہ کہ کشف کو مقصود بنا کر، اپنی

بزرگی و درستی کے مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہئے، ایسے طالب جو ذکر و فکر کے مجاہدوں کو بزرگی کی رگوں سے طاقت اور دوسری دنیا کے مشابہات کا ذریعہ سمجھتے ہیں، ان کا جذبہ یکجہیز ہے ہوتی ہے۔ جب کہ راہ سلوک کا جذبہ ماسوائے اللہ سے منتقل ہو جاتا ہے۔ (مرتب)

### بزرگوں کو مختلف مقامات پر دیکھنا

حضرت محمدی قبلہ گاہی (حضرت غوث علی بابا علیہ السلام قدس سرہ) فرمایا کرتے تھے کہ ایک درویش جان کرتے تھے کہ جب معاملہ ہے لوگ اطراف و جوارب سے میرے پاس آتے ہیں، ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ہم نے تم کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے وہاں موسم حج میں موجود تھے اور ہمارے ساتھ تم نے حج کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے تم کو بلد میں دیکھا تھا اور مجھ سے اپنی اوقیت کا اظہار کرتے ہیں، یاد رکھ میں اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں اور نہ میں نے ان لوگوں کو بھی دیکھا۔ (مکتوب ۲۱۶ دفتر اول عام مرزا حسام الدین احمد)

### تشریح

اس نکتہ سے یہ نکتہ سمجھنا چاہئے کہ بزرگوں سے روحانی طور پر طاقت ہوتا، ان کی تصویروں کو انہی کی شکل میں دیکھنا، نہ تو حصر از کمال ہے اور نہ ہی اس قابل ہے کہ اس کا دوسروں سے تذکرہ کر کے محفوظ ہوا جائے، بلکہ بزرگوں کی اس روحانی طاقت کا تو اکثر اوقات میں خود بزرگوں کو بھی علم نہیں ہوتا۔ ان تصویروں کی کل حیثیت یہ ہے کہ یہ حالوں کی حوصلہ افزائی کا ذریعہ ہیں اور ان کے لئے راہ سوئیں میں پہنے کے لئے تمیز کی حیثیت رکھتی ہیں، ان شکلوں کو اگر اس سے زیادہ ہیئت دی گئی اور انہیں اپنی بزرگی کی تصویر کا ذریعہ بنایا گیا تو بالی تصوف کے لئے موجب فتنہ بن جائے گا۔ (مرتب)

### باطنی امراض کے اشارات و نشانی

فرد کو ظاہری امراض میں سے کوئی مرض لاحق ہوتا ہے یا اس کے کسی عضو کو کوئی آفت و تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس وقت تک مبین سے نہیں ہنستا، جب تک وہ مرض دور نہ ہو جائے اور کبھی مرض جس سے مراد اللہ کے سوا دوسری چیزوں میں مشغولیت ہے۔ یہ مرض اس حد تک غالب آچکا ہے کہ مرتب ہے کہ فرد کو پہلی موت تک پہنچا دے اور دائمی طباب میں مبتلا کر دے اس مرض کے اڑانے کی کوئی فکر نہیں کرتا، نہ اس کے دفع کرنے کی کوشش ہوتی ہے (ایسا فرد دو حال سے غافل نہیں) اگر وہ دنیا میں گرفتاری کو مرض نہیں سمجھتا تو وہ اچھی محض ہے اور اگر مرض سمجھتا ہے، مگر اس کا جان نہیں کرتا تو ناپاک محض ہے۔ جیسی صورت پر اس مرض باطن کو بچانے کے لئے عقل آخرت درکار ہے۔ دنیاوی عقل (بیچارگی) اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے ظاہر پر ہی تکیہ کر دیتی ہے۔ جس طرح عقل دنیاوی اپنے غائی لذتوں کی وجہ باطنی آفتوں کو مرض تصور نہیں کرتی، اسی طرح عقل آخرت بھی فراموشی کے پیش نظر ظاہری امراض کو مرض تصور نہیں کرتی۔ عقل معاش کوتاہ بین ہے، اور عقل معاد نیز نظر (دور بین) ہے۔ عقل معاد "غیب انبیاء و اولیاء" ہے، اور عقل معاش "مرغوب انبیاء و اولیاء" دین "دور" عقول کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ آخرت والی عقل حاصل کرنے کے لئے اسباب ہیں، ان میں سے ایک ذکرِ صوفیہ ہے اور آخرت احوال ہیں اور ایسے لوگوں کے ساتھ صحبت کا اہتمام جو بڑا آخرت کی دولت سے شرف یوں۔

داویم ترازا حنیف خصوصیتاً نے

چاہتا چاہیے کہ جس طرح ظاہری مرض کی موجودگی میں شرعی احکام کی ادائیگی میں دشواری ہوتی ہے، اسی طرح مرض باطن بھی موجب دشواری ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ

جلا وطنی میں انبیاء کی دعوتِ توحید کیوں عام نہ ہو سکی؟

یہ فقیر جتنا خود کرتا ہے اور فکر کو دھوتا ہے کوئی حلقہ ایسا نہیں پاتا، جہاں پر ہمارے مشہور شخصیات کی دعوت نہ پہنچتی ہو۔ بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا نور دعوت کے آداب کی طرف ہر جگہ پہنچا ہے، حتیٰ کہ پانچ سو سالہ جرنیل (کے علاقے) میں بھی، جس کے لیے سو (۱۰۰) قرینین) حامل ہے۔ (کمالیہ خاتم الامین) (مکتبہ) ام رسالہ میں چھپ کر پورے ہوں تو حکام مقامات ایسے پاتا ہوں کہ جہاں کسی شخصیت کی بہتت نہ ہوتی ہو۔ حتیٰ کہ ہمدان (جہاں) اس معاملے سے دور موصوم ہوتا ہے، یہاں پر بھی پاتا ہوں کہ فقیر مہموت ہوتے ہیں اور انہوں نے اللہ کی دعوت دی ہے۔ ہمدان میں ایسا محسوس ہوتا ہے، گویا انوار انوار، غلغات، شرک کے اندر مشغول کی طرح روشن ہیں۔۔۔ اور یہ بھی دیکھا ہوں کہ یہاں ایک فقیر دو ہے، جس پر کوئی ایمان نہیں۔ یا اور کسی نے ان کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ ایک فقیر ایسا ہے کہ اس پر صرف ایک فرد ایمان لایا ہے۔ ایک فقیر پر صرف دو آدمی ایمان لائے ہیں۔ بعض پر تین آدمی ایمان لائے ہیں۔ جس سے زیادہ کسی فقیر پر ایمان لانے والے نظر نہیں آئے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ ان خطیروں کی دولت عام نہ تھی، بعض کی دولت کسی ایک قوم کے لئے تھی، بعض کی کسی ایک قریب یا ایک شہر دلوں کے لئے تھی۔  
(کتوبہ ۲۵۹ صفحہ ۱۱۱)

## تشریح

یہاں گیس پرتی کی شدید قوتوں کو سمجھنے کے لئے یہ نکتہ ضروری ہے کہ انبیاء کرام دنیا میں اللہ کی طرف سے سب سے بڑی نعمت اور رحمت ہوتے ہیں، ان کی

۴۲ ہے فخر علی فخر بن علی علیہ السلام (جس جی کی طرف آپ مشرین کو جا رہے ہیں یعنی توحید وہ ان مشرکین پر بہت بھاری ہے)۔

ایک جگہ ارشاد ہے **وَاللّٰهُ لَکَفَّ بِالْعِلْمِ عَلٰی الْعِبَادِ** (جنگ نماز دشوار ہے مگر ان پر دشوار نہیں، جو خشیت اختیار کرنے والے ہیں)۔ ظاہر میں تو جہانوں اور اوصاف کی کثرت سے دشواری ہوتی اور باطن میں ایمان و یقین کی کثرت سے دشواری ہوتا ہے۔ شرعی احکام میں تو چار ہی سکوت موجود ہے۔ بہ تعالیٰ فرقہ ۲۰ ہے منہدہ بحکم التمس ولا یمتنہ بحکم الحسرت (بہ تمہارے لئے "ساری چاہتا ہے، دشواری نہیں چاہتا)۔ (مکتوب ۲۱۹ وفق اول کا ذکر)

تشریح

تکلی امرض، جو کہ افراد کی بلاست کے لئے کافی ہیں۔ اور معاشرہ میں فساد کا لہریہ ہیں۔ عام طور پر اس سے غفلت کا مظاہرہ ہے۔ بظاہر اگر کسی کی حد تک دین وادی بھی موجود ہے، لیکن باطنی تباہیوں جب چاہ حسب مال، حرص و ہوس، دوسروں کی حقیر اور دغاوی کی وجہ سے افراد معاشرہ میں بکھراؤ اور امت کی وحدت میں ٹوڑ کی فضا غالب ہے۔ یہ سب باطنی امراض کی نوعیت کو سمجھ کر ان کے ازالہ کی فکر کرنے کو ہونے کا نتیجہ ہے۔ (مرحب)

### عافیت اور خوشحالی کا نیک اعمال

اور ذکر سے وابستہ ہوتا

اِنَّ اللّٰهَ يَخْتَارُ مَا يَسُوْرُهُمْ سُوْرَةً مِّنْ دُوْنِ مَا يَخْتَارُوْنَ (تکوین ۲۰)۔  
 ہوتے تو نہیں چھڑے کرتا جب تک وہ اپنے احوال جیل کو اخلاق مذلیل سے چھڑے  
 کر دیں۔ یعنی جب تک کوئی قوم احوالِ باطل میں مشغول رہے گی اور ذکرِ خدا سے غافل  
 رہے گی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی عاقبتِ خوشحالی سلب نہیں ہوگی۔ (مکتوب ۲۴۹  
 دفتر اول)

رہی بھری جدوجہد ساری توانائیوں کے استعمال اور پائیزہ کردار کی روئی کے باوجود فرد کی طرف سے ان کی دولت سے بے نیابتی کی روش کا ہونا ایک عظیم پر صرف ایک آدمہ افراد کا ایمان لانا، انسانیت کا سب سے بڑا اہلیہ ہے۔ اور انسانی نفسیات میں موجود سنگین خرابی کو ظاہر کرتا ہے۔ موجودہ دور تو سراپا مادیت سے مہارت ہے۔ درہن دور میں نفس کی خواہشات کو مشتعل کر کے لئے ہر وقت مادی متاع و مقابہ موجود ہیں۔ لیکن اس دور میں تو یہ صورت نہیں تھی، اس کے باوجود اللہ کے مہربان کی مخالفت کرتا اور اس کی دولت کا حق جو بابتنا، نفس پستی کی قوتوں کو گھٹنے کے نقطہ سے اترے گئے تھے (مرحب)

کفار کو حاصل ہونے والے بعض فیجی

امور کے کشف کی حیثیت

تصفیہ ازکیہ اور نفس کی پاکیزگی کی حد تک، یہاں سے جو راستہ ہے جو اس کی مرضی کی ہوں، اس بات کا تعلق بھی نیجہ کی بے نیابتی سے ہے اس لئے ایسا کی بے نیابتی کے بغیر تزکیہ اور نفس کی صفائی کی کوئی حقیقت نہیں، کفار اور اہل فتنہ جو جنہائی حاصل ہوتی ہے وہ نفس کی صفائی سے، نہ کہ قلب کی، نفس کی یہی صفائی موعی اور ضرورہ کے حدود اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی، نفس کی صفائی کی وجہ سے ان پر جو بھس نہیں چڑا کر کا کشف ہوتا ہے۔ وہ ان کے لئے فیکل و آزمائش کی حیثیت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس بلا سے محفوظ رکھے کے صدقہ سے نجات دے۔ (کتوب ۲۶۱ دفر ۱)

تشریح

اس سے معلوم ہوا کہ عبادات کے ذریعہ نفس کی صفائی اہل کفار کی بھی ہوجاتی ہے۔ در نہیں کشف دینہ بھی حاصل ہونے لگتا ہے۔ اس کے یہ عبادت سے اور ان کا کشف ان کے لئے ذمیل اور آزمائش سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا، اس لئے کہ کج

دینی حلقہ اور اسلامی شریعت کے بغیر یہ چیزیں اللہ کی رضا مندی کا موجب ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کشف اور لوگوں کی دلوں میں موجود باتوں کے جاننے کا تعلق نفس کی قوت کو پامال کرنے سے بھی ہے۔ جب نفس، حالت بھوک اور دہشتوں سے پامال ہوتا ہے تو رتہ کی پرہیز اور کجی ہوجاتی ہے، لیکن کجی اہل حلقہ اور اسلامی شریعت کے بغیر اس طرح کی روحانیت اور کشف خداوندی کی امید کا حامل نہیں۔ (مرحب)

دراخت انبیاء کی بصیرت افروز تھریج

حدیث میں ہے۔ انصاف و روحہ الانبیاء (علاء کے جیسا انبیاء کے وارث ہیں)۔ انبیاء علیہم السلام کے جو علوم وراثت ہے وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک احکام کا علم دوم اسرار کا علم، انبیاء کا وارث کھلانے کا سقن دینی عالم ہے، جس کو دونوں قسم کے علوم سے حصہ ملا ہو یہ نہ ہو کہ فقط ایک قسم کا علم نصیب ہو، دوسرے علم سے عروہی ہوتی ہے۔ وارث وارث کے خلاف ہے۔ وارث مورث کے سارے ترکے میں حصہ دار ہوتا ہے، یہ نہیں کہ وہ وراثت کی کچھ چیزیں میں تو حصہ دار ہوں، کچھ میں نہ ہوں اور جس کا حصہ کسی خاص جس تک محدود ہے وہ (وارث نہیں ہے اس لیے کہ فرض دینے والے کا حصہ صرف اس کے حق کی جس سے حلق ہوتا ہے۔ (کتوب ۲۶۸ دفر اول مقام خانقاہ)

تشریح

ملاہ کرام، انبیاء کرام کے دونوں طرح کے علوم کے وارث ہوتے ہیں، ایک شرعی احکامات کا علم، دوم اسرار کا علم، یعنی باطنی علوم، جس سے نفس کی قوتوں کو شریعت کے تابع بنا کر، نفس علت، خواہشات و ہیبت سے نورا جاتا ہے، محض ایک طرح کے علم سے انبیاء کی وراثت سے حصہ نہیں ملتا۔ (مرحب)

اپنے اختیار کا شیخ کامل کے اختیار میں گم کرتا

اپنے اختیار کا شیخ کامل کے اختیار میں گم کر دے اور خود کو ساری آرزوں سے

نہ کر کے اس کی خدمت کے لئے کمر باندھ لے۔ شیخ کابل اگر غالب میں ذکر وادار کی استعداد دیکھے گا تو ذکر کا ختم کرے گا۔ اگر اس کے لئے مراعات کو مناسب سمجھے گا تو اس کے لئے ارشاد فرمائے گا اور اگر محض اپنی محبت میں رہنے کو کافی سمجھے گا تو اس کا امر کرے گا۔ نیز چاہئے کہ اس راہ کی شرائط کا خیال رکھا جائے یہ شرائط، مثلاً شیخ کتب میں تفصیل سے موجود ہیں، وہاں دیکھ کر ان کو ملحوظ رکھا جائے۔ اس راہ کی سب سے بڑی شرط، نفسِ امارہ سے منکر آرائی کرنا ہے اور یہ س کی مخالفت اس بات سے وابستہ ہے کہ ختامِ تقویٰ کی رعایت و پاسداری کی جائے۔ (مکتوب ۲۸۹ دفتر اول)

### تشریح

شیخ کابل جو لکھی قوتوں کے تالیف پچاز کوئے کر چکا ہوتا ہے، غالب سب اپنے آپ کو محسوس کر کے پروردگار سے تو وہ بڑی عفت و بصیرت سے ساتھ نفس کی تضحیت سے نکالنے کے لئے کوشاں ہوتا ہے، شیخ کابل پر مکمل اعتماد کر کے اس کے سامنے اپنی رائے کو قی کرنا ناگزیر ہے۔

اس کے بغیر راہِ سلوک کا سفر ممکن نہیں، اس لئے کہ مبتدی نفسی قوتوں کی غفلت و قوتوں سے آغوشہٴ محسوس ہوتا ہے، وہ شیخ کی سرپرستی میں سفر کرنے کے نتیجہ میں نفسی قوتوں کو مہر کر کے نفسِ مہربان تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ (مرتب)

### شرعی احکام کی ادائیگی میں

نفسانی غفلت کی وجہ سے دشواری کا ہونا

بعض افراد کو جو شرعی احکام کی ادائیگی میں جو آسانی محسوس نہیں ہوتی، تو نفسانی غفلت اور عینِ کدورت کی وجہ سے ہے، نفسانی غفلت اور عینِ کدورت نفسِ امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہیں، اور نفسِ امارہ ظاہر ہے کہ حق کی عداوت پر اُٹا ہوا ہے۔ نہ توئی فرماتا ہے (سب کچھ نہ ہوا، ہے مگر اس پر ہمارے نہیں جو

جاہزی اور فروغی کرنے والے بندے ہیں) جس طرح ظاہری مرض سے احکام کی ادائیگی میں دشواری کا ہوتی ہے، اسی طرح باطنی مرض بھی دشواری کا باعث بن جاتا ہے۔ شریعت مطہرہ، نفسِ امارہ کو پکھیلنے اور اس کے دوسوں کو دور کرنے کے لئے وارد ہوئی ہے۔ خواہشِ نفس اور اتباعِ شریعت دونوں آپس میں یک دوسرے کی ضد ہیں، لہذا جب کوئی شرعی احکام میں دشواری محسوس کرے گا یہ علامت ہے اس بات کی کہ اس کے اندر خواہشِ نفسانی کے موجود ہے (بلکہ طاقتور ہے) جس قدر دشواری محسوس ہوگی اسی قدر سمجھا جائے گا کہ خواہشِ نفس موجود ہے۔ اور جب نفسِ امارہ کی خواہشِ کفایت دفع ہو جائے گی۔ شرعی احکام میں دشواری کا احساس ختم ہو جائے گا۔ (مکتوب ۲۸۹ دفتر اول، عام مولانا بدر الدین)

### تشریح

کلمات، کر کے بغیر نفسی قوتوں کی شوری ختم نہیں ہوتی بلکہ نفس کی قوت و شدت موجود ہوتی ہے اور یہی نفسی قوت شریعت پر پھلنے میں حرام ہوتی ہے۔ اور اخلاقِ حسنة کی راہ میں حائل ہوتی ہے۔

جب تک ذکر و فکر کے مجاہد اور صحبتِ اہلِ اللہ کے ذریعہ نفسِ امارہ کا زور نہیں ٹوٹنے کا اور نفس کی حالتِ حاصل نہ ہوگا، اس وقت تک شریعت پر عمل جاری ہونا دشوار ہے، دوسرے شرعی امور تو خیر اپنی جگہ، لہذا تک کی ادائیگی میں شدید مشکلات درپیش ہوں گی۔ حضرت مجدد کا بیان کردہ یہ نکتہ اہم ہے، جس کا مشاہدہ راہِ سلوک کے ہر جانب کو درمرو زندگی میں حاصل ہوتا ہے۔ جو افراد، دوسوک میں نہیں ہیں، ان کی نفس کی شدت کا کیا کہنا۔ نفسِ غفلت کی موجودگی میں گرچہ ظاہری اور دینی فرائض کی ہی تدریج کی صورت پیدا ہو سکتے، جو بات کا نتیجہ ہوتی ہے، لیکن دل کی گہرائیوں اور محسوس نہ کی رضا مندی کے مقصد سے فرائض و عبادت و سنن کی ادائیگی ہونا دشوار تر ہے۔ باطنی عبادتوں سے نجات اور اخلاقِ حسنة کا پیر ہونا تو طریقہ دشوار تر ہے۔ اس لئے نفسانی غفلت کے ازالہ کا کام سارے کاموں سے زیادہ

ہیت کا حامل ہونا چاہئے۔ مرتب)

فقہ کے خلاف حیثیت کا انعقاد

اللہ تعالیٰ اہل کتاب کی خدمت کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ان کو (بیہودہ) جھوٹ بنائے اور حرام کھانے سے ان کے زہد اور عالم کیوں نہیں منع کرتے ہیں وہ تک یہ جو کچھ کر رہے ہیں نہ کر رہے ہیں۔ دوسری جگہ فرماتا ہے وہ (علاء بیہودہ) بیہودہ کو برسے کام کرنے سے نہیں روکتے ہیں یہ برا کرتے ہیں۔ ان قسم کے واقعات میں تعادل کرنا بدھن کو دلیر بنانا اور دین میں رشتہ ڈالنا ہے۔ یہ بات بھی (بیہودہ کی) سستی سے بھری ہے کہ مہدی عیاض اس جگہ پر بلا اہل حق کو باطل کی طرف دھکت دے رہی ہے اور وہ قہوڑے قہوڑے وقتوں سے وہ ایک آدمیوں کو اس طرح پک پکیتے ہیں، جس طرح بھیرنگے میں سے بھیرنگے لے جاتا ہے۔ زیادہ کی تکلیف دہاں۔ چونکہ یہ (خطیبہ والی) خبر دھشت اثر بھٹے شورش میں سے آئی اور اس نے میری رنگ باروتی کو تحریک کر دیا، اس لیے یہ چند کلمات لکھ رہے (اسید کر) مجھے معذور سمجھ لے۔ (ایضاً)

### تشریح

اس مکتوب میں آپ نے جو غیر معمولی دینی حیثیت ظاہر کی ہے، وہ ہمارے لئے قابل تقلید ہے۔ موجودہ دور میں آنے والے دن جو سستے فقہی افکار رہے ہیں، انھیں خاص مادی نوعیت کے نظریاتی فقہ، جو ہماری دین و جون سن کو دین کے بنیادی عقائد سے بغاوت کی راہ پر لے جا رہے ہیں۔ ان عقول کو سمجھ کر، ان کے مقابلہ کی فکر نہ ہونے کے برابر ہے، حضرت مہدی سے محبت کے دھیادوں اور مہدی کی ہوائے والوں کو حضرت مہدی کا یہ اور اس طرح کے دوسرے مکتوب بیدار کرنے اور بھگڑنے کے لئے کافی ہیں۔ مہدی سلسلے سے بہت سارے روتے ایسے موجود ہیں، جو اصلاحیت بھی ہیں تو ان کے پاس وسایل کی بنیاد بھی ہے، لیکن مہدی عیت کے حامل سے دین کو درپیش پہنچا کا فہم دشواری سے نہ ہر سے وہ اس

سلسلے میں کوئی کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ کاش وہ حیثیت دین کا مظاہرہ کرتے ہوئے مہدی عیت کے پہنچنے، (جس نے انھوں سے زیادہ افراد کو بیکار بنا دیا ہے) کے مقابلہ کی فکر کریں اور اپنے اصلاحیت افراد کو اس کام میں لگائیں۔ (مرتب)

کچھ نماز کی تاکید کے بیان میں

نماز، دین کا ستون اور معراجِ مومن ہے (اس سے) انسانی اور انسانی میں پورا اجتماع طرہ رکھ جانے اور امتیاز کرنی چاہئے کہ نماز کے ارکان و شرائط اور اس میں آداب، نماز کی نمایاں شان اور اہمیت۔ طہارت و تقدس اور ارکان کے تحقق پر جو تاکید کی جاتی ہے کہ اس کی اچھی حفاظت کریں۔ کلمہ کوکب کو ایک چارہ سے کہ وہ نماز کو ضائع کر رہے ہیں اور طہارت اور اس کے ارکان کو برباد کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں وحید اور جہاد ہیں وارد ہوئی ہیں۔ نماز جب درست ہوگئی تو (بکھو، نہایت کے لیے مہمگیر تر گئی)۔ اس لیے کہ اس کے ذریعے دین قائم ہوا اور عروج کا ذریعہ بن گیا۔ (مکتوب ۲۰ دفتر دوم، جامع مولانا محمد طاہر پٹنئی)

### تشریح

جب نماز کی راہ میں حائل دشواریاں دور ہو گئیں اور نماز میں شریعت و مشروع کی کیفیت غالب ہوا شروع ہوگئی، نیز نماز سے انسیت کا تحقق قائم ہوا اور مستحکم ہونا شروع ہوا تو سمجھنا چاہئے کہ ذکر و فکر کے عبادوں کا مستفاد حاصل ہو گیا، اور اس سے سادگی کے لئے ہونے میں زیادہ دشواری دینی نہیں، بالخصوص معراج المؤمنین کا مقام جس مسئلہ کے حامل افراد کی کو نصیب ہوتا ہے۔ (مرتب)

بزرگواروں غفلتوں و کمزوریوں کا علاج

اجتماع سنت اور شیخ سے محبت و اخلاص کا ہونا

اگر ان دو چیزوں میں کوئی غفلت واقع نہ ہوا ہو۔ تو کوئی قسم کی بات نہیں۔ ایک

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اتباع۔ وہ اپنے شیخ سے محبت و احسان۔ ان دونوں چیزوں کی موجودگی میں اگر دل پر غبار و غلغلیاں اور کدورتیں جاری ہوں گی، تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ انجام کے لحاظ سے فرد کو خراب وضع نہیں کریں گے۔ لیکن اگر خدا خواستہ ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک میں بھی نقصان پیدا ہو گیا تو خرابی ہی خرابی ہے، اگرچہ فرد کو کتنی ہی ضرورت و اجیت حاصل ہو۔ اس لیے کہ وہ استدراج (پھلت و پھل) ہے اور اس کا انہم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ ان دونوں باتوں میں حاجت قدم رہنے کی دعا مانگیں اور اس سے ان دونوں باتوں پر مستحکم رہنے کی التجا کریں۔ انہی دو چیزوں پر کام اور نجات کا عار ہے۔ (مکتوب ۳۸، دفتر دوم عام خوجہ محمد اشرف دہلوانا حاجی محمد رزوی)

### تشریح

یہ مکتوب اس اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں شیخ سے محبت کو فیصلہ کن قرار دیا گیا ہے، شیخ کا اصل جو رسول کا نائب ہوتا ہے، جس کی زندگی، اللہ کے رسول کی زندگی کے نقوش پر مشتمل ہوتی ہے، اس سے محبت کے حصول کی وجہ سے فرد کے لئے اللہ و رسول کی محبت آسان کر دی جاتی ہے۔ اور باطنی اصلاح اور تزکیہ کی راہ کھول دی جاتی ہے۔ اور اسے خلقِ حسنہ سے آہستہ کیا جاتا ہے۔ یہ دو نکتہ ہے، جسے نہ گھٹنے کی وجہ سے فوج بھی پیدا ہونے لگتی ہے۔ امت کی چارویں تاروں کی بات نہ بنام ہے کہ بزرگانِ دین سے محبت اور ان کی صحبت کی وجہ سے کروڑوں افراد، دین پر حقیقت سے قائم رہے، آج جب امت کا یہ فیصلہ قائم نہ رہا اور اہل اللہ سے محبت کا فیصلہ منقطع ہو گیا تو امت نے یہ سیلاب میں ٹھوکر کی طرح بننے کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ فوراً دگر کی ضرورت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صالحین، اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے کی تاکید و وصیت کرتے رہے ہیں۔ سبب یہ ہے کہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ دین و دین کے سارے علوم (خود دنیائی علوم و علوم) ماہرین کی

محبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔ (سراج)

کچھ ذکر اور درود کے پارے میں

اللہ تعالیٰ کی حاجت سے مسلم ہوا کہ اس وقت ذکر کرنا درود پڑھنے سے بہتر ہے، درود بھیجے والے کے لیے بھی اور جس ذات گرامی پر درود بھیجا جاتا ہے اس کے لیے بھی۔ وہ جہ سے ایک جہ تو یہ ہے کہ صلیبی قدسی میں آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”جس شخص کو میرا ذکر سوال و درخواست سے باز رکھے میں اس کو ان لوگوں سے بہتر اور زیادہ قریب دیتا ہوں جو مجھ سے سوال کرتے ہیں۔“ دوسری جہ یہ ہے کہ ذکر، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مانگو ہے۔ ذکر کا ثواب جس طرح ذکر کو ملتا ہے ان سرائفہ کو بھی اس ثواب کے مثل ملتا ہے۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ہے: ”جس شخص نے کسی طرح ایک ایک کی بنیاد رکھی، پس اس کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ جو شخص بھی اس نیک طریقے پر عمل کرے گا، اس کا ثواب بھی۔“ اس طرح ہر عمل نیک جو کسی امتی سے دہرو میں آتا ہے، اس کا اجر جس عامل کو ملتا ہے بغیر کو بھی جو اس عمل کے مقرر کرنے والے ہیں، اسی قدر اجر ملتا ہے، بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی واقع ہو۔ اور اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ عمل نیک کرنے والا بغیر (کو ثواب پہنچانے) کی نیت سے عمل کرے۔ اس لیے کہ یہ اجر کا دینا محض حلال حق ہے۔ عمل کرنے والے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ البتہ اگر عمل کرنے والا بغیر کی نیت بھی کرنے کا تو یہ مرفوض عامل کے اجر و ثواب کی زیادتی کا باعث اور ہر یہ بدعتی اجر و ثواب بھی بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرے گی۔ (مکتوب ۵۵ دفتر دوم عام حاجی محمد رزوی)

### تشریح

ذکر کی اہمیت مسلمہ ہے کہ ذکر سے نفس کی قوت پامال ہوتی ہے اور ذکر کا نور

فرد کی زندگی میں فیصلہ کن نکتہ تبدیلی کا ذریعہ امت ہے۔ جس ذکر کی برکت سے فرد کی زندگی پاکیزہ ہو جائے اور نفس پرستی کی قوتوں سے بچاؤ کی صورت پیدا ہو جائے۔ اس ذکر کی ہیبت مسئلہ ہے۔ چونکہ ذکر کی تعلیم اللہ کے رسول کے ذریعہ ہی ہے، اس لئے اس کا ثواب اللہ کے رسول کو تو ہر صورت میں مل کر رہے گا۔ تاہم روزانہ درود کا کچھ نہ کچھ تہجد میں معمول ہونا ضروری ہے، اس سے کہ جس آستی کے ذریعہ سے اسلامی شریعت ملی، جو آستی ہمارے لئے دونوں جہاد کی سعادت کا ذریعہ ہے، اس پر درود بھیجا جاتی پڑتی ہے۔ (مرتب)

مبتدی کے لئے ذکر کی فیصلہ کن اہمیت

اس میں شک نہیں کہ ذکر سے اصلی مقصود اللہ کی یاد ہے اور اگر اس کا حقیقی حاصل اور درود شریف میں اصلی مقصود غلبہ اور وحاکمت ہے اور ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ مگر وہ فیوض و برکات جو ذکر کی راہ سے فہم یافتہ کو پہنچتے ہیں ان فیوض و برکات کے ساتھ ہی میں کی دے، زیادہ ہوں گے، جو درود کی راہ سے ان کو پہنچتے ہیں۔ یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ہر ذکر پر ہیبت نہیں، بلکہ جو ذکر، اپنی تہذیب و دینی خصوصیت و اہمیت کا حامل ہے، اگر یہ ذکر، جس کو طالب کسی شیخ کمال سے حاصل کرے اور شرائط کے ساتھ اسے کرتا رہے تو وہ درود سے افضل ہے اسی لیے بزرگوں نے مبتدی کے لیے سوائے ذکر کے اور کوئی چیز تجویز نہیں کی ہے اور اس کے حق میں فراہم، (واجب) اور سنن کو کافی سمجھا ہے اور اسے کلی چیز اس سے منع کیا ہے۔ (ایضاً)

تشریح

چونکہ مبتدی کا نفس، شرارت میں شیطان سے زیادہ شرمینا ہے، اس لئے ذکر کثیر کے ذریعہ نفس کی اس گمراہی کی صفائی ضروری ہے، دوسری صورت میں ہر کام میں نفس کے فساد کی جراثیم شامل ہونے کے خطرات لاحق رہتے ہیں۔ کلی

عبادت اور دینی کاموں میں بھی دعوتی کے خطرات لاحق رہتے ہیں۔ اس لئے اگر کثیر کے بغیر سالکوں کو کلی چیزوں سے بھی منع کیا جاتا ہے، پہلے اصل مقصود کی سمجھ ہو جائے، اس کے بعد ہی سارے کام نیکی میں شمار ہوں گے۔ (مرتب)

دعوت کے کام سے بڑھ کر  
کوئی کمال نہیں

یہ بات بھی اچھی طرح روشن ہے کہ کوئی کمال، دعوت تبلیغ کے کام کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔ اس لیے کہ اللہ کے بندوں میں اللہ کو وہ بندہ زیادہ محبوب ہے جو بندوں کی دعوتی اللہ سے اور اللہ کی دعوتی بندوں سے گراوے، مگر یہ ہے یہ دائمی وسیع کا کام ہے۔ تم نے نہ تو کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جہاد کی روشنائی، شہداء کی شہادت اللہ کے خون کے ساتھ وزن کی جائے گی اور عہد کی سیاسی و روشنی کا پلہ، شہداء کے خون کے پلے سے ہماری ہوگا۔ امت کو یہ دعوت دعوت تبلیغ یا رسالت میرے ہیں، جو کچھ بھی دعوت و تبلیغ ان کے پاس ہے وہ مشیر کے فیصلے جس حور پر ہے۔ اصل اس بات ہے اور شرعاً اصل سے نکلتی ہے۔ اس سے اس امت کے اندر دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کی فضیلت کھلی چاہیے۔ دعوت و تبلیغ سے مختلف درجہات ہیں اور "اعیان و مہلکان" کے درجہات میں بھی فرق ہے۔ عہد کا وکیل خاص یا جبری انکار کی تبلیغ ہے۔ صوفی باطنی احکام کا اجرا کرتے ہیں۔ اور جو عالم بھی جو درصوفی بھی تو وہ کسی کا نظم رکھتا ہے اور اپنی خواہ و اصل کی تبلیغ کے شان و شان ہے اور (درحقیقت) وہی عجب و وارث بظہیر مکتبہ ہے۔ (مکتوب ۷۵ دفتر دوم)

تشریح

دعوتی کام کی اہمیت مسئلہ ہے۔ حوصلہ صوفی کو شیخ، کمال کی سرپرستی میں دعوتی کام کرنا چاہیے اس کام میں تقویت کا ذریعہ ہونا چاہیے۔ دعوتی کام کے بغیر باطن قوتوں اور مادیت پرست اور بیکار عناصر کے کام کے قوز کی صورت کا پیدا ہونا ممکن



میں۔ دین کے تحفظ و بقاء کا کام دعوت کے کام سے ہی وابستہ ہے، مابقی اہل تصوف کے لئے اس کام کے لئے قریباً ضروری ہے۔ دعوتی کام میں بھی بہت سادہ سادہ ہیں۔ فکری و علمی کام کا محاذ ہے۔ لوگوں کو ذکر و فکر کے معنی کی طرف بلانے کا محاذ ہے۔ نئے نئے سے بچنے اور اس فوجی کا محاذ ہے، مختلف حوزات کے لوگوں کو مختلف محاذوں پر دعوتی کام کرنا ضروری ہے، اس کام کی برکت سے اللہ کی طرف سے راہ سلوک کے نئے ہونے کی صورتیں بھی پیدا ہوتی جائیں گی۔ (مرتب)

دوسرے بزرگ سے استفادہ کا سوال

دریافت کیا تھا کہ ہر کے زعمہ اور موجود ہونے کے باوجود اگر کوئی طالب کسی دوسرے شیخ کے پاس جا کر اس سے استفادہ کرے تو کیا یہ جائز یا نہیں؟ جانا چاہیے کہ ایسی مقصود حق تعالیٰ ہے، یہ بھی (محفل) ایک امید ہے حق تعالیٰ تک پہنچے گا، مگر کوئی طالب اپنی صلاح دوسرے شخص سے صحبت میں دیکھتا ہے، اس کی صحبت سے اس کا دل حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو جائز ہے کہ وہ اپنے حق کی حیات ہی میں اس کی اعانت کے بغیر اس شخص سے فیض حاصل کرے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر دل سے انکار نہ کرے اور اسے اپنی حق کے ساتھ یاد کرے (فرقہ دوسرے شیخ سے ہدایت حاصل کرنا جائز ہے) بالخصوص اس زمانے میں کہ جب ہر بی ویریدی ایک دم وادعت کی صورت اختیار کر چکی ہے اور بالکل بی اثر وقت، جو خود اپنی خبر نہیں دیکھتے اور ایمان و فکر کی امتیازی حدود قائم نہیں کر سکتے، وہ خداوند کریم سے کیا خبردار ہوں گے اور میرے کو کیا راہ درست دکھائی گئی ہے۔

آ کہ از خوشن چہ نیست جنبی کے خردوار واز چنان و جنبی

اس مرید پر افسوس ہے جو ایسے (ناقص) حق پر اصرار کرے بیخود ہے، اور دوسرے کی طرف رجوع کرے راہ خدا معلوم نہ کرے۔ یہ بیٹھائی دھوے ہیں، جو ناقص حق کے زعمہ ہونے کے باعث، طالب کو راہ حق سے روکتے ہیں۔ جس جگہ بھی

ہدایت اور دل کی یکسوئی میسر ہو، ہے تامل وہاں رجوع کرنا چاہئے اور شیعہ فی سہولوں سے چٹا چاہئے۔ (کتوب ۲۳ دفتر دوم، نام نور محمد اٹالوی)

اللہ کو دعوتی کام سب سے زیادہ محبوب ہے، اس کتاب میں دوسرے جہات پر بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اگر تاحق حق کی صحبت حاصل ہے، بعد میں اس کا احساس ہوا تو اس صورت میں طالب کے لئے لازم ہے کہ اپنے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرے، جس کی صحبت سے دل سے حب ہوا وہب مال کے جذبات متخلل ہونے لگیں اور تزکیہ و اخلاق حسنہ کی صورت پیدا ہو۔ (مرتب)

دل کے بدلنے ہوئے احوال سے پریشان نہ ہونا چاہیے

(حدیث شریف میں ہے) الدنيا صحن العوس دنیا سون کا قہر خانہ ہے۔ قہر خانہ کے مناسب حال تو دردِ عالم اور مصیبت حق ہیں۔ دل کی کیفیت کے اول بدل ہونے سے پریشان نہ ہوں۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے صحن مع الغنم ينسرون مع الغنم ينسرون۔ (بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے، الہیت دشواری سے ساتھ آسانی ہے)۔ دیکھو اس جگہ ایک غلی دشواری کے ساتھ آسانیوں کی مدد کی جاتی ہے، شاید ان سے قرآنی دنیا اور قرآنی آخرت مراد ہو، ہا کریموں کا رملہ طور نیست۔ (کتوب ۲۳ دفتر دوم، نام محمد سومن خاں)

تشیوہ

راہ صحبت کا طالب برسوں تک نفس کے ساتھ حالت جنگ میں ہو۔ کہ ہجہ سے یکپارگی کے اول بدل سے دوچار رہتا ہے، کبھی تو ذکر و فکر اور اس کا ذوق و شوق بے پناہ ہوتا ہے اور کبھی ساری کوششوں کے باوجود ذکر و فکر میں کیفیت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں۔ کبھی وہ محسوس کرتا ہے کہ نفس پوری طرح اس کے تابع ہو گیا ہے، کبھی اس پر نفس کی قوت اس طرح غالب آ جاتی ہے کہ وہ آہ و زاری کرنے لگتا

ہے، آئے دن کے بدلتے ہوئے ان حالات سے وہ شدید تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو راندہ درگاہ سمجھنے لگتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ عکس کے ساتھ یہ حالت جنگ اور لڑائی ہوتی ہے کیفیت ایسی ہیں، جو طالب کی کامیابی کی نوبت ہیں، اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ راہ سلوک میں تیز رفتاری سے چل رہا ہے، یہ راہ سلوک کی بنیادی علامتیں ہیں، اب تک کے بزرگوں کو جو کچھ بھی حاصل ہوا ہے، وہ دائمی حالات سے گزرنے کے نتیجے میں ہی حاصل ہوا ہے، اس لئے اس اعتبار سے طالب کو حوصلہ اور اعتماد رکھنا چاہئے کہ عکس کے خلاف ان کی کامیابی ان شاء اللہ نتیجہ خیز ثابت ہوں گی۔ (مرحب)

### اسلام کی حقانیت اور باطل کی بخلگی کی کوشش کا ضروری ہونا

بعض صوبے علوم نے لالچ کی جڑ کہ خبط باطل کا حجب ہوتی ہے۔ اسراء وصال میں سے قرب سلاش کر کے ان کی خوشہ کرنا شروع کردی۔ اور دین جہنم میں طرح طرح کے شکوک و شبہات ڈال دیے اور بے باتوں کو راسخ مستحکم سے بنادیا۔ یہ دوشہ عظیم شاہ جب کہ آپ کی امت اچھی مرتبت سنا اور اس کو قبول کرتا ہے تو یہ کتنی اہل دجہ کی ہمت ہوگی کہ مراد سے بدلتا رہے گا تو اس میں کھڑے حق جتنی کھڑے سلام کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق کانوں میں ڈال دیں اور عقلی گنہگار بھی ہو، اہل حق کی باتوں کو بادشاہ کے سامنے پیش کریں، بلکہ اس بات کے خنجر ریں کہ کوئی نہ کوئی صورت ایسی پیدا ہوتی رہے جس سے مذہب کی گتھو درمیان میں آجائے۔ تاکہ اسلام کی حقانیت کا اظہار اور کفر و کافری کے باطل ہونے کا بیان ہو سکے۔ کفر خود ایک کلام ہوا باطل ہے، کوئی حلقہ اس کو پسند نہیں کرتا، اس کے باطل ہونے کو بلا باطل ظاہر کرنا اور کفر کے باطل کی معبودوں کی بے وقت لگی کرنا چاہیے۔ ایف۔ (مکتوب ۶۶ دفتر دوم)

### تشریح

اس مکتوب میں حکمراں طبقات میں دھوکے کام پر اکسایا گیا ہے۔ اگر راہ سلوک سے وابستہ افراد، معاشرہ کے عاثر طبقات میں عکس کے ساتھ دھوکے فریضہ سرانجام دیں تو اب بھی باطل کے خلاف صف آرائی کا کام ہو سکتا ہے۔ لیکن اس طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرہ اسراف و فساد سے مہرمت ہو گیا ہے۔ باطل اور عاثر طبقات میں دعوت کا کام وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ (مرحب)

### اصلاح حکومت کی کوشش کا ہونا بہی آدم کی اصلاح کی کاوش کے برابر ہونا

سلطان کی حیثیت روح کی سی ہے اور لوگوں کی مثال جسم کی سی، اگر روح صالح ہے تو جسم و بدن بھی صالح ہے، اگر روح فاسد ہے تو بدن بھی فاسد ہے۔ جس سلطان کی اصلاح کوشش کرنا، قرآن ہی آدم کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے، اور اصلاح کھڑے اسلام کے اظہار سے وابستہ ہے، جس طرح بھی اور جس وقت بھی مناسب ہو، اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق کبھی کبھی سلطان کے گوش گزار کرنا ضروری ہے اور حکامین کا رد کرنا بھی چاہیے۔ اگر یہ دولت صبر ہوگی تو سمجھو کہ انبیاء و علیم اسلام کی وراثت حقیقی حاصل ہوگی۔ آپ کو یہ دولت ملت میں حاصل ہے۔ اس دولت کی قدر چکائی چاہئے۔ (ایضاً)

### تشریح

اس مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمرانوں سے نفاذ آرائی کی بجائے عکس کے ساتھ ان کی اصلاح کی کوشش ہونا۔ یہ بہت ضروری ہے۔ حضرت ہمدانی نظر میں اس کام کی حیثیت فیصلہ کن ہے۔ حضرت ہمدانی کے دور میں ان سے محبت رکھنے والی

بعض غمگین ہیں (جن کی قابلِ ذمہ حد تک صلاح ہو چکی تھی) وہ اپنی ستارہ سمانی حیثیت کی وجہ سے بادشاہِ وقت سے قریب تھیں۔ آپ نے ان کے ذریعہ بادشاہِ وقت کی صلاح کی کوشش کی اور آپ اس کوشش میں بڑی حد تک کامیاب رہے۔ آج کے دور کے حکمرانوں پر اثر انداز ہو کر ان سے دیہاتی نظام میں ہماری اور نظامِ تعلیم کی صحیح ضرورتوں پر تشکیل کے سلسلہ میں کس طرح کام ہو؟

انہوں کی بات ہے کہ وہی سیاسی جماعتیں سیاست میں گریپ بن کر یا تو مقابل کی حیثیت سے سامنے آتی ہیں یا اقتدار میں شریک ہو کر اقتدار کی غواہیں کی نذر ہو جاتی ہیں۔ اس میں خواتین کی اصلاح کے لئے جنگی ٹرمنڈی اور ہندو کا خلع اقداس ہے۔

اس گاڑی بھر عسکرت مصل کے ساتھ کام کی ضرورت ہے، اس سے حکومتی دافروں کے ذریعہ بڑھتے ہوئے بازار سے بچنے کی کافی بھر صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

کثرت ذکر کے ذریعہ

تہذیب نفس سے پہلے تعلیمی عبادات کا وبال ہوتا

[illegible]

ذکر کئی دواہیات (ذکر اذکار اللہ) حوالہ قرآن اور طویل قیام کے ساتھ  
نہ، ان تین چیزوں میں سے کچھ یا سب؟ (اس کا جواب یہ ہے کہ ذکر کئی  
دواہیات کی حیثیت وضو جیسی ہے کہ وضو نماز کے لیے شرط ہے، جب تک صحیح طریقہ پر  
طہارت نہ ہو، نماز شروع کرنا منع ہے۔ اسی طرح جب تک حلالہ نقلی انجام تک نہ

ہے، جس وقت تک فرائض و واجبات اور سنتوں کے علاوہ دیگر نیک عبادات و اعمال میں داخل ہوں گی، اول اپنے مرض کا ازالہ کرنا چاہیے، مرض کا زائل و رفتاری و مثبتات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس کے بعد دیگر عبادات و حسنات میں مشغول ہونا ہے۔ یہ نیک عبادات و حسنات ایکنی ہیں، جسکی کار بدن کے لیے صالح تھا ہوتی ہیں، مرض کی سوجھ بوجھ میں جہنگی تھا کھائی جائے گی، وہ کا قدر و عطا ثبات ہوگی۔ (مکتوبہ ۱۲، ۱۱ دفعہ سوم)

تشریح

اس مکتوب میں جو اہم نکتہ بیان ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ جب تک کثرتِ ذکر کے ذریعہ نفسِ نکو اور نفسِ دور سے صواب تک تکبر و غیرہ کا پانچواں موجود ہوگا، یہ ضرور کے دل میں دنیا کی چابوت اور اس کی ریب و زینت کا نقشِ مستحکم رہے گا اور فرد کا باطنی دنیا کے حوالے سے زیادہ تر ہوتا رہے گا اور نفسِ نباتات اور نفسِ کدورتوں کی موجودگی میں صواب مع ایلہ نہیں ملے سے مستحکم تعلق قائم نہ ہو سکے گا۔ اس صورت میں عقلی حقائق سے دھوکہ اور تکبر جیسی چیزوں کے بڑھنے کا خطرہ موجود ہے، دوسری نقلِ مہدی اس وقت نافع ہوں گی، جب کثرتِ ذکر کے نور کے ساتھ تہدیسِ نفس کا نفسِ قابلِ ذکر حد تک نہ ہو جائے گا۔ اگرچہ تشبیہی سند کا اصل ذکر ہم ذات کا بھی ذکر ہے، اس ذکر کی خوبیت عرصہ تک طالب کو دوسرے ذکر کی طرف جانے کی قیاس دیتی، تاہم محسوس طالب کے لئے لالہ، لالہ کا ذکر بھی موجود ہے۔ جس سے اللہ کے سوا سارے جن کی غلی کا لکھ دانا جانے لگتا ہے یہ نکتہ، سن نشین ہونا ضروری ہے کہ انسانی شخصیت میں موجود نفس پرستی کے جن کو توڑنے میں ذکر ہی فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے۔

اعظام، نصیب، ہے نفسی بھی کثرتِ ذکر ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ ذکر چمکے  
نفس کے اندر موجود گند کو نکال کر اسے نفسِ مطہر تک پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ اس  
لئے جب تک کثرتِ ذکر کے نور سے غم کی صفائی تکمیل (تہذیبِ نفس) ہوتی، جب

تک ملکی عہدوت منیع ہونے کی بجائے حضرت ہوتا ہیں، حضرت مجدد نے سلوک کے اس بنیادی اصولی نکتہ کو بیان کر کے رادہ سلوک کے طالبوں کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے۔ کھائے کھس کے سطر پر طالب ہر خود یہ بات مشاہد ہوتی رہتی ہے کہ دوران سلوک اس کا جو وقت ذکر کے بغیر گزرتا ہے، اس وقت کھس قوتیں کس شدت سے اس پر حملہ آور ہوتی ہیں، اس نکتہ سے ایک اہم بات جو واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ معاشرہ میں رہ رہا ہونے والا سارا انسان، ذکر و فکر اور خودآشنائی کے ذریعہ نفس قوتوں کو پامال اور ذلیل نہ کرنے کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ اہل سیاست ہوں، یا اہل تجارت، اہل مناصب ہوں یا اہل علم، چونکہ وہ نفسی قوتوں کو کائنیت کے مراحل سے گزارنے کے سب سے بنیادی کام سے غافل ہوتے ہیں، اس لئے ان کا نفس طاقتور ہوتا ہے اور وہ یہ سب، تجارت، مناصب اور علم کو اپنے مفادات کی تکمیل اور اپنی کائنیت کے بت کے حکام کے لئے متبادل کرنے نکتے ہیں۔ جس سے علم و دانش بڑھ جاتا ہے، مگر وہ بندگی ہوتی ہے، باہم گمراہی صورت پیدا ہوتی ہے اور ایک خاص گروہ دوست پر سناپ بین کر عام افراد پر خیریت کو مسلما کرنے لگتا ہے۔

رادہ سلوک میں بھی وہ افراد جو رادہ سلوک کو عمل طور پر ملے کئے بغیر معیشت کے منصب پر فائز ہو گئے ہوں، ان کا نفس بھی شہوات سے متاثر ہے، وہ اپنی برائی کو فروغ دینے کے لئے زیادہ سے زیادہ عریضہ کھانے کی باتیں دیتا ہے، اس سے اس کے سامنے دو مقدمہ ہوتے ہیں یا تو بڑے ہی اور بزرگ کی حیثیت سے اس کو شہرت حاصل ہو یا وہ زیادہ سے زیادہ دولت سے لالہ مال ہو۔

کھائے متعلق تک رسائی کے بغیر سالک کے کھس کی ان قریب کاریوں سے بچاؤ کی صورت محدود ہے۔ اگرچہ ایسے بزرگ سے وابستہ افراد کو روحانی طور پر نفع ہی حاصل ہوتا ہو، اس نفع کی حیثیت اس طلب سے حاصل ہونے والے نفع کی سی ہے، جو بزرگ پس ہے، بزرگ پاس طلب ساتویں نکاح تک کے طلب کو چڑھانے

کی استعداد کا حامل ہوتا ہے۔ جب کہ اس کی اپنی تعظیم پامال اور ناقص ہوتی ہے۔ کھس کے سارے نکتوں سے بچاؤ کی واحد صورت ذکر و فکر کے عبادوں کے ذریعہ مقام تک رسائی ہے، دوسری صورت میں فرد زندگی کے ہر موڑ پر کھس اور مادیت پرستی کی قوتوں کے ٹکرات و تلون سے دوچار رہے گا، حضرت مجدد نے اپنے نور ہدایت سے انسانی حیثیت کی اس بنیادی غریبی کو واضح فرما کر، ہم سب کو متنبہ کیا ہے، اس طرح ایک لحاظ سے ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔

کھائے کھس کی علاقوں میں سے پاکہ علاقہ ہیں، جن میں انسانوں کی صحبت سے خوشی کی بجائے اذیت محسوس ہوتی ہے، ضرورت سے زائد دولت کے حصول کی فکر موجود نہ ہو، فقر آخرت کا ہر وقت انتظار ہو، دل پر وقت متوجہ الی اللہ ہو، اللہ کی مخلوق کے کام آئے اور ان کی آخرت پانے کی فکر غالب ہو۔ طبیعت، روحانی دنیا کی سبکدوش سے متعلق ہونے سے کراہت محسوس کرتی ہو، اہل دنیا سے استقلال ہو۔ محبوب حقیقی کے محاب کی فکر کا قلب ہو، اپنے گناہوں اور سب کاریوں پر عتاب کا احساس موجود ہو۔ (خیرہ و خیرہ - مرعب)

فقہی مسائل میں لوگوں کو  
سکھاتا دیتا چاہے

اگر مشرکوں کا مال تمہارے غلامی قرار پاتا اور وہ جس اہلین ہوتے تو مصیبتیں ان کے بزموں کو باطن تک نہ لگتے، نہ داکہ آپ نے ان کا کھانا کھا دیا ہے اور اپنی پٹا ہے، علاوہ انہی جس اہلین ہر وقت جس اہلین ہے، اس میں اہلین سابق دلائل کی گنجائش ہی نہیں، اگر مشرک، جس اہلین ہوتے تو چاہیے کہ وہ ابتدا ہی سے ایسے ہوں اور آنحضرت ﷺ (شروع ہی سے) اس کے مطابق ان سے معاملہ فرماتے (ان کے بزموں سے بھی پرہیز فرماتے) جب ایسا نہیں ہوا تو وہ جس اہلین بھی نہیں۔ پھر یہ بھی تو ہے کہ دین میں شکی و دھوازی نہیں رکھی گئی۔ تم اس بات

کو کچھ سمجھتا ہو کہ ان کی نجات کا حکم لگانا اور ان کو جنس ایمنی قرار دینا اس سے مسلمانوں کی کس قدر گنجی دشواری پیدا ہوتی ہے۔ اگر خنزیر کا احسان مند ہونا چاہیے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں مسلمانوں کے لیے پہلکارے کی ایک راہ نکال دی ہے اور احکام حرام سے بچایا ہے۔ نہ کہ انہوں نے اپنے وطن کسا چائے اور ان کے ہجر کو عیب شمار کیا جائے۔ مجتہد پر اعتراض کا کیا موقع ہے، اس کی اجتہادی خطا میں ثواب ہے اور اس کی اجتہادی خطا کی تلافی بھی موجب نجات ہے، نہ لوگ کفار کی کھانے پینے کی چیزوں کے حرمت کے قائل ہیں، عادت کے اعتبار سے مشکل ہے کہ وہ اپنے ”پ کو ا“ کی چیزوں سے بچیں۔ خصوصاً ہندوستان میں کہ یہاں یہ بھجوانی بہت رواج ہے۔ یہ مسند مہولی بلوئی کا حکم رکھتا ہے، ایسے مسئلوں میں اجتہاد بھی ہے کہ کسی نہ کسی مجتہد کے قول پر عمل، وہ آسان بات کا فتویٰ دیا جائے۔ چاہے وہ اپنے فقہی مسلک کے مطابق نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ نہ نہ خلفۃ یحییٰ و لا یونسۃ یحییٰ (الغفر) اللہ تعالیٰ تبارہ کی آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں چاہتا۔ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ لہٰذا لہٰذا یغفر لکم و علیٰ اہلین معذنا (نہ تعالیٰ تبارہ پر رحم نہ کرتا چاہتا ہے، اس میں تو یہ دعائی طور پر ضعیف واقع ہو ہے)۔ خود کو اہل سنت تو ہی اسے (کر) تفریق خدا کو گنجی میں ڈالنا اور پریشان کرنا حرام ہے اور حضرت حق جل جلالہ کے نزدیک غیر ہندو فعل ہے۔

شافیہ جہل ایسے مسائل، جن میں حضرت امام شافعی کے یہاں (کچھ) سختی ہے، سختی مذہب کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور اللہ کے بندوں کے لیے ”ساتی“ پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً مصروف کو آقا کے درمے میں امر شامی کے نزدیک یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم تمام اقدم مصروف کو آقا میں تقسیم کرنا چاہیے، ان مصروف میں سے ایک موقوفۃ القلوب (جن کی تالیف کتب مد نظر ہوتی ہے) بھی ہیں اور یہ قسم اس وقت منظور ہے، لہٰذا علماء شافعیہ نے مذہب حنفیہ کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور یہ کافی

سمجھا ہے کہ ان مستحقین زکوٰۃ کی اقسام میں سے کسی ایک قسم کو زکوٰۃ دیدی جائے۔ (کتوب ۵۰، دفتر سوم)

### تشریح

علماء کرام کو تاکید فرمائی گئی ہے کہ لوگوں کی مشکلات اور پریشانیوں کو پیش نظر رکھ کر فقہی مسائل میں ایسی سہولت دی جائے، یہ سہولت اگر اپنے فقہی مسلک میں نہیں ملتی تو دوسرے فقہی ذخیرہ سے دیں چاہئے، اس لئے کہ اللہ لوگوں کے لئے آسانیاں چاہتا ہے نہ کہ مشکلات۔

حضرت مجددی شخصیت کی طرف سے مفتیان کرام دئے دین کو اس طرف راغب کرنا، بڑی اہمیت کا حامل ہے، عالم و ملکی تنظیم ہوتا ہے، اسے اپنے لہجہ کے لوگوں کی معیتوں کو دیکھکر، ان کے لئے مسائل و اعتراضات سے نکلنے میں مدد دے کر انہیں گناہوں کی دلدل سے نکلنے کا ذریعہ بنانا چاہئے۔ موجودہ دور میں اس طرح کی حکمت عملی کی زیادہ ضرورت ہے۔ (حرف)

### مبتدی، متوسط اور مہتمی کے ذکر میں فرق

مبتدی طالب کے لیے ذکر کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اس لیے کہ اس کی ترقی ذکر ہی سے وابستہ ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ذکر کو کسی شیخ کمال و کمال سے حاصل کیا ہو۔ مگر یہ شرط موجود نہ رہی تو اس ذکر کی حیثیت بہ اوقات اہرام (نیکو کاروں) کے عجیبوں کی سی ہوگی جس کا ثواب تو ملے گا مگر وہ دوسرے قرب سے بہت کم ہوگا۔ اور اس سے فرد اس مقام تک نہ پہنچ سکے گا، جہاں، مقررین پہنچ جاتے ہیں۔ دینے بھی کچھ فصل مدد دہی شل ہو سکتا ہے کہ کسی شیخ کے قوسہ کے بغیر بھی وہ کسی طالب کی تربیت فرماوے۔ اور ملاقات ذکر اس کو مقرب بنادے، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کثرت ذکر کے بغیر بھی اس کو قرب سے مشرب فرمادے اور اپنے اولیاء میں شامل کرے۔

لیکن (شیخ کاشانی) شرط اکثریت سے وابستہ ہے (اور اللہ کی نکتہ وسنت بھی ہے) جب فضل خداوندی سے ذکر کے ذریعہ راہ ملے ہو جاتی ہے اور نفسانی خواہشات کے مجبورے مجبوروں سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے، نیز نفس المارہ، نفس سلویہ میں جہتا ہے تو اس وقت مزید ترقی ذکر سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اس وقت ذکر، "اور موہ" ہمارا" کا ختم رکھتا ہے۔ اس وقت تو قرب کے مقامات تلاوت قرآن اور طویل نماز کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں، پسے جزئی ترقی ذکر سے حاصل ہوتی تھی، اب وہ تلاوت قرآن سے حاصل ہوگی، خصوصاً جبکہ تلاوت قرآن، نماز کے اندر ہو۔ حاصل کام یہ کہ آخر میں ذکر، اس تلاوت قرآن کا ختم رکھتا ہے، جو ابتدا میں کی جاتی تھی اور جو اس وقت (یادہ سے زیادہ) نیکو کاروں کے انہیں کی حیثیت رکھتی تھی، اب تلاوت کی حیثیت اس ذکر کی ہو جاتی ہے، جو ابتدا اور درمیان میں مقرب تھا، مجیب معاملہ ہے کہ آخر میں اگر ذکر کی تکرار، تلاوت قرآن ہو اور "مکمل پادشہ منہ" بھیچان المریم" کے ذکر سے شروع ہو تو اس سے وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے، جو تلاوت قرآن سے میسر ہوتا ہے۔ ہر فعل کا ایک وقت اور موسم ہے، اگر اس موقع میں اس کو کیا جائے تو اس سے بہتری پیدا ہوتی ہے اور اس موقع و موسم میں ارادہ نہ کیا جائے تو بہاؤات وہ ضائع ہوتی ہے۔

اگرچہ نیک نفس، ہر قرأت فاتحہ کو دیکھو، شہد کے موقع پر سورۃ فاتحہ پڑھنی خطا ہے، اگرچہ سورۃ فاتحہ ام الکتاب ہے۔ پس اس راہ میں راجحاً مرشد ضروری ہے، اس کی تعلیم و ہدایت ہم اہم مقامات سے ہوئی۔

### تشمیع

اس مکتوب میں راہ سلوک کے چارے سفر کی ترتیب بیان فرمائی گئی ہے، وہ ترتیب یہ ہے کہ جب کوئی طالب و شخص تشہدی سلسلہ کے قافی اللہ اور باقی پادشہ درگ سے اصلاحی تعلق قائم کرتا ہے تو شروع میں قرآن و فرائض سے اس کا دوق

ذوق پیدا ہونا شروع ہوتا ہے، اور وہ اپنے اندر کا حقور ایمانی کیفیات محسوس کرنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن یہ کیفیت چند ماہ تک باقی ہیں، کسی پر سال اور دو تین سال تک جاری رہتی ہیں، اس کے بعد اس کا دل ذکر کی طرف راغب ہونا شروع ہوتا ہے اور ذکر میں اس کا انہماک اتکا پڑنے لگتا ہے کہ فرائض وغیرہ سے اس کی طبیعت سانس باقی نہیں رہتی، وہ جہتا ذکر کرتا ہے، اس سبب سے دل کی تنگی پڑنے لگتی ہے۔ نیز ذکر کے نور سے اس کے نفس کے اندر گندگی کی صفائی بھی ہونے لگتی ہے۔

محبوب کی کلیات کے زیر اثر وہ قبلی واسطہ کے حالات سے بھی دوچار ہونے لگتا ہے۔ ایک عرصہ تک مسلسل کلاز ذکر سے جب اس کے نفس کی حالت میں بنیادی تغیر واقع ہو جاتا ہے، تو اس کے نئے سلامی شریعت پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے، یہ سلوک ذکر کا آخری مرحلہ ہوتا ہے۔ اب طالب کے دل میں ذکر سے صاحبیت پیدا ہو کر ذکر دل میں رائج ہونے لگتا ہے۔

اس کے بعد کیفیات میں اول بدل میں بھی غیر معمولی طور پر کمی واقع ہو جاتی ہے اور اب تلاوت قرآن اور نماز سے اس کے دل کا رشتہ منقطع ہونے لگتا ہے۔ اس مقام پر طالب کی بیشتر ترقی تلاوت قرآن اور طویل نماز سے ہی ہوتی ہے۔ سکرت ذکر کا درمیانی عرصہ اس لئے مطلوب تھا کہ اندر میں موجود گند، بھجور اور حب مال جیسی غریباویں کی صورت میں موجود ہوتا ہے، اس کی صفائی ہو جائے۔ جب نفس کی یہ صفائی ہو جاتی ہے تو نماز اور قرآن کے ذوق شوق سے وہ عابد و زاہد اور بزرگ اور قرآنی فہم کے ماہر ہونے لگتا ہے جسکی دعاؤں سے نفع جاتا ہے۔

تاکہ اس مقام تک پہنچ جائے کہ باوجود اگر طالب کا تلاوت قرآن اور نماز سے انہماک کا تعلق منقطع نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی قرب کے مقام تک نہیں پہنچا، یا پھر درمیان میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا ہے، جو اسے اس راہ پر آئے نہیں دیتا، اس صورت میں طالب کو مرشد سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے، مگر مرشد

حیات نہ ہو تو کسی کا دل اہل اللہ سے رجوع ہو کر، اس سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔

اس مکتوب میں راہ سلوک کی یہ چھری ترتیب بیان فرمائی گئی ہے۔ طالب کو اپنے حالات اسی معیار پر پرکھنے چاہئے۔ (مرتب)

طبی خواہشات کا عہدیت کا منافی نہ ہوتا

جب تک طبیعت پاتی ہے، خواہشیں قائم ہیں۔ گرمی کے وقت طبیعت ہے اختیار، سردی کی طرف مائل ہوتی ہے اور سردی کے وقت گرمی کی رجحان ہوتی ہے۔ اس قسم کی خواہشیں عہدیت کے خلاف اور خواہشات نفس کے طلب کا سبب نہیں ہیں، اس لیے کہ طبیعت ضرورت یا تکلیف کے دائرہ سے خارج اور نفس کی خواہشات اندر سے باہر ہیں۔ خواہشات نفس (کا تعلق) ضرورت سے زائد چیزوں سے ہے و مشتبہ یا حرام سے، اور جو ضروری چیزیں ہیں، اس سے نفس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ بس نفس کی گرفتاری دیگر داری فضول افعال سے پیدا ہوتی ہے، اگرچہ وہ مباح ہو، اس لیے کہ ضرورت سے زائد کا حرام سے پڑاؤ کا تعلق ہے۔ اگر بندہ اپنے نفس دشمن، شیطان کے بہکے سے مضبوط مباح سے آگے قدم رکھے گا تو بے اختیار حرام چیزوں میں داخل ہوگا، جس مباح ضروری پر قاصر کرنا چاہئے کہ اگر اس مقام سے نظر ہوئی تو فرد (زیادہ سے زیادہ) فضول مباح میں گرے گا اور مگر فضول مباحات میں سے تعلق ہوگا تو قطعی سے لاکھ حرام کے دائرے میں جلتا ہو جائے گا۔ (مکتوب ۲۷ دفتر سوم لاملی کلمی)

تشریح

طبی خواہشیں ایسی ہیں، جن سے انسانی زندگی کی بقا وابستہ ہے، کھانا پینا، سونا، چار چغی خوشی کی تسکین وغیرہ، ان سے فرار ممکن نہیں، لہذا اس طرح کی طبیعت خواہشات کا غلبہ اور ان کی تحمیل کے لئے حریصانہ صورت غلط ہے، یہ فرد کے

لے حدود سے تجاوز کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔ (مرتب)

مومن کے قلب میں

اللہ کی طرف سے وعظ کا مقرر ہوتا

بعض خواہشات ایسی ہیں کہ ان کا حصول خارج سے ہوتا ہے۔۔۔ اور خارج یا داخلہ اللہ تعالیٰ ہے، جو نیکیوں کا اللہ کرتا ہے، اس لیے کہ (عہدیت کی رو سے) ہر مومن کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک داخلہ موجود ہے۔ یا وہ خارج شیطان ہے کہ اس کا اللہ و شر اور عداوت ہوتی ہے۔ (قرآن مجید میں ارشاد فرما دیا گیا ہے) ”شیطان ان سے (اپنے قبیض سے) وعدہ کرتا ہے اور ان کو خواہشات میں جتا کرتا ہے اور شیطان ان سے نہیں وعدہ کرتا ہے مگر دھوکے کا۔“ (ابن)

تشریح

اللہ نے ہر فرد میں غیر اور شر دونوں قوتیں ودیعت کی ہیں۔ نیکی کی طرف یا بھنے والے کے لئے خیر کے راستے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور اس پر نیکیوں کا ایسا ہونے لگتا ہے۔ فرد، جب نیکی کی راہ پر قدم راق و مشق سے چلتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ باطن کی گہرائیوں میں کوئی قوت سمجھ رہی ہے، جو اسے اس راہ پر مستعدی سے پہنچے پر ابھارتی رہتی ہے اور ایک نیکی کے بعد دوسری نیکی، دوسری نیکی کے بعد تیسری نیکی کے لئے اکسرتی رہتی ہے۔ جب کہ شر کی راہ پر گامزن ہونے والے کے لئے شر کے راستے آسان کر دیئے جاتے ہیں۔ (مرتب)

نفس امارہ کی طرف سے

اطلاعت شیطان کی چاہت کا ہوتا

برہنہ خدا، جو نفس امارہ کی طرف سے ہو، وہ ذاتی مرض ہے ہم قائل ہیں اور

بدی کے مقام کے منافی ہے اور ہر وہ قیاد جو باہر سے آئے، اگرچہ وہ اللہ سے  
شیطان ہو، اس کی حیثیت عارضی امراض کی سی ہے، جو معمولی علاج سے زائل ہو سکتا  
ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْفِتْيَانِ كَانُوا ضَالِّينَ** (بلیک شیطان کا مرکز اور ہے)  
اور ٹکس ہمارے سے بڑی جا رہے اور ہمارے حادی دشمن، ہمارا سب سے بڑا ساتھی یہی  
ہے۔ باہر کا دشمن اس کی مدد سے ہم پر حاوی ہوتا ہے۔ وہ اسی ٹکس کی اعانت  
سے ہم کو ہمارے مقام سے ہٹاتا ہے۔ سب سے چال چلن ٹکس امراء ہی ہے، جو اپنا  
حق چرخا ہے، اس کا کام اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے اور اس کی بڑی تخاصمیت تعالیٰ  
کی نافرمانی کرنا ہے، جو کہ اس کا اور اس کی فتنوں کا مالک ہے۔ نیز شیطان کی  
حاجت بھی ٹکس ہمارے کی حاجت ہے، وہ شیطان جو کہ اس کا دشمن جانی ہے۔ چنانچہ  
چاہئے کہ لائق نوعیت کے عارضی مرض نیز داخلی قیاد اور خارجی قیاد کے درمیان تیز  
کرنا بہت دشوار کام ہے۔ اس خوف سے کہ ٹکس دیکھا نہ ہو کہ کوئی ناقص فرد اپنے  
باطل خیال کی بنا پر خود کو کال کھ کر اپنے ذاتی مرض کو عارضی مرض کھ بیٹھے۔ میں  
اس راز کے کھینکے کی جرات نہیں کرتا۔ ہر دور اس حقیقت کا اعتبار مناسب نہیں سمجھتا  
تھا۔ سترہ سال کے قریب ہو گئے ہیں، خود اشتہاد میں تھا اور ذاتی قیاد کو عارضی قیاد  
سے دھتے ہوئے تھا۔ اب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے حق کو باطل سے جدا کر کے  
دکھ دیا اور ذاتی مرض کو عارضی مرض سے جدا کرادیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اس نعمت  
پر اور اس کی تمام نعمتوں پر۔ (ایضاً)

### تشریح

اس مکتوب کا حاصل یہ ہے کہ قیاد کی اصل جڑیں اور اس کی قوت ہے، ٹکس  
کی قوت کی موجودگی میں باطن میں قیاد کی اصل موجود رہے گی، خارجی دشمن وہ  
چاہے شیطان ہو یا مذہب پرستی کی قوتیں، ان کے نیلے عارضی نوعیت کے ہوتے  
ہیں۔ ٹکس کی چاہت ہوتی ہے کہ وہ خارجی دشمن اس کے معاون بن جائیں، تاکہ

داخل میں موجود دہمائی قوتوں کے اثرات اور دل اور روح کی محبوب کی طرف کشش  
کو معطل کرنے فتنہ کر دیا جائے، اس لئے ٹکس کی داخلی خوشاک قوتوں کو بھنکنا، ہمت  
سے اس سے مقابلہ کی ضرورت ہے، دوسری صورت میں یہ ٹکس، فرد کی اس دنیا  
اور آخرت کی دائمی زندگی میں ہلاکت کا ذریعہ ہوگا۔ موجود دور میں مادیت پرستی  
کی خارجی قوتوں نے جو شعل اختیار کر لی ہے، اس نے ٹکس کی قوتوں کو مزید  
خوشاک بنا دیا ہے اور فرد افراد پر ہر وقت بغض جنون، مادی لذتوں میں ذاتیت  
اور دنیاوی نعمتوں سے آخری تک عینک تہرہ در ہونے کی خواہش تک کو قلاب کر دیا  
ہے۔ مرتب

### کچھ اہم چاہتیں

صحیحہ جو کی چاہی ہے، وہ یہ ہے کہ اول عالمی اہل سنت و جماعت، جو کہ  
نورِ حاجت ہیں، کی آواز کے مطابق، علاحدہ مجمع ہوں، علامہ کی محبت کے بعد فقہی  
احکام کے تقاضوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ (شریعت کی طرف سے) جس کا نظم دیا  
گیا ہے، اس کی بجا آوری اور جس سے باز رکھا گیا ہے، اس سے اجتناب کیے بغیر  
کوئی چارہ کار نہیں۔ چنانچہ اہل سنت کی نرا میر سستی رضوان کے، اس کے شرع کی  
رعایت کرتے ہوئے اور تعذیل امکان کا دھنا رکھتے ہوئے اس کی چاہے۔ سنا  
چاندی حساب کے مطابق ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ  
علیہ نے عرقوں سے، ہر میں بھی زکوٰۃ اپنے کو فرما ہے۔ چنے اوقات کو بہت  
میں صرف نہ کرنا چاہیے اور لا یجوز چوں میں جتنی عرق کو ضائع نہ کیا جائے۔ چہ چاہے  
کہ ان چیزوں میں زندگی صرف کی جائے، جن کے کرنے سے (بہت زیادہ) منع کیا  
گیا ہے اور جو شرعی اعتبار سے ممنوع ہیں۔ مرد و عورت کی طرف رجعت نہ کرنا چاہیے  
اور نہ اس کی لذت پر فرحت لیا جائے۔ اس لیے کہ یہ ایک ایسا زہر ہے، جو شہد اور  
شکر لا ہوا ہے۔ غیبت اور غیظ و خور سے اپنے کو محفوظ رکھیں، اس لیے کہ ان دو



یہ احادیث پر شرعی دیکھیں، وارد ہوئی ہیں، جھوٹ بولنے اور بہتان باندھنے سے بھی  
جتناب ضروری ہے، اس لیے کہ یہ دونوں خراب عادتیں سارے ایمان میں حرام  
ہیں اور ان کے کرنے والوں کے لیے بہت سی دیکھیں وارد ہوئی ہیں۔ حقوق کے  
پیروں اور گناہوں کو دینا، چھینا اور ان کی لغزشوں پر چشم پٹی کرنا نیکی کے کاموں  
میں سے ہیں، غصوں، کینوں اور خوسوں پر شفقت اور مہربانی کی بجائے ان کے  
قصود کو صاف کیا جائے، موقع بہ موقع ان کے چاروں کو دانا، برا بھلا کہنا اور  
تکلیف و ذیلت پہنچانا فیہ مناسب بات ہے۔ اپنے قصوروں پر غور کرنا چاہیے کہ  
جناہ قدس حدہ کی میں ہر ساعت واقع ہوتی رہتی ہیں (مگر بھی) خدا تعالیٰ ان  
قصود کی سزا میں جہنمی نہیں فرماتا اور رقی کا دروازہ بند نہیں کرتا۔ عقائد کی صحت  
اور حکام لغتہ کی وجہ سے جو سپنے اوقات کو ذکر لٹی میں مستغرق رہنا چاہئے اور  
جس طریقہ پر ذکر خدا کو ہم نے اظہر کیا ہے، اسی طرح ذکر کرنا چاہیے۔ ذکر کے  
خلاف جو چیز بھی ہو، اس کو اپنے ذہن سمجھ کر اس سے احتیاج لازم ہے۔

ہرچہ از ذکر خدا کے احسن است

گر شہر خوردن یاد ہاں سکدن است

خداوند قدس کی یاد کے سوا جو کچھ ہے، اگر فضلی لکھا بھی ہے تو میں جان  
برادر کرتا ہے۔ (کتوب ۳۴ دفتر سوم، نام والدہ میر محمد امین)

### تشریح

اس مکتوب میں ساری بات ایسی ہیں جو بہت اہم ہیں۔ ان باتوں پر عمل  
کرنا ہر مومن کی فوری ضرورت ہے۔ یہ بیان، کثرتِ ذکر سے پیدا  
ہوگا، جس کی مکتوب کے آخر میں تاکید فرمائی ہے۔ کثرتِ ذکر، فرا کو مرنائی سے  
بچنے اور ہر قسم کی نیکی کر کے پر اہلکارے کا سب سے مؤثر دایہ ہے۔ (عرب)

کفر کے بعد حق تعالیٰ کو سب سے

زیادہ رنجیدہ کرنے والی چیز

قلب، حق بھانڈا کہہ سکتا ہے اور قلب کی مانند کوئی چیز جناب اللہ تعالیٰ سے  
بردیک تر نہیں ہے۔ پس انسانی قلب کو ستانے سے پوری طرح پرہیز کرو، خواہ کوئی  
بھی ہو، مطلع ہو یا عاصی۔ اس لیے کہ ہمسایہ کی حمایت و حفاظت کی جاتی ہے،  
اگرچہ وہ عاصی کیوں نہ ہو۔ پس قلب کو اپنے اپنا پھانڈے سے آزاد اور بہت آزاد کیونکہ  
کفر سے بعد کوئی گناہ ایسا نہیں ہے، جو حق تعالیٰ کو سب سے زیادہ تکلیف پہنچانے  
سے زیادہ ہو، اس لیے کہ قلب ایک ایسی قریب ترین شے ہے، جس کے ذریعے  
افراد حق تعالیٰ سے داخل ہوتے ہیں۔ ساری مخلوق بندگانِ خدا میں شامل ہے۔ اور  
یہ بات سب کو مطمئن ہے کہ کسی کلام کو کہنا اور اس کی تہن کرنا، اس کے آقا کی  
اپنا کا سبب ہے، پس خیال کرنا چاہیے، اس آقا کے خلق کی مصلحتِ شان کا، جو  
مالکِ مطلق ہے اور اس کا لحاظ کرے، اس کی مخلوق میں تصرف نہ کیا جائے، مگر اسی  
قدر جس کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ تا تصرف، فیہ میں داخل نہیں ہے، بلکہ حکم کی بنا  
آوردی میں شامل ہے۔ جیسا کہ بے ثباتی شدہ دانی کہ اس کی سزا سوکڑے ہیں،  
میں اگر کوئی شخص اس پر زیادتی کرے گا تو یہ فعل، علم اور، فیہ میں شامل ہو جائے  
گا۔ چنانچہ چاہیے کہ قلب، حقوق میں سب سے زیادہ افضل و اشرف ہے اور جس طرح  
مخلوقات میں انسان افضل و اشرف ہے، اس کا فضل و شرف عالم کبیر میں جو کچھ  
موجود ہے، وہ اس کے اندر موجود ہے، اسی طرح قلب بھی انسان کی تمام چیزوں کو  
جامعِ انہی بنیاد و بطن ہونے کے باعث افضل و اشرف ہے، یعنی نسب میں جو  
خصوصیت ہے، وہ قلب میں بھی موجود ہے، جس چیز میں اہمال و معیت زیادہ ہو تو  
وہ حق تعالیٰ سے قریب تر ہوتی ہے۔ (کتوب ۴۵ دفتر سوم، نام مولانا سلطان  
مرہٹوی۔)

## تشریح

انسانی قلب کو اذیت پہنچانا، اس اعتبار سے بھی فرد کے لئے نقصانکام ہے کہ اس سے متاثرہ فرد کی آجین فرد کا پیچھا کرنے لگتی ہیں، فرد کے لئے انصاف کے راستے مسدود ہونے لگتے ہیں۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں افراد کے قلب کو اذیت پہنچانا عام ہو گیا ہے۔ افراد نے اس کو توجیرہ بنالیا ہوا ہے، یہ الٹا دکھ بات ہے، انسانی معاشرہوں سے خیر و برکت کے اللہ جاننے کا ایک بڑا سبب یہی ہے۔ مرتب)

دنیا کے پیچھے بھاگنے والے کی حالت زار پر اکتھار رنج

فکر کی شکستوں سے بھاگ کر افنیاء کے پاس اپنی اہلہ لے گئے اور فلس کی لدقوں و فستوں سے ساز باز کر لی ہے۔ اللہ والا تاجہ راجھون۔ (انہوں نے اس سلسلے میں ابھی طرح غور نہیں کیا ہے، اگر وہ مالداروں کی صحبت میں رہ کر بہت ترقی کریں گے تو بڑی ہو جائیں گے۔ اب نہ سکتے ہو دینے نہیں ہو سکتے، جو کہ بیٹ بڑی بد بہت بڑی مصیبت رکھتا ہے۔ اور بالخصوص قرآن و کتب کے منصب پر بھی بیٹھ گئے تو سچا اور غور کر دو تم نے کون سا کام اللہ انجام دیا اور کون سی بزرگی حاصل کرنی؟ کیا فیصلہ کی حالت میں روٹی نہیں جتنی تھی؟ اب (دروہ سے دروہ) یہ ہو گیا کہ تھی سے تری ہوئی روٹی کھارے ہو۔ وہ حالت بھی گزر گئی، یہ حالت بھی گزر جائے گی، لیکن تصور تو کرو کہ تمہارے ہاتھ سے کیا چیز نکل گئی اور برابر بخلی جاری ہے اور تم پہلے سے زیادہ غصے ہو رہے ہو۔ جو شخص اپنے نقصان پر راضی ہو، وہ شفقت و امداد کی مستحق نہیں ہوتا۔ اب جبکہ تم اس حالت میں جا رہے ہو گئے تو اس امر کی کوشش کرو کہ اشتیاق کا راستہ اور شریعت کا انتہام تمہارے ہاتھ سے نہ چھوٹے پائے اور باطنی غصے میں بھی کوئی غصہ نہ پہنچے ہو۔

اگرچہ دنیا کے ساتھ اس بات کا بیچ کرنا مشکل ہے، اس لئے کہ یہ تو خدا کی کا بیچ کرنا ہے۔ جس اتنا ہے کہ یہ بیچ اور حالت جو تم نے اختیار کرنی ہے اور یہ کار خدمت جس کی چاپ تہ آپ حجب اور اگر اس میں بھیج کر لی جائے گی تو داخلی جہاد ہو کر نیک عمل بن جائے گا۔ لیکن حجب نیت ہے مشکل کام۔ آج تو تمہارے سپرد یہ خدمت ہے، جو فی اللہ اہم ہے، اہل کو شاید کوئی اور اپنی لادگی جانے، جو میں وہاں ہو۔ علامہ کام یہ ہے کہ یہ مشکل کام ہے بشیر رہیں۔ خبر کرنا شرط ہے۔ (مکتوب ۵۵ دفتر سوم بنام صریح خان افغان)

## تشریح

اس مکتوب میں سرکاری منصب قبول کر کے، اپنی مصروفیات میں اضافہ کرنے اور مصروفیات کے ساتھ غصے سے معرکہ آرائی کر کے وصول الی اللہ کی منزل کو دھڑلے تر قربا دیا گیا ہے۔ غصے سے مقابلہ کر کے غصے مہلکہ تک رسائی کے لئے تو ضروری ہے کہ فرد باہمی آسائش اور باہمی فستوں کی قربانی دے اور ان سے دبیدر رہی اختیار کرے، ورنہ باہمی غرضاتی اور محبوب حقیقی کا ملنا، نیک وقت ان دونوں کا حاصل ہونا دشوار تر ہے۔ افراد کا بڑا اہلیہ یہ ہے کہ ان پر ہر وقت باہمی دنیا سے بھرنا، اشتیاق کا حراج غالب رہتا ہے۔ و نیز اور دوستوں کی صحبت اور عام لوگوں کی دنیا دارانہ روش فرد کو دنیا پر غوث کر گئے پر مجبور کرتی ہے۔ اس طرح فرد اپنی بیشتر قربانیاں چند درود و زندگی کو بچھ جائے میں صرف کر کے، دائمی زندگی کے عہدہ سے دوچار ہونے لگتا ہے۔ یہ سن اور انسانیت کی ایسی الٹا نیک کہانی ہے جس سے انسانوں کی بہت بڑی کثرت کی تاریخ وابستہ ہے۔

اس مکتوب سے یہ بات نکال کر واضح ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ جو شخص عکراؤں، سرکاری افسروں اور مالداروں کے گھیراؤ میں رہتا ہو، وہ چاہے جڑی خورد پر راہ سلوک میں ہی کیوں نہ ہو، وہ حالت خطرہ میں ہے۔ اور مالداروں کی صحبت، جب

دنیا کے حوالے سے ان کے جذبات میں عجز و پیداکرے گی، اور بالداروں کی طرح دنیا کو نصب العین بنانے سے بچتا، اس کے لئے غیر معمولی طور پر دشوار ہوگا۔ دنیا دار اور حدیث پرست افراد کے گھبرے میں وجہ ہوئے ان کے اثرات طرقات سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے، وہ ہے عالم ربانی اور اہل اللہ سے محبت کا مستقیم تعلق قائم ہونا۔

اس تعلق کی وجہ سے ذکر و فکر اور عبادت کی سعادت حاصل ہوتی رہے گی اور در دنیا پرستی کے غفلت کے اثرات ان شاء اللہ زائل ہوتے رہیں گے۔ دوسری صورت میں جب جاہ و حسب مال کے بڑھتے ہوئے جذبات سے رکنے کی صورتیں مسدود ہو جائیں گی، اہل اللہ کا بیک تجربہ و مشاہدہ ہے۔ جس کی وجہ سے وہ طلبہ کو دنیا داروں کی محبت اختیار کرنے، بالدار سے بالدار تر ہے اور دنیاوی عہدوں پر فائز ہونے سے بڑی شدت کے ساتھ روکتے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہمارے اپنے مشاہدات بھی کافی نمایاں ہیں، پچھلے چالیس سال کے دوران ایسے شیعوں کو جواب دینا، جن کی تربیت کی کوشش کی، بعض افراد پھر پھر سال تک ہمارے ساتھ رہتے رہے، لیکن چونکہ ان پر یہ بیخون سوار تھا کہ وہ شیعوں کو گریہ تک پہنچیں اور سرور بھی لے لیں، جہاں عزت و شہرت اور دولت حاصل ہو، چنانچہ انھیں سرور بھی اور بھڑک گریے کے بغیر وہ پوری طرح دنیا داری کی راہ پر گامزن ہو گئے، اور برسوں کے وابستے محراب میں قویٰ نہ کیے۔ (مرتب)

### جمہور علماء اہل حق سے مطابقت

کتاب وسنت سے جمہور علماء اہل حق یعنی علماء اہل سنت و جماعت نے جو معانی و مطالب کیے ہیں، وہی معانی و مطالب برقرار رکھنا ضروری ہیں۔ اگر فرض کر لیں کہ ہم سے ان معانی و مطالب کے خلاف کوئی معنی قائم ہو تو اس قانونی اعتبار سے۔ لیکن دلت سے بیکر جاہ و مدد دہی کو ملحوظ نہ کیا جائے۔ (مکتوب ۲۸۶، باب ۱۸، صفحہ ۱۸۲)

”میں نے یہ جرح کیا ہے کہ علماء حق کے کیجے ہوئے معانی قابل قبول ہیں اور ان کے خلاف مستحق نہیں، اس وجہ سے کہا ہے کہ علماء حق نے ان معانی کو صحابہ کرام اور سلف صالحین کے اقوال کی تلاش و جستجو کر کے لیا ہے اور ان بیانات کے ستاروں (صحابہ کرام) کے الفاظ سے استفادہ کیا ہے۔ لہذا نہایت انفرادی اور فلاح سرمدی ان علماء حق کو نصب ہوئی۔ یہ اللہ والوں کا گروہ ہے اور اللہ والوں کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔ اگر کچھ علماء اپنے اعتقاد کو صحیح رکھتے ہوئے فردی مسائل میں کچھ سستی برتیں اور اہل اہل میں کوتاہی کا ثبوت دین تو اس سے تمام علماء سے برکھ ہوگا اور سب کو نقصان نہ ملے گا۔ یہ ضروریات دین سے دھاندلی کی بات ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس صورت میں ضروریات دین سے ایک قسم کا تار پیدا جاتا ہے۔ جس سے کہ یہ علماء ہی تو ضروریات دین کو ہم تک منتقل کرنے اور کمرے کو کھولنے کا پہنچانے والے ہیں، اگر علماء حق کا فورہ حیات نہ ہوتا تو ہم حیات نہ پا سکتے۔ وہ حضرات کچھ وقت کا جواز کرتے تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ علماء حق ہی نے دین بین کا کلہ بندہ کرنے میں اپنی پوری طاقت صرف کی ہے۔ انہوں نے ہی کثیر تعداد کو دین و سرمد مستقیم پر چلایا ہے، جس میں نے ان حضرات کی پیروی کی دونوں بات یاد، اور جس نے ان کی مخالفت کی، وہ خود گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، اور جس طرح اعتقاد و مطابقت کتاب وسنت ضروری ہے، اسی طرح کتاب وسنت پر عمل بھی اسی طریق پر کرنا ضروری ہے، جس طرح امر مجتہدین نے کتاب وسنت سے احکام اخذ کر کے بتایا ہے۔

ایک مقدمہ کہ یہ حق نہیں ہے کہ مجتہد کی رائے کے خلاف خود کتاب وسنت سے احکام اخذ کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔ (ایضاً)

### تشریح

اس مکتوب میں سلف صالحین کی دینی تشریحات، قرآن و حدیث کے ان کے

جسیں کردہ معنی و مہم کی صحت پر زور دیا گیا ہے، اس نے کہ انہوں نے صحابہ کرام، تابعین کرام اور خورجیت کے زمانے سے ہی یہ معنی و مہم اٹھایا ہے۔

حضرت مجدد کا بیان کرنا یہ کتنا اہم ہے، جو کلمہ دین اور تفسیر دین و تشریح دین کے بارے میں بعد کی سمجھت کا حامل ہے، اس کلمہ کی خلاف ورزی کی تفسیر میں ایک تو قرآن وحدت کا جھین کر دہ مہم، اس کی صحیح فہم اور تفسیر، اس کے صحیح اہل اور فرائض و احکامات کا وہ تسلسل، جس پر امت صدیوں سے گامزن رہی ہے، اس سے انحراف کی راہ پیدا ہو جاتی ہے، دوم یہ ہے کہ دین کی نئی نئی تفسیرات اور نئے نئے مقاصد جھین ہونے لگتے ہیں، سوم یہ کہ تفسیر دین و تشریح دین کے نام پر امت میں نئی نئی گروہ بندیوں وجود میں آنے لگتی ہیں، جو اپنے علاوہ دوسروں کی تکذیب کی راہ پر گامزن ہوتی ہیں۔

پوچھئے یہ کہ سلف صالحین کی سلفہ امت کے مجدد ہوجانے کی وجہ سے ان کے مہم سے بے بہرگی کی وجہ سے سزا لگنے لگتی ہے کہ دین کے نام پر ایک دوسرے سے تصادم کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ دین کے نام پر کس پرستی کی داخلی قوتوں کا دراک سب ہوجانے کی وجہ سے ان کا قلمب ہونے لگتا ہے، دین کے نام پر شخصیت کی تفسیر و احکام کی بجائے چند خارجی مہم پر ہی ساری توانیاں صرف ہوتی تھیں۔

سلف صالحین کے دینی مہم اور دینی مقاصد سے ہٹ کر نئے دینی مقاصد جھین کرنے کے پس پردہ جو چیز کارفرما ہوتی ہے، وہ انکو دینی کا جدید معنی ہوتا ہے۔ یہ دینی ہی اہل علم کو خود راہی کے ذریعہ اپنی ذہانت اور اپنے مہم سے دین کے نئے معنی و مہم اور نئے مقاصد جھین کرنے پر اکساتی ہے۔

کتنے بڑا نقصان ہے، جو اہل علم کے دینی اور ملی ذہن کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے، جس کی سزا امت کو تفسیر و تفسیر اور سلف کے صحیح دینی مہم سے دوری کی صورت

میں ملتی ہے۔

خارجیت جدید ہوا قدم، خارجیت کی پرانی فطرتیں ہوں یا نئی فطرتیں، وہ سب ملی ذہن اور دینی ہی کا نتیجہ ہوتی ہیں، یہ دینی ہی ہوتی ہے، جو خارجی ذہن کے حامل افراد کو صحابہ کرام اور سلف صالحین کے دینی مہم کو ناقص قرار دے کر، اپنے مہم سے دین کے نئے معنی و مقاصد جھین کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اسی نئے علمائے ربانی نے دینی و تفسیر کو ام الامراض قرار دیا ہے، دینی اور تفسیر کی ان خطرناکیوں کو دیکھ جانے تو اس کی اصلاح کی اہمیت کتنی واضح ہوتی ہے کہ اس کے بغیر اہل علم معاشرہ کو اپنے ظاہری علم کی وجہ سے جتنا بھی نقصان پہنچے سکتا، کم ہے۔

اس نئی سطر میں حضرت مجدد کا بیان کر دہ یہ کلمہ کہ سلف صالحین کے دینی مہم کو حرف آخر تکملہ، اسی پر مستحکم ہونا، یہ ایمان کی سلامتی کے لئے ضروری ہے، نہایت اہم کلمہ ہے۔ جسے ہر صورت میں پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

اس کا سبب یہ بھی ہے کہ علمائے ربانی سے علوم حاصل کئے بغیر ایک تو صحیح دینی مقاصد اور صحیح دینی اہداف معلوم نہیں ہوتے۔ دوم یہ کہ جس کے خلاف مجاہدے ہوتے ہیں وہ سلف کی زیادتی کی وجہ سے جس کی قوت کا علم و فاض ہونے کی حیثیت سے ہماری شدت سے کارفرما ہونے لگتی ہے اور اہل علم کو اعداء ہونے بغیر وہ امت کے پارے تسلسل کے خلاف اسلام کی انکی تشریح کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، جس سے امت کا تسلسل متاثر ہوتا ہے اور دینی مقاصد بدل جاتے ہیں۔

قرآن کی انکی تشریح، جس میں اپنے دور کے حالات و ضروریات اور نظریات سے شعور و غیر شعوری طور پر متاثر ہو کر، جدیدیت سے جدا آگئی ہو یا قرآن و تفسیر میں اسلام کے کسی ایک فرض کو دین کے سبب ایمین کی حیثیت سے پیش کر کے، ساری دینی تعلیمات کو اس کے تابع کر دیا گیا ہو یا کام چاہے کتنے ہی اغراض سے کیا گیا ہو، بظاہر چاہے اس سے کتنے ہی مصلح اثرات محسوس ہوتے ہوں،

بیکن قرآن کی یہ تفسیر بھی دین کے نام پر مشرکوں کو جہنم دے گی اور سلف کی قرآنی تحریک سے مختلف ہونے کی وجہ سے سلف کے تسلسل سے انحراف کا موجب ہوگی اور قرآن کی روح اور اس کے مقاصد کے مطابق ہوگی۔

حضرت مجدد کا یہ مکتوب ہم سب کے لئے لوگوں پر ہے کہ وہی مقاصد کے فہم اور دین کی ترقی اور فرائض و احکامات کے ان کے صحیح کردہ تفسیر سے سرفرازی بھی فرد افراد اور خود امت کو نقصان نہیں دے گا۔ سچا کرنے کا موجب ثابت ہوگا۔ مرتبہ

دور ابتلاء میں اپنے فرزندوں کے نام تکمیل گرامی

"الحمد لله رب العلمین فی السراء والنسراء وفي البسر وفي العسر والمصمة ولقمة وفي الرحمة والرحمة وفي الشدة والرخاء وفي العطية والبلاء والصلاة والسلام علی من ما اوذى نبي مثل ابائنا وما ابتلى رسول من ابائنا ولهدانا رحمة للعالمین وسيد الاولین والاخرین۔"

ترجمہ: خوشی اور رنج اور آسانی اور سختی اور راحت اور مصرت اور دکھ اور آسودہ، وہ جس نے رب رحمت کی حمد ہے اور صبر و استقامت ہو اس پر رحمت و شفقت ہے جس کے برابر کسی اور رسول کو ایذا نہیں دیا گئی اور نہ ہی اس جیسا کوئی نبی بلا۔ میں جتنا ہوا ہے، اسی واسطے تمام اہل جہان کے لئے رحمت اور اولیٰ و آخرین کے سردار بن گئے۔

اے فرزندان عزیز! ابتلا کا وقت اگرچہ سخت ہے مگر یہ عرصہ بہت ہے، لیکن اگر فرصت دیں تو غنیمت ہے، تم کو اب فرصت مل گئی ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد بجالا کر، اپنے کام میں لگے رہو اور ایکہ دم بھی فراغت و آرام اپنے لئے پسند نہ کرو۔ اور تمہیں تجویز میں سے ایکہ میں ضرور مشغول رہو، قرآن مجید کی تلاوت کرو یا اپنی قرأت کے ساتھ تہذیب و تہذیب کا ایکہ طبع لایزالہ الا اللہ کا عہد کرتے رہو۔

کل "لا الہ" کے ساتھ حق تعالیٰ کے سوا تمام جھوٹے خدا ہیں اور اپنے نفس کی قبیحی کرتی چاہئے، اور اپنی تمام مرادوں اور مقصودوں کو دفع کرنا چاہئے، کیونکہ اپنی مراد کا طلب کرنا، اپنی الوہیت کا دعویٰ کرنا ہے، بلکہ یہ جس کی مراد و خواہش کی تکمیل نہ دے اور دل میں کوئی ہوس باقی نہ رہے، تاکہ بندگی کی حقیقت حاصل ہو، اپنی مراد کا طلب کرنا گویا اپنے مولیٰ کی مراد کو دفع کرنا اور اپنے مالک کے ساتھ متعلق کرنا ہے، اس امر میں اپنے مولیٰ کی نفی اور اپنے مولیٰ بننے کا ثبات ہے۔

اس امر کی برائی ابھی طرح معلوم کر سکے، اپنی الوہیت کے دعویٰ کی نفی کرو تاکہ تمام ہوا وہیں سے کال طور پر پاک ہو جائے، اور طلب مولیٰ کے سوا تہذیب کی مراد باقی نہ رہے، یہ مطلب اللہ تعالیٰ کی حمایت سے ہوا، والاقتداء کے زمانہ میں بڑی آسانی سے پھر ہو جاتا ہے اور اس زمانے کے سوا ہوا وہیں سے سکھائی ہے۔

"کوش میں بندہ کہ اس کام میں مشغول رہو کہ اب فرصت قیمتی ہے، اللہ کے زمانے میں تھوڑے کام کو بہت اجر کے عوض قبول کر لیتے ہیں اور اللہ کے زمانے کے سوا سخت ریاضتیں اور کھادے و کھار ہیں، اطلاع دینا ضروری ہے، شاید حکامات ہو یا نہ ہو، یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی مراد وہیں باقی نہ رہے، اپنی والدہ کو بھی اس امر پر اطلاع دے دو اور اسے اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دو، ذاتی احوال چنگ نہ ہیں جہاں کافی اور گذرنے والا ہے، کیا کھانے چاہئیں، چھوٹوں پر شفقت رکھو اور ان کو پختہ کی ترغیب دو، اور جہاں تک ہو سکے، تمام اہل حق کو ہماری طرف سے راضی کرو، ایمان کی صلاحات کی دعا سے محمد و مسلمان رہو۔

بار بار یہی لکھا جاتا ہے کہ اس وقت کو بے ہودہ امور میں ضائع نہ کرو، اور ذکر الہی کے سوا کسی کام میں مشغول نہ ہو، اس کتاب کے مطالعہ اور حمد و کے عہد کا وقت نہیں ہے، اب ذکر کا وقت ہے، تمام نفسی خواہشات کو جھڑپ کر دینا، اللہ کے نیچے ہر سب کی نفی کر دینا اور کوئی مراد و مقصود نہیں میں باقی نہ رہنے، وہی کہ

میری حلاسی بھی جو کہ تمہارے لئے نہایت ضروری ہے، تمہاری مراد و مطلوب نہ ہو، اور حق تعالیٰ کی تقدیر اور فضل اور ارادہ پر راضی رہو، اور کلک طیر کے اٹھانے کی جانب میں شیب ہویت کے سوا جو تمام معصومات و خطاات کے وہاں انحراف ہے، کچھ نہ ہو۔

حوصلی و سرائے و چاہ و باغ اور کتاہوں اور دوسری تمام اشیاء کا غم سبیل ہے، ان میں سے کوئی چیز تمہارے وقت کی مانع نہ ہو اور حق تعالیٰ کی مرضیات کے سوا تمہاری کوئی مراد و مرضی نہ رہے، اگر مرچاوتے تو یہ چیزیں میں چلی جاتی ہیں، مگر ہے کہ تمہاری زندگی میں چلی جائیں، تاکہ کوئی فکر نہ رہے، اولیاء نے ان امور کو چنے اختیار سے چھوڑ دے، حق تعالیٰ کے اختیار سے ان امور کو چھوڑ دیں اور شکر بجا، میں۔

امید ہے کہ غفلتیں بچ کر تمام میں سے ہوجائیں گے، چنانچہ تمہیں دینی کو اپنا وطن خیال کرو، چند روزہ زندگی چیں گے، یہ واقع میں گزر جائے، دنیا کا معاملہ آسان ہے، اس کو چھوڑ کر آخرت کی طرف متوجہ رہو اور اپنی والدہ کو تسلی اور آخرت کی ترغیب دو، باقی رہی ایک دوسرے کی ملاقات، اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہمارے گی، اور نہ اس کی تقدیر پر راضی رہو اور دعا کرو کہ دارالسلام میں جمع ہوں اور دنیاوی ملاقات کی جگہ کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے آخرت کے حوالہ کریں۔

الحمد لله على كل حال۔ (ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے)

### تشریح

دور اتلا میں اپنے فرزندوں کو لکھے گئے اس خط میں حضرت مجدد نے اپنے چاکیزہ جذبات و احساسات کی صریح نقل فرمادی ہے کہ یہ چند روزہ زندگی اگر اللہ کے ذکر سے معمور نہیں ہے تو خسرو ہی خسرو ہے۔ دنیا کا شغ اور عشارہ بندہ حاکم کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کثرت ذکر کے بغیر انسان کی دلوں نے انویست میں فرق واقع ہونا دشوار ہے، کثرت ذکر ہی مقصود ہے، اور اسی سے خوشبخت تقدیر ہو، جو جسے خدا ہیں، ان سے نہایت کی صورت پیدا ہو سکتی ہے اس مکتوب سے ایک اہم

تک جو واضح ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ اہل اللہ کو کثرت ذکر کے نور سے ان کے غم میں جو لطافت پیدا ہوتی ہے اور محبوب حقیقی سے جو قسمیں بہت پیدا ہوتی ہے، نہ صرف یہ کہ ان میں کمی نہ آنے پائے، بلکہ اس میں مسلسل ارتقاء ہو، ذکر کے بارے میں ان کی غیر معمولی گہرمدی کا سبب یہی ہوتا ہے کہ یہ غم نامزد و محبوب سے حقیق میں کمی نہ آنے دے۔

حضرت مجدد کی طرف سے اپنے فرزند اور جنہ، جو خود بزرگوں کی صف میں منفرد شخصیت کی حامل ہیں۔ جب انہیں ذکر کے سلسلہ میں اپنی شدت سے تاکید کر رہے ہیں تو ہم جیسے حامی افراد کے لئے تو اس تاکید میں مزید شدت آجاتی ہے کہ محبوب سے ذکر کے ذریعہ حقیق میں کمی گزر نہ آئے پائے، ورنہ یہ غم نامزد و اوصیاء کے دعوتی سے کم پر راضی نہ ہوگا، ہمیں شکستہ اور قیمتی وقت کی قدر کرنے کی ضرورت ہے۔ (عرب)

### محبوب کا خطاب

محبوب کے انعام سے زیادہ لذت بخش ہوتا

تم نے جتنا ولایت خلق کی شکایت کبھی تھی۔ (برادر) خلق کی یہ مدامت تو اس صوفیاء کے گردہ کا بھال ہے اور ان کے زنگار کا بھل ہے، پکار رنجیدگی کا باعث کیوں ہو؟ فقیر جب اس قدر گویا رہیں (بھکر رہ گئے) یہاں تو شرعاً شروع میں محسوس ہوتا تھا کہ خلق کے ملامت انوار عطف شیروں اور بہتوں سے نکل کر سماجائے نورانی کی طرح پنے درپے بچ کر رہے ہیں اور کام کو بختی سے اٹھا کر بلندی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ تم سالہا سال بھائی تربیت کے ساتھ منازل لے کر رہے ہو، اب بھائی تربیت کے ساتھ بھی سڑے گرو اور مقام صبر بلکہ مقام رضا میں رہو۔ مثال وصال کو مصادی جانو۔ تم نے کھانا تھا کہ عہدہ خیر کے وقت سے (بھی) آپ نے قید میں جانے کے وقت سے) نہ ذوق باقی رہا، نہ حال، (ارے بھائی)

چاہیے تو یہ تھا کہ اب ذوق وصال میں اور اضافہ ہو جاتا۔ اس لیے کہ محبت کا حجاب محبوب کے اندر سے زیادہ لذت بخش ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ تم پانچل حمام الناس کی ہاتھیں کرتے ہو اور محبت ذاتیہ سے دور ہو گئے ہو (یہی باتیں نہ کر دیکھو) اس کے برخلاف، حلال کو بدلتی سے بڑھ کر کجگو۔ مصیبت و انعام سے زیادہ تصور کرو۔ اس لیے کہ بدلتی و انعام میں تو محبت کی مراد اناری اپنی مراد سے ٹلی جلی ہوتی ہے، اور ہوس اور مصیبت میں خاص، محبت کی مراد مرضی شامل ہوتی ہے، اناری مرضی کے خوف اثر و مصیبت کا وقت حلال و انعام کے وقت سے اونچا ہوتا ہے۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ (مکتوب ۶ دفتری سوم تمام صفحہ بدیع الدین)

### تشریح

اس مکتوب میں بہت اہم نکتہ بیان فرمایا گیا ہے وہ یہ کہ محبت کی طرف سے پیش آنے والی تکلیف و مصیبت اور اس کے حلال کا فکس، یہ محبت کے انعام سے زیادہ اہم ہوتا ہے، اس لیے کہ محبت کے حلال اور انعام میں تو فرد کی اپنی مرضی و خواہش شامل ہوتی ہے جبکہ محبت کے حلال اور مصیبت و تکلیف میں خاص محبت کی مرضی کی شامل ہوتی ہے۔

اس مکتوب میں ان سارے جملوں کی تشریح فرمائی جاتی ہے، جو محبت کے حلال اور تکلیف کو اپنے لیے حجاب سمجھ کر غیر معمولی طور پر پیچیدہ ہوتے ہیں اور ان پر اس کے علامات غالب آنے لگتے ہیں۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ محبت کی طرف سے ہونے والے مصائب و تکلیف میں طالب غی کی بہت ساری مصیبتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ ایک تو طالب کی تہمت تصور ہوتی ہے کہ اسے انعام حاصل ہو، اس کا محبت کے سوا سب سے رشتہ متوقع ہو، نیز اس کی شخصیت میں یہ صلاحیت پیدا ہو کہ وہ محبت کی طرف سے پیش آنے والی مصیبت اور اس کے حلال و انعام دونوں کو یکساں سمجھے کی نفسیات کا حال ہو۔ نیز اس سے یہ طالب کی دہرتی نہیں ہوتی، جو

حلال اور اہم سے ہوتی ہے۔

طالب اگر ان نکات کو پیش نظر رکھے تو وہ محبوب کے حجاب اور اس کے حلال سے نہ تو بایں ہوگا، نہ ہی خوف زدہ۔ (مرتب)

### افضلیت کا معیار

#### اہم بحث

بعض لوگ دوسروں کے کمزورتی سے فضاہل کو دیکھتے ہوئے حضرت صدیق کی افضلیت میں تامل سے کام لیتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اگر افضلیت کا سبب فضاہل کا کمزورتی ہوتا تو امت کے بعض لوگ جو بہت سے فضاہل رکھتے ہیں، اپنے نبی سے افضل ہوتے ہیں، جن کی ہستی میں یہ فضاہل نہیں۔ (مثلاً ساری ساری مائت عبادت میں مصروف ہونا، ہمیشہ روزوں کی حالت میں رہنا۔ وغیرہ۔ مرتب)

پس معلوم ہوا کہ افضلیت کا باعث ان فضاہل اور مناقب کے سوا کچھ اور چیزیں ہیں اور اس فقیر کی نظر میں وہ چیزیں دین کی سب سے زیادہ تانیہ کرتا اور اللہ سے دین کے فروغ کے لئے مال و جان فخر کرنے میں پیش پیش ہوتا ہے، چنانکہ حضرت علیؑ امت کے پیشوا رہے ہیں، اس لئے آپ سب سے افضل ہیں، اسی طرح جو شخص ان صفات میں سب سے آگے ہو، وہ دوسروں سے فضاہل ہوگا، ساری یعنی پہلا شخص گویا امر دین میں پیغمبروں کا استاد و معلم ہے۔ بعد کے لوگ ان کے انوار سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کی برکات سے نفعیں پاتے ہیں۔ چنانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس دولت معنی کے صاحب حضرت صدیق اکبرؑ ہیں، جو دین کی تانیہ و دہد اور حضرت سید المرسلینؑ کی مدد اور ترقی کے خاتمہ کے سلسلہ میں جان و مال کے فخر کرنے اور اپنی عزت و جاہ کی پرواہ نہ کرنے میں تمام سابقین میں سب سے آگے ہیں، اس سے سب سے آپ کی نصیبت مسلم ہے اور چونکہ حضرت علیؑ نے فروغ اسلام اور لقب اسلام کے لئے حضرت قادریؑ کی مدد و عیب کی ہے اور حق قتالی نے عالم اسباب میں اپنے حبیب کی مدد کے لئے انہی کو کافی سمجھا ہے۔ (اس

نے اس کے بعد نبی کا مرتبہ ہے) (جامع ترمذی، مکتوب ۱۹، دفتر دوم)

### تشریح

حضرت محمدؐ کے اس مکتوب سے ایک اہم نکتہ جو میاں آتا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ کے دین کے نلبہ اور فروغ کا کام ایسا ہے، جو فرد اور افراد کے درجات کی بلندی اور فضیلت کا ذریعہ ہے۔ حضرت انہر مکر صدیق اور حضرت عمرؓ نے اس سلسلہ میں جو کردار ادا کیا، وہ چونکہ سب سے زیادہ ہے، اس سلسلہ میں ان کی سرکردگی، چٹائی اور نماز کا رتبہ بے مثال ہے۔ اس لئے امت میں فضیلت کا مقام انہی حضرت کو حاصل ہے۔

اس نکتہ کو بنیاد بنا کر، اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ شخصیتیں جو اللہ کے دین کے بعد فروغ کے لئے افراد و شخص کے ساتھ اپنی ساری توانیاں صرف کرتی ہیں، وہ ان علوم و فنون سے افضل ہیں، جو دنیا سے بے نیاز ہو کر، گوشہ نشین ہیں اور صرف وصرف محبت میں مشغول ہیں۔ جہاں تک اصطلاح نفس کے لئے کچھ غرض ہے، اسے نفوذ کا حلقہ ہے تو وہ تو یک دم تک ضروری ہے، نیک قابل ذرا حد تک اصطلاح کے بعد بھی دعوت دین اور فروغ دین کے کاموں سے دلچسپی نہ رکھتا، یہ اللہ کے دین کی مطلوبیت کے احساس سے غاری ہونے کی علامت ہے۔

موجودہ دور میں دیکھا گیا ہے کہ ایسے خاصے بزرگوں کو عربیہ بتانے کے کام سے تو غیر معمولی دلچسپی ہے، لیکن عربیوں کی تربیت کی فکر کا ہونا، ان کی صحیح خطوط پر ذہن سازی کرنا اور مختلف میدانوں میں دین کو درپیش خطرات اور چیلنج کو سمجھنے اور اس سلسلہ میں اپنے کردار کی ادائیگی کی فکر نہ ہونے کے برابر ہے۔ حالانکہ بزرگی کے نام پر انہیں بے پناہ وسائل اور سہولتیں بھی حاصل ہیں، وہ اگر فکر، درد اور بھر سختی سے کام لیں تو لازمی طور پر غیر تحریک کے مقابلہ کی بہتر صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

حضرت محمدؐ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے دین کی خدمت کے کاموں کو

افضیلت کا معیار قرار دے کر، ہم سب کے لئے صحیح فکری خطوط حسین قرار دینے ہیں۔ کاش کہ ان کے علمی اور فکری خطوط کے فہم کی صورت پیدا ہو۔

اپنے دوستوں کے لئے دنیا میں

مصیبتوں کا راز

آپؐ نے پوچھا ہے کہ کیا بات ہے کہ دنیاوی عظیم اصطلاحات اسلام اور اولیہ عظیم اضراروں میں دنیا میں اکثر بلا و مصائب اور رنج و تکلیف میں مبتلا کر دیتا رہے ہیں۔ جیسے کہ نبیؐ کیا ہے۔ "اضداد الناس بلاء الاہیاء ثم الاہل ثم الاعمال فالاعمال" (لوگوں میں زیادہ بلا و آزمائش میں مبتلا کرنے والے انبیاء ہیں، اس کے بعد اولیاء اس کے بعد ان کے مشابہت پیدا کرنے والے بعد ازاں ان سے قریب ہونے والے۔) اور حق تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے۔ "وما نفعکم من نصیب من احدکم الا بحدکم" (جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کوتاہی کا نتیجہ ہوتی ہے) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص زیادہ برائیاں کرے، اس پر زیادہ مصیبتیں آتی ہیں تو چاہے کہ انبیاء اور اولیاء کے سوا دوسرے لوگ بلا و مصیبت میں گرفتار ہوں اور پھر اولیاء انبیاء اور نیز بے پروا گناہ حق تعالیٰ کے محبوب اور اس کے خواص مقررین ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے محبوبوں اور خواص مقررین کو تکلیف و مصیبتوں میں مبتلا نہیں کرتا ہے اور دشمنوں کو باز و لغت میں اور دوستوں کو رنج و مصیبت میں کیوں دیکھا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ آپؐ کو سعادت مند کرے اور سیدہ راستہ کی ہدایت دے، آپؐ پر واضح ہو کر دیا کہ یہ زندگی فتنہ و لذت کے لئے نہیں ہے، بلکہ آخرت کی تیاری کا ذریعہ ہے، جو فتنہ و لذت ہی کے لئے تیار کی گئی ہے۔ چونکہ دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد اور مخالف ہیں اور ایک کی خوشی دوسرے کی ناخوشی سے وابستہ ہے۔ اس لئے دنیا میں لذت پانا، آخرت میں رنج و اہم کا باعث ہوگا۔ پس انسان دنیا میں جس قدر لذت و فتنہ کے ساتھ رہے گا، وہ آخرت میں



اسی قدر دیدہ رنج و افسانے گا۔ اسی طرح جو شخص دنیا میں زیادہ تر رنج و افسانہ میں جلا ہوگا، آخرت میں وہ اسی قدر زیادہ ناز و نعمت میں ہوگا۔ کاش، دنیا کی جلا کو آخرت کی جلا کے ساتھ دیکھ سکتے۔ جو فقرہ کو دیکھنے کے ساتھ ہوتی ہے۔ ہاں مشائخ کو ماشائے کے ساتھ کیا نسبت ہوگی۔ اسی لئے دوستوں کو اپنے فضل و کرم سے دنیا کی چند روزہ زندگی میں مصیبت و تکلیف میں جلا کیا ہے، تاکہ وہ دکانی زندگی میں ناز و نعمت سے سرور ہوں اور دشمنوں کو کھر و دستار راج کے طور پر قہوڑی سی لذتوں کے ساتھ لذت لاپ کر دیا ہے، تاکہ وہ آخرت میں بے شمار رنج و افسانہ میں گرفتار رہیں۔ (امینا)

### تشریح

اللہ کے طالبوں پر ایک عرصہ تک یہ رنج غالب رہتا ہے کہ جس، اللہ کی عاصمت پر راضی نہیں، اللہ کی اطاعت جس کے لئے شدید دھار ہے، جس کے اس خوفناک ورنہ کو کس طرح اللہ کی راہ پر گامزن کیا جائے، طویل عرصہ تک کی یہ فکر مند کی انہیں جس کے خلاف مجاہدوں پر آمادہ کرتی ہے۔ مسلسل مجاہدوں کی وجہ سے جس دنیا کے کم سے کم حصہ پر راضی رہتا جاتا ہے۔ مجاہدوں سے ان کا افسانہ تمام ہی حرج متاثر ہوتا ہے۔ محبوب کے لئے جس کو تسلیم کرنے کا یہی وہ رنج و افسانہ ہوتا ہے، جو انہیں دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر کے اس مجاہدہ میں مصروف رکھتا ہے اس حرج چند روزہ زندگی کو وہ مجاہدوں و مشفقوں میں گزار کر دکانی زندگی کی سرسوزی سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

اہل اللہ کی نظر میں مصیبتوں کے بغیر

دنیا کا بے وقعت ہونا

جب تک دنیا میں چند روزہ مشفقوں اور تکلیفوں کو برداشت نہ کیا جائے، جب تک آخرت کی لذت و نعمت اور دائمی صحت و عافیت کی نعمت کی قدر نہ ہوگی اور دکانی

صحت و عافیت کی نعمت کا حقد معلوم نہ ہوگی۔ کیونکہ جب تک ہوگا نہ ہو، طعم کی لذت محسوس نہیں ہوتی اور فرد جب تک مصیبت میں جلا نہ ہو، قراغت و آرام کی قدر معلوم نہیں ہوتی۔ گوچہ چند روزہ مصیبتوں سے مقصود یہ ہے کہ ان کو دکانی ناز و نعمت کا طعم پر حاصل ہو۔ یہ مصیبت ان لوگوں کے حق میں سراسر بدل ہے، جو عوام کی آزمائش کے لئے ہوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ”محبوب بہ تکبر و عیبی بہ مخیر“ (اکبر کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے)۔

جواب دوم: مصیبتیں اگرچہ عوام کے نزدیک تکلیف کے اسباب ہیں، لیکن ان بزرگواروں کے نزدیک ہمیں مطلق ہستی کی طرف سے جو کچھ بھی آئے، وہ اس کے لئے لذت و نعمت ہے۔ یہ لوگ مصیبتوں سے دینے ہی لذت پاتے ہیں، جنہیں نعمتوں سے، بلکہ وہ مصیبتوں سے زیادہ محفوظ ہیں، کیونکہ یہ مصیبتیں محبوب کی خاص مراد اور چاہت ہے، جب کہ نعمتوں میں یہ چیز نہیں ہے، کیونکہ جس نعمتوں کو چاہتا ہے اور وہ مصیبتوں سے بدلتا ہے۔ ہر بد مصیبت ان بزرگواروں کے نزدیک مبین نعمت ہے اور اس میں نعمت سے بڑھ کر لذت ہے۔ وہ لذت جو انہیں اس دنیا میں حاصل ہے، وہ تکالیف و مصائب ہی کی ہدایت حاصل ہے۔ اور دنیا میں بد کہ نہ ہوتا تو ان کے نزدیک دنیا کی مشیت خدا کے برابر بھی نہ ہوتی اور اگر اس میں یہ عداوت نہ ہوتی تو دنیا ان کو محبت دے گا وہ دکانی دیتی۔ (امینا)

### تشریح

اہل اللہ کے احساسات میں پاکیزگی پیدا ہوا کرتی ہے، جس کی وجہ سے حالات و اوقات کے اثرات ان کے قلب کے سکون کو متاثر کرنے میں ناکام رہتے ہیں، ان کے لئے دنیا کا ہونا نہ ہونا، حرج و مشرت کا ہونا نہ ہونا، معاشرہ میں مشیت کا حاصل ہونا یا نہ ہونا، لوگوں کی طرف سے کائنات کا ہونا یا نہ ہونا، یہ سب یکساں ہوتا ہے۔ احساس کی پاکیزگی کی یہ نعمت ظنی انہیں اللہ کی راہ میں مسلسل مجاہدوں، مشفقوں اور عسکی قوتوں سے شدید مقابلہ کے نتیجہ میں انعام کے طور پر حاصل ہوتی ہے۔

## اللہ کی محبت کے راز و انوس کے قلم والہ کی توصیت

حق تعالیٰ کے دوست دنیا میں بھی خوش ہیں تو آخرت میں بھی مخلوق و سرور ہوں گے۔ انیس دنیا میں حاصل یہ لذت آخرت میں حاصل ہونے والی لذت سے تمام نہیں۔ لذت جو آخرت کی لذت سے عمر کی کا نتیجہ ہے، وہ اس سے مختلف ہے، جو عزم کو حاصل ہے۔ اٹنی، یہ کیا ہمارا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کے ساتھ اختیار کر لیا ہے کہ جو چیزیں دوسروں کے لئے رنج و الم کا ذریعہ ہیں، وہ ان کے لئے لذت کا باعث ہیں اور جو چیزیں دوسروں کے لئے راحت ہیں، ان کے لئے دسمت ہیں۔ دوسروں کا الم اس سے لئے صحت ہے، دُش شادی کی حالت میں خوش ہیں اور فحش میں شہاک، جب کہ ان کی حالت یہ ہے کہ یہ مضر عین کے حالات میں خوش و فرم میں، کیونکہ اس کی نظر جمید و پدید انھوں کی مصیبت کے بجائے ان انھوں کی حاصل سستی یعنی جمیل مطلق لذت کے بھل پر کی ہوئی ہے، ان کی محبت کی وجہ سے اس کے انھوں بھی ان کی نظروں میں محبوب اور لذت بخش ہو سکے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ اس جمیل ہستی کی مرضی کے موافق صادر ہو، خواہ وہ رنج و ضرر ہو، وہ چونکہ ان کے محبوب کی عین مرضی ہے، اس لئے وہ ان کے لئے لذت کا سبب ہے، خداوند! یہ کیا انعام ہے، جو تو نے ایسی پوشیدہ دولت اور بجز تین افراد کی نظر پر سے چھپا کر اپنے دوستوں کو عطا کر دی ہے اور انھیں پیش پنی رہنا پر قائم رکھ کر، لذت سے بہرہ ور کیا ہے اور کرامت و سبب زاری جو دوسروں کا نصیب ہے، ان بزرگواروں کو اس سے مخلوق رکھا ہے۔ اور تک دوسروں جو دوسروں کے لئے عیب ہے، اس گروہ کے لئے تو نے اسے بدل و کمال بنا دیا ہے۔ یہ عامادی ان کے لئے عین مراد ہے جو انھیں دنیا میں حاصل ہے۔ یہ لذت سرور دوسروں کے برعکس ان کے لئے آخرت کی لذت کی ترقیوں کا سبب ہے۔ ”لذتک فضلک علیہ من فضلہ واللہ لہ الفضل العظیم“ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اس سے فضل والا ہے)۔

## تشریح

اہل اللہ رضا بالقضا کے مقام پر فائز ہوتے ہیں، یعنی اللہ، جس حالت میں رکھے، وہی حالت ان کے لئے تسکین کا موجب ہوتی ہے، چونکہ بلا اور انعام کے پس پردہ ان کی فکر، اس اسباب کے بجائے اسباب کی خالق ہستی کی طرف ہوتی ہے، اس لئے وہ بلا و انعام دونوں کو یکساں سمجھتے ہیں، اگرچہ بطریق کے تقاضے کے تحت وہ محبوب سے عین طلب کرتے ہیں، انھار کی نظروں سے چھپ کر محبوب نے انھیں خوشی و مسرت کی جس پہ بھانڈی ہے تو ادا ہے، اس پر وہ محبوب حقیقی پر سوچوں سے فدا ہیں تو کیا درہ بھی حق ادا نہ ہوگا۔

بلا و مصیبتوں کا گناہوں کا کفارہ ہونا

حق تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے اور طاقت رکھتا ہے کہ دوستوں کو یہاں بھی بارخودت سے رکھے تو وہاں بھی۔ لیکن یہ بات حق تعالیٰ کی حکمت و رحمت کے برخلاف ہے۔ حق تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ اس نے اپنی قدرت کو اپنی حکمت میں پوشیدہ رکھا ہے اور اسباب و ذرائع کو اپنے اپنی بارگاہ میں چھپا رکھا ہے، جس دنیا و آخرت کے باہم کٹاف ہونے کے باعث دوستوں کے لئے دنیا کی مشقت دہلا ہونا ضروری ہے، تاکہ آخرت کی فقیں ان کے لئے خوشگوار ہوں۔ یہی مضمون اصل سوال کے جواب میں پہلے گذر چکا ہے۔ اس ہم بحر امل بات کو جان کر سکتے ہیں اور اصل سوال کا جواب اپنے ہیں اور کہتے ہیں کہ، ”وہا مصیبت کا سبب اگرچہ گناہوں اور برائیوں کا کرتا ہے، لیکن حقیقت بلا و مصیبت ان برائیوں کا کفارہ اور ان گناہوں کے ظلمات کو دور کرنے والی ہیں۔ جس کرم یہی ہے کہ دوست زیادہ سے زیادہ بلا و مشقت میں مبتلا ہوں، تاکہ ان کے گناہوں کا کفارہ اور ازالہ ہو۔ دوستوں کے گناہوں اور برائیوں کو دشمنوں کے گناہوں اور برائیوں کی طرح خیاب نہ کریں۔“ (ایضاً)

## تشریح

اہل اللہ کو رہا خلق و محبت میں مسلسل چلے رہے اور ان سے ارتقا کی مراحل طے کرنے کے نتیجہ میں ایسی زندگی عطا ہوتی ہے، جو حقیقی زندگی کا عکس ہوتی ہے، جس میں اپنے دلچسپ سے بے نیازی، حسن عمل کی بنی پر مجموعہ، اہل درجہ کا سکون و سکینہ اور اللہ کی مخلوق پر رحم بھی چھڑیں غالب ہوتی ہیں۔

اہل اللہ کو حاصل ہونے والے اس سکون و سکینہ کی کیفیت کا اگر اہل دنیا کو معمولی بھی ادراک حاصل ہو جائے تو وہ ساری دولت ان کے قدموں پر پھلاور کر سکے، عشق و محبت اور سکینہ کے یہ اجزاء ان سے حاصل کریں۔

اسی میں منظر میں بعض اہل اللہ نے کہا ہے کہ جو شخص اس دنیا کی جنت میں داخل نہ ہوا، اس کے لئے وہاں کی جنت میں داخلہ دشوار ہے۔

ہر یہ اسل سکون کی تلاش میں ہے اور اس کے لئے دارا مارا بھاگتا ہے، اسے یہ فطرتی لالچ ہے کہ سکون کی یہ نعمت، جو اسے مغلوب ہے، وہ نہ کوئی دولت، شہرت کے ذرائع، مادی حسن کے مناظر کے مشاہدہ، جنسی جذبات کی تحلیں اور نشہ و لہو کے استہلال سے حاصل ہوگی، حالانکہ یہ انسانی فطرت سے نا آشنائی ہے۔ حقیقی سے جادہ پختی کی عالمی اور مقامی قوتوں نے اپنے اغراض کی خاطر تعظیم و تربیت، ذہنی سازی اور میڈیا کے سارے ذرائع ان خطوط پر ترہیب دے دیے ہیں، جس سے سکون و سکینہ کے سارے راستے سدود ہو گئے ہیں۔

اہل اللہ کو جو فطرتیں حاصل ہوئی ہیں، وہ سب ذکر و فکر اور عبادت و عبادت کے ذریعہ نفس پرستی کی قوتوں سے خواہیں غریب تک متبدل کرنے، انہیں مکمل طور پر امن و سلامتی کی حالت میں دینے کے نتیجہ میں ہی حاصل ہوئی ہیں۔ نفس پرستی کی قوتیں یک ہیں، جن سے متبدل نہ کرنا تو آسان ہے، اور نہ ہی یہ کام ”دوپہ رسالہ“ کا ہے۔ نفس کی قوت اپنے میں موجود سارے ارمان کی مجموعی قوت سے بھی بڑھ کر ہے۔

راہ عشق میں طویل عرصہ تک چلے رہنے کے نتیجہ میں شخص طالیوں کو ان

قوتوں سے شدید متحرک آرائی کرتی پڑتی ہے اور مصائب و مشکلات کے پہاڑوں سے گھبراہٹا پڑتا ہے۔

”نفسی قوتیں“ ساری سے جان چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتی، ان سے خوفناک جنگ کر کے ان سے آزادی حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اس جدوجہد کے دور میں طالیوں کو طویل عرصہ تک اللہ کے جلالی صفات کے سکون سے بھی گھڑا پڑتا ہے، جب شخص طالب مبراؤ آزا جدوجہد کے ذریعہ ان مصائب سے گزرتے میں کامیاب ہوتے ہیں تو انہیں اسے طور پر سبب نفس مطمئنہ کی نعمت ظاہری پر فخر کیا جاتا ہے۔ نفس مطمئنہ کی یہ دو اہمیت ہے، جو غیر معمولی مشقتوں، مصیبتوں اور پیادوں کی مدد سے نفع حاصل کے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد اہل اللہ کے لئے عطا ہوا عطا یکساں ہو جاتا ہے۔ فخر کی زندگی محبوب ہو جاتی ہے۔ دنیا کے عطا سے اس بات کا پیکرہ ہو جاتے ہیں، دنیا سے سارے فخر سے بھی ان کے لئے کمال حاصل دے دیے جاتے ہیں۔

دنیا سے رخصت ہو جوتے وقت حضور ﷺ کی بے قراری

آپ نے حسرت الایام بیان کرتے ہوئے (یعنی ٹیکاکاروں کی عینیں مقرر ہیں سے گناہوں کے حذرات ہیں) بنا ہوا اگر ان سے گناہ و مصیبت بھی صادر ہو تو وہ قوموں سے گناہ و مصیبت کی طرف نہ ہوگا، بلکہ اس گناہ کی حیثیت سبوتاہی کی سی ہوگی اور یہ گناہ ارادہ سے نہ ہوگا اور وہ عزم و قصد سے پاک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (یمن نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا، لیکن اس نے اسے بعد دیا اور ہم نے اس میں عزم و قصد نہ پایا) ہمیں درد مصائب و مصائب پر نبیوں کے کٹاؤ کی صورت ہیں۔ نہ کہ یہ نبیوں کا ذریعہ ہیں، یہ دوستوں کو زیادہ بلا سے قریب کرتے ہیں، تاکہ ان کے گناہوں کا کٹاؤ کر کے ان کو پاکیزہ بنایا جائے۔ اور ”فطرت میں ان کو مشقتوں سے بچایا جائے، مسئلہ یہ ہے کہ“ غصہ و غضب کی سبب موت کے وقت جب حضرت فاطمہ نے آپ کی حشراری دے آرائی دیکھی جن کو ”عصرتہ“ نے العاصطہ بضم صی (فاطمہ میرے بھر کا کھڑا ہے) فرمایا تھا۔

کمال شفقت و مہربانی سے وہ نہایت بے قرار ہو گئیں۔ جب آنحضرت نے ان کی اس بے قرار و بے آرامی کو دیکھ تو آپ نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ تیرے باپ کے لئے یہی ایک تکلیف ہے، اس کے بعد کوئی تکلیف وصیت نہیں۔ سوچنا چاہئے کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ چند روزہ رحلت کے بعد واپسی خست و خراب سے محفوظ رکھا جائے، اس طرح کا معائنہ دوستوں کے ساتھ ہی کرتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ اس طرح نہیں کرتے اور ان کے گناہوں کا کفارہ کا حق یہاں نہیں فرماتے، بلکہ ان کی جزا آخرت پر مل دیتے ہیں۔ (یہ)

### تشریح

کسی عالم ربانی کی کتاب میں پڑھا تھا کہ آپ ﷺ کے وصال کے وقت آپ کی بے قراری دیکھ گئی کہ سب یہ کہہ کر روح کی غیر معمولی طاقت کی وجہ سے آپ کا جسمانی وجود بھی روحانی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ دونوں یک ہی صورت اختیار کر چکے تھے، اس لئے آپ کے جسمانی وجود کو روح سے جدا کرنے میں دشواری پیش آئی۔

راہِ محبت میں بلا تکلیف

کی حیثیت اور اس کی حقیقت

اصل سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ بلا تازیانہ محبوب ہے، جس کے ذریعے محبت اپنے محبوب کے تحقق کو سادہ سے بنا کر، کلی طور پر اپنی طرف کرنا چاہتا ہے۔ پس درود و دعا کا متحقق دوست ہی ہے اور یہ بلا اس برائی کا کفارہ ہے کہ محبت کی محبت سوا سے ہے، محبوب کے علاوہ دوسرے لوگ اس کی بلا کی نعمت و دولت کے لائق نہیں، محبوب نہیں جبر سے اپنی طرف کیوں لاتے، وہ جس کو چاہتے ہیں، اسے مار دیتے کہ بھی اپنی طرف لاتے ہیں، اس طرح اس محبت سے سرفراز فرماتے ہیں اور جسے محبوب اپنی طرف نہیں لانا چاہے، اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر اس

کے ساتھ سعادت ابدی شامل حال ہوگی تو یہ درود جو رک کی راہ سے ہاتھ پاؤں دھر کر اس کے فضل و کرم سے مستعد تک پہنچ جائے گا، ورنہ وہ چاہے اور اس کا کام اللہم لا تسکس الی نفسی طرفہ عین (یا اللہ تو مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے حال پر نہ چھوڑ) میں مطمئن ہوا کہ کہ میری دل کی نسبت مرادوں پر زیادہ بلا آتی ہے، اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے جو مرادوں اور محبوں کے رکھ رکھاؤ میں ہے کہ ما اودعی ہسی مثل ما اودعت (کسی نیک کو اتنی ایذا نہیں پہنچائی جتنی مجھے پہنچی ہے) گوئی بلا دس ہے، جو اپنی حسن و ذات سے دوست کو دوست تک پہنچا دیتی ہے اور دوست کو ماسوی سے پاک کر دیتی ہے، محبوب معاف ہے کہ دوست کو روڈ دے کر بلا و وصیت کو ترجیح دے، جب کہ دوسرے لوگ کو روڈ دے کر بلا کو دفع کرنا چاہتے ہیں۔ (ابن)

سوال: بھیجی ایسا ہوتا ہے کہ درد و بلا کے وقت دوستوں سے بھی اظہارِ و کرامت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: یہ اظہار و کرامت بظری قضا ہے، جو ضروری ہے اور اس کے بقیہ رکھنے میں کی طرح کی سختی اور مصمتیں پائیدہ ہیں، لیکن اس کے بغیر کس سے جہاد و مقابلہ نہیں ہو سکتا۔

آپ نے سنا ہوگا کہ دین دنیا کے سردار طبع اصغر و اعظم سے سکرانہ موت کے وقت کس طرح کی بے قراری دیکھی آ رہی ظاہر ہوئی تھی۔ وہ گوئی کس سے جہاد کا جبر تھا، کہ حضرت ﷺ کا آخری وقت بھی خدا کے دشمنوں کے خلاف جہاد میں صرف ہو۔ شدت مجاہدہ اس بات کی دلالت ہے کہ صفات بشریت کے سارے راز سے دور ہو جائیں اور کس کو کمال فرمانبردار بنا کر، کس مطیع تک پہنچایا جائے اور اسے پاکیزہ حالت پر لایا جائے، گوئی بلا و وصیت باز رحمت کی چابی ہے، محبت سے

معلوم فرد کا اس سے کیا تعلق اور اس کی نظر میں بلا کی کیا قدر و قیمت تھی۔ درود بلا کی دوسری وجہ یہ ہے، تاکہ محبت صادق اور دلی کا ذب کے دھماکے خیر ہو جائے، اگر محبت، صادق ہے تو وہ بلا تکلیف سے لذت دے گا۔ اگر وہ محبت کا مجموعہ اور عیار ہے تو وہ بلا سے کراہت و رنج محسوس کرے گا۔ یہ محبت صادق ہی ہے، جو بلا کی حقیقت کو سمجھ سکا ہے اور وہ صفات و اہمیت کی حقیقت کو صفات بشریت کی صورت سے الگ کرنے لگتا ہے۔ "والله سبحانه الهادی الی سبیل الرشاد" (لہ تعالیٰ ہی راہ راست کی طرف ہدایت کرنے والا ہے)۔ (امینا)

### تفسیر

زیر نظر مکتوب جو حضرت میر محمد نعمانؒ کے سوال کے جواب پر مشتمل ہے، جو کوئی تفسیری مکتوب سے۔ اس مکتوب میں (نہ داوب کو طویل عرصہ تک جن مشقوں اور بے چینی کے انگڑوں سے گزرتا چلا ہے، اس کی نوعیت، اور علت جان فرمائی گئی ہے۔ اہل اللہ کی مشقوں اور محب کی طرف سے انہیں حاصل ہونے والی تکلیف کے موضوع پر آپ کے بیان کردہ یہ نکات اسے اہم اور اسے قیمتی ہیں کہ اس موضوع پر ایسی بے مثال بحث کسی دوسری کتاب میں نظر نہیں آئی۔

اس مکتوب میں اللہ و آزمائش اور بلا و تکلیف اور اہل طریقت و اہل صحت کے لئے اللہ سے قربت کی سب سے بڑی علامت بتایا گیا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بدو تکلیف، اللہ کے نیک بندہ اور طریقت والوں کے لئے ہر چیز کی بنیاد بنتی ہے۔ اہل و آزمائش اور بے چینی کے انگڑوں سے گزرنے والے اہل ان کے لئے قرب کے مقامات کا طے ہونا و شمار تر ہے۔ اس اعتبار سے اللہ و آزمائش محب کے وہ نعمات ہیں، جس کے ذریعہ وہ طاہرین کی تربیت کے ساتھ ساتھ اپنے درمیان ان کے فاصلوں کی دوری کو بھی ختم کرنے کی صورت پیدا فرماتے ہیں۔

اللہ و آزمائش کی سب سے بڑی صورت نفس سے معرکہ آزمائی کے دوران طاہرین کو پیش آنے والے حالات اور قبض و بے چینی کے انگڑوں سے ہوتے ہیں، جس سے اللہ کی محبت کے رازداروں اور محقق طاہرین کو عرصہ تک گزرتا چلا ہے۔ اللہ و آزمائش اور قبض و بے چینی کی ایک بڑی حیثیت یہ ہے کہ اس سے طاہرین کے مزاجی اور نفسیاتی صحیح و صحیح میں فیصلہ کن تبدیلی واقع ہونے لگتی ہے اور اپنے حالات و مسائل و صعوبات کو مکمل طور پر محب کے حوالے کرنے کا ان کا مزاج رفتہ رفتہ پختہ ہونے لگتا ہے۔

اللہ و آزمائش و قبض و بے چینی کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ نفس کے لئے ناقابلِ حیا و امت عایت ہوتی ہے، نفس کو اس کا عادی بنانے سے نفس کی خصوصیات میں تبدیلی واقع ہونے لگتی ہے اور صبر، شکر، بردباری، رواداری، صفا، جیسے بہت سارے نیکو اوصاف پیدا ہونے لگتے ہیں۔

جو طالب عرصہ تک محب کے جہلی صفات کے کنٹرول سے ہمراہ و عرصہ سے گزر کر، نفسوں کے تحریک میں کامیاب ہوتے ہیں، ان کے لئے سعادت و ارباب کی راہ کھول دی جاتی ہے۔ انہیں خوف و حزن سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ محب کی رضا کی زندگی ان کے لئے کھلی دی جاتی ہے۔

اللہ و آزمائش و بلا کے بے شک بڑی نعمات ہیں، جو طاہرین کو صفحہ کردہ جانتے ہیں۔ اگر ان انعامات کا اعتقاد قائم ہو جائے تو طالب قبض و بے چینی کے مواقع پر وہ بلا کرنے کی بجائے اسے محب کی طرف سے تحفہ سمجھ لگے۔

اہل اللہ، جو ان قیمت خیر حالات سے گزر چکے ہوتے ہیں، وہ طاہرین کو پورے یقین کے ساتھ عرصہ دلاتے ہیں کہ وہ نفس کے خلاف دوران جنگ میں پیش آنے والے حالات اور قبض و بے چینی کے انگڑوں سے خوف زدہ ہرگز نہ ہوں،

خصیت کا استحکام اسی سے وابستہ ہے۔

کچھ اپنے علوم

ومعارف کا بیان

یہ فقیر حق جل سنان کے انعامات کیا کیا لکھے اور ان کا کیا شکر ادا کرے۔  
وہ علوم ومعارف جن کا فیضان ہوتا ہے، خداوند جل شانہ کی توفیق سے ان میں سے  
کچھ لکھے جاتے ہیں۔ اور ہر اہل ذہانتی کے کانوں تک پہنچنے دیتے ہیں۔ لیکن وہ  
خاص اسرار و وقایع ہیں کہ یہ یہ فقیر نہیں کہہ سکتا، ان کا تصور سا حصہ بھی فقیر میں  
نہیں رہا سکتا۔ کچھ معروضہ کے ساتھ بھی ان مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں کر سکتا۔ بلکہ  
اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بھی جو فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقامات سونک و ہند  
کا نسخہ ہے۔ ان اسرار و وقایع کی کوئی رح جان نہیں کرتا اور نہ سے پائیدہ رکھنے  
میں بڑی کوشش کرتا ہے، حالانکہ فقیر جانتا ہے کہ فرزند عزیز عمر اسرار سے ہے اور  
خط و قلم سے محفوظ ہے، لیکن کیا کرے کہ معنی کی دقت اور پارسی زبان کا باریکی  
ہے۔ اور اسرار کی لغت لکھوں کو بند کر دیتی ہے۔

وہی صمدی و لامصلح لسانی (میرا بیٹا بند ہو جاتا ہے اور میری زبان  
نہیں جاتی۔)

وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں کہ فقیر ان کو بیان نہیں کرتا بلکہ وہ ایسے ہیں کہ  
بیت میں مانے نہیں پا سکتے۔

فرزاد خانقاہی ہیں آخر پورہ جیسے ہم قہر غریب و صمدی غریب بہت  
خانقاہ کی یہ تمام فریاد ہے قلمہ ٹکس، دراصل قہر بھی غریب اور حالت بھی  
غریب ہے۔

یہ دولت جس کے چھپانے میں کوشش کرتے ہیں، انبیائے عظیم اہل صلوٰۃ

والتسلیمات کے چراغ نبوت سے غافل ہے۔ اور خاکہ ملائے اعلیٰ علیٰ نبینہ ویم  
اہل صلوٰۃ والتسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں اور انبیائے عظیم اہل صلوٰۃ  
والتسلیمات کے تاجداروں میں سے جس کسی کو اس دولت سے شرف فرمائیں، وہ  
بھی اس دولت میں میرا شریک ہے۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو طرح کے علم  
سیکھے ہیں، ایک تو وہ علم ہے، جس کو میں تمہارے سامنے مختصر بیان کرتا ہوں اور  
دوسرا وہ علم ہے کہ اگر میں اس کو تمہارے سامنے ظاہر کروں تو میرا گناہ کاٹ دو۔ اور  
یہ دوسرا علم، طرہ اسرار سے کہ جس علم تک کسی کا فہم نہیں پہنچتا۔ بلکہ فضل اللہ تعالیٰ  
بعدہ واللہ کو فضل اللہ تعالیٰ (طام مرزا حسام الدین احمد، مکتوب نمبر ۶۷۷)

### تشریح

اگر تعالیٰ نے حضرت محمدؐ جیسے اکابر اولیاء کرام کو باطنی مشاہدات کی جو نعمت  
عطا فرمائی تھی، اس کی حیثیت اس دنیا میں بڑے انعام کی سی ہے۔ اکابر اولیاء کو  
غیر معمولی عہدوں کی بدولت انبیاء کی حقیقت ان پر کھوں دی جاتی ہے۔ بلکہ انہیں میر  
وہ اس طرح کرایا جاتا ہے کہ اصل مقام پر کھڑا کر کے، اس کا مشاہدہ کرایا جاتا  
ہے، اس طرح انہیں بھی انہیں کے مقام پر کھڑا کیا جاتا ہے۔ لیکن ان کا عرف اتنا  
دستگیر ہوتا ہے کہ وہ ان سارے مشاہدات کے باوجود محبوب کے رازوں کو افشا رکھنے  
کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ بعض اوقات خدایوں کی حوصلہ افزائی اور دوسری  
مصلحتوں کی خاطر ان میں محبوب کے بعض اسرار کے اظہار کا دایہ بھی پیدا کر دیا  
جاتا ہے، لیکن عام طور پر بڑے بڑے اولیاء کرام نے اس سلسلہ میں غیر معمولی  
احتیاط سے کام لیا ہے۔

انہوں نے دوسری دنیا کے جو مشاہدے کئے ہیں، اگر اس کا ایک نمونہ بھی

قریب میں لایا جاتا تو کتابوں کے دفتر کے دفتر چار ہوجاتے۔ لیکن اس سلسلہ میں اہل  
لہ کے ذہن کو گنگہ کر دیا جاتا ہے، تاکہ وہی کے ذریعہ اسلامی شریعت کے جو علوم حاصل  
ہوئے ہیں، جو اصل ہیں اور سب کے لئے ہیں۔ ان کی فیصلہ کن اہمیت قائم رہے۔ اور  
اہل لہ کے ان معارف کے ذریعہ شریعت اور اس کے علوم کا نقشہ حاضر نہ ہو۔

طریقہ میں نئی بات پیدا نہ ہونے دینا

میرے کرم خدمت! کوئی نئی بات جو طریقہ میں پیدا کریں، فقیر کے نزدیک  
اس بدعت سے کم نہیں ہے، جو دین میں پیدا کریں۔ طریقہ کی برکتیں ہی وقت  
تک فائدہ ہوتی ہیں۔ جس وقت تک طریقہ میں کوئی نئی بات پیدا نہ ہو، وہ سب کوئی  
نئی چیز طریقہ میں پیدا ہوجائے تو اس وقت طریقہ کے لحاظ ویرکات کا راستہ بند  
ہوجاتا ہے۔ ہن طریقہ کی محاکمہ کرنا، در طریقہ کی مخالفت سے بچنا، نہایت ہی  
ضروری ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ جہاں تک طریقہ کی مخالفت کسی سے دیکھیں،  
مبالغہ سے اس کو منع فرمائیں اور طریقہ کی ترویج و ترویج کے لئے کوشش کریں۔

(جام مرزا حرام الدین احمد، مکتوب نمبر ۲۶)

تشریح

اس غلطی اہم چیز جس کی تاکید فرمائی گئی ہے، وہ تصوف میں نئی چیزیں  
شامل نہ کرنے کی ہے۔ تصوف کا ادارہ جو لاکھوں بزرگوں دین کی کاوشوں کا شرع  
ہے، اس میں نئی چیزیں شامل کرنے کا مطلب اس کے رخ کو تبدیل کرنا اور اس  
دارو کے شرعات کو ضائع کرنا ہے، حضرت مجددی شخصیت کی طرف سے بیان کردہ  
یہ نکتہ بہت اہم ہے۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ تصوف کی صورت صرف سے تصوف سے کافی مختلف  
ہوگئی ہے، بعض بزرگوں نے بڑے اغلاس کے ساتھ بزرگوں کے معین کردہ اسباق

اور مجاہدوں میں غیر معمولی تخفیف کرکے، سادگی کو چھوڑ کر پیچیدگی میں  
تبدیل کر دیا ہے۔ اور غلطی بھی پیچیدگی میں منہ کی انہی پیچیدگی کی بنیاد پر دی  
جائے گی ہیں، یہ حکمت عملی جو اگرچہ بڑے اغلاس کے ساتھ اختیار کی گئی ہے، لیکن  
اس سے ایک تو تزکیہ کی روح متاثر ہوئی، دوم یہ کہ معاشروں مجاہدوں کے ذریعہ نفسی  
قوتوں سے چاری طرح آشنا اور تزکیہ کی حالی جمعیتوں کے قیام سے دوچار ہوگیا ہے۔  
بعض بزرگوں کے سیکڑوں غلطاء ہونے کے باوجود حالت یہ ہے کہ معاشروں پر  
ان کا اثر نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس پس منظر میں حضرت مجدد کا بیان کردہ یہ نکتہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے  
کہ طریقہ میں نئی بات پیدا ہونے سے طریقہ کے لحاظ ویرکات اور اس کے  
شرعات بند ہوجاتے ہیں۔

ذکر و فکر کے مجاہدوں کے لائبرٹس قریب پابند ہو سکیں، کردار میں حسن و  
روایت پیدا ہو سکے، سلف کی تہریحات کے مطابق ایسا ہونا بانکشات میں سے ہے،  
حقیقت یہ ہے کہ حسن کردار، حسن کی خالق ہستی کے ذکر کے عمار سے ہی پیدا ہوتا  
ہے، اس کے بغیر نصیحت، حسن کردار کی حالی ہو سکے، امر محل ہے اور حسن کردار کے  
بغیر خلافت و درویشی کی مسد پر قائم کرنا نہ صرف طریقہ کے مسد کے خلاف ہے۔  
بلکہ مہارک عمل بھی ہے، جس سے صرف و احسان کا ادارہ حسن کردار کی حامل شخصیتیں  
پیدا کرنے کی بجائے نئی شخصیتیں پیدا کرنے کا رویہ بن جاتا ہے۔

ولایت، قرب اور کشف پر مبنی گفتگو

واضح ہو کہ کلمات کا ظاہر ہوتا ہے، ولایت کی شرط نہیں۔ جس طرح غلطاء  
کراچی کے حاصل کرنے کے ذمہ دار و جواب دہ نہیں ہیں، اسی طرح اولیاء  
کراچی کے قیام پر ذمہ دار و جواب دہ نہیں ہیں، کیونکہ ولایت کا تعلق اللہ سے

قربت سے ہے، جو باسوا کو بھول جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ بعض کو یہ قرب عطا فرماتے ہیں، انہیں کشف وغیرہ عطا نہیں کرتے اور بعض کو یہ قرب بھی عطا فرماتے ہیں کہ کشف بھی۔ بعض کو قرب تو عطا نہیں کرتے، لیکن کشف وغیرہ کی صلاحیت دے دیتے ہیں۔ یہ تیسری قسم کے لوگ اہل استعداد ہیں۔ نفس کی مثالی کی وجہ سے انہیں کشف حاصل ہو جاتا ہے، اس طرح وہ گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ”لَمْ يَخْشَوْا اللَّهَ حَقَّ خَشْيِهِ لَمَّا بَلَغَهُمْ عِلْمُ الْكَلْبُورِ مَنْعُودًا عَلَيْهِمُ الْفِتْنَانُ فَاسْتَأْذَنُوا وَخِزُّوا إِلَيْهِ لَوْلَا يُفْلِكُ جَزَاءُ الْفِتْنَانِ عَمَّ الْفَاعِلِينَ“ (وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم کچھ ہیں۔ خبردار یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان نے قلب پا کر ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہی لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار، یہ شیطان کا گروہ ہی گمانا اٹھانے والا ہے۔)

یہ ان لوگوں کا نشان حال ہے۔

کرامات کا یقین کی دولت

کے لئے عطا ہوتا

پہلی اور دوسری قسم کے افراد کو قربت کی دولت حاصل ہے، وہ اولیاء اللہ ہیں۔ ان کی ولایت میں نہ تو کشف سے اضافہ ہوتا ہے، نہ ہم کشف سے۔ ان کی ولایت کے درجہات کا مدار قرب ہی ہے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کشف کی استعداد نہ رکھنے والا ولی قرب کی زیادتی کی وجہ سے کشف والے شخص سے افضل ہوتا ہے۔ صاحب موارف (حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی) جو شیخ اشعراف ہے اور تمام گروہوں میں مقبول ہے۔ اپنی کتاب ”معارف“ میں اس امر تصریح کی ہے۔ اگر کسی کو میری بات کا یقین نہ ہو تو اس کتاب میں دیکھ سکتا ہے، آپ نے کرامات کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ کرامات اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض

کو کشف و کرامات عطا فرماتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان میں سے وہ شخص زیادہ اعلیٰ درجہ کا حامل ہوتا ہے، جسے کشف نہیں ہوتا۔ کیونکہ کرامات، یقین کی تقویت کے لئے عطا ہوتی ہیں اور جب کسی کو یقین کی دولت حاصل ہو چکی ہو تو اسے کرامات کی کا ضرورت ہے۔ (علامہ میر محمد نعمانی۔ کتاب نمبر ۹۲)

فراست کی دو قسمیں

امام خواجه عبداللہ انصاری نے جو شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ہیں۔ اپنی کتاب ”منازل السائرین“ میں لکھتے ہیں کہ فراست کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اہل معرفت کی فراست، دوسری اہل بھوک و اہل ریاضت کی فراست۔ اہل معرفت کی فراست کا تعلق ظاہریں کی استعداد اور ان کی پہچان اور ان اولیاء اللہ کو جاننے سے تعلق رکھتی ہے، جو محبوب سے واصل ہو چکے ہیں، جب کہ اہل ریاضت و اہل جوع کی فراست نجی صورتوں کے مشاہدہ اور احوال کے کشف سے متعلق ہے، جس کا تعلق حقوقات سے ہے، چونکہ اکثر لوگ جوع حق تعالیٰ کی یادگاہ سے دور ہوتے ہیں اور دنیا میں مشغول ہوتے ہیں اور جو صورتوں کے کشف اور حقوق کی غائبانہ خبروں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہی سب سے بڑا کمال شمار ہوتا ہے، ان کی نظر میں یہی لوگ اہل اللہ اور حق تعالیٰ کے غاص بندے ہیں، اس طرح وہ اہل حقیقت کی فراست کا انکار کرتے ہیں اور اہل حقیقت کو ان احوال میں جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کرتے ہیں، حجت لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہل حق ہوتے جیسے کہ لوگوں کا گمان ہے تو یہ لوگ بھی ہماری طرح دوسری حقوق کے نجی احوال بتاتے۔ جب ان کو کشف کی استعداد حاصل نہیں ہے تو وہ ان معاملات کے کشف پر جو حقوقات کے احوال سے اعلیٰ ہیں، کس طرح قدرت رکھیں گے اور اہل معرفت کی فراست کی جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال سے تعلق رکھتی ہے،



اپنے اس قیاس غاصد سے جھوٹا جانتے ہیں۔ اسی طرح وہ ان بزرگوں کے علوم و کتب معارف سے محروم رہ جاتے ہیں اور جنس جانتے کہ حق تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنی مخلوقات کے تکلف سے محفوظ رکھا ہے اور انہیں اپنی بارگاہ کے ساتھ ہی مخصوص کر لیا ہے اور ان کو مخلوقات سے ہٹا رکھا ہے۔ اگر یہ لوگ عقل کے احوال کے درپے ہوتے تو ان میں بارگاہ الہی کے حضور کی صلاحیت باقی نہ رہتی، حضرت خواجہ عبداللہ انصاری نے اس موضوع پر کافی تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔ (ایضاً)

کرامات کے ظہور سے نام ہونا

میں نے اپنے خواجہ حضرت باقی باللہ قدس سرہ سے سنا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ محمد بن ابی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ بعض اولیاء جن سے کرامات ظاہر ہوتی ہیں، وہ آخر میں ان کرامات کے قبور سے نام ہوتے ہیں اور یہ خواہش کرتے رہے ہیں کہ کاش، ہم سے یہ کرامات ظاہر نہ ہوتی۔ اگر کرامات کا بکثرت ہونا فضیلت کا باعث ہوتا تو وہ اس طرح کرامتوں پر غرور نہ کیوں کرتے۔

سوال: جب اولیاء کرامات کی شرط نہیں تو پھر ولی غیر ولی سے کس طرح جدا ہو سکتا ہے اور سچے اور جھوٹے ولی میں کس طرح فرق ہو سکتا ہے۔

جواب: اگرچہ جھوٹے اور سچے ولی ساتھ ہی رہتے ہوں، (اور ظاہر ان کے درمیان فرق نہ ہو) کیونکہ حق کا باطل کے ساتھ ملا رہنا دینا کے لوازم میں سے ہے۔ ولی کے لئے الہی ولایت کا علم ہونا ضروری نہیں۔ بہت سے اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ انہیں اپنی ولایت کا علم نہیں ہوتا تو پھر دوسروں کو ان کی ولایت کا علم کس طرح ہوگا۔ ہاں نبی کے لئے مجرہ کا ہونا ضروری ہے، تاکہ نبی اور غیر نبی میں تیز ہو سکے، کیونکہ نبی کے لئے اپنی نبوت کا علم ہونا ضروری ہے اور ولی چونکہ اپنے نبی کی شریعت کے موافق دعوت دیتا ہے، اس لئے ولی کے لئے نبی کا مجرہ کافی ہے اور

اگر ولی اپنے پیغمبر کی شریعت کے سوا دعوت دیتا تو اس کے لئے کرامتوں کا ہونا ضروری تھا، لیکن جب اس کی دعوت اپنے نبی کی شریعت کے لئے ہے تو پھر اس کے لئے کرامت کی حاجت نہیں۔ علماء صرف ظاہری شریعت کی دعوت دیتے ہیں، جب کہ اولیاء شریعت کے ظاہر اور باطن دونوں کی دعوت دیتے (اور دونوں کی اصلاح کا فریضہ سر انجام دیتے ہیں) اور اور مریدوں اور طالبوں کی توبہ اور رجوع الی اللہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور احکام شریعہ کے بھالنے کی ترغیب دیتے ہیں، پھر وہ ذکر الہی بتاتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ اپنے سارے اوقات ذکر میں مشغول رہیں، تاکہ ذکر غالب آجائے (حراج کا حصہ بن جائے) اور محبوب حقیقی کے سوا دل میں کچھ باقی نہ رہے اور محبوب کے سوا دوسری چیزوں کو اس طرح بھول جائے کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی اس کو یاد دلائیں تو اس کو یاد نہ آئے۔ (ایضاً)

ولی کو کرامتوں کی ضرورت لاحق نہیں

ظاہر ہے کہ ولی کو اس دعوت کے لئے جو شریعت کے ظاہر و باطن سے تعلق رکھتی ہے، کرامتوں کی کیا ضرورت ہے۔ بہت سے مراد دعوت ہے، جس کا کرامت سے تعلق ہوا۔ ظاہر نہیں۔ صادق اور مستند طالب راہ سلوک میں ہر وقت اپنے بزرگ کی کرامات محسوس کرتا ہے اور باطنی معاملات میں اس سے مدد لیتا رہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کی نسبت کرامات کا ظاہر ہونا ضروری نہیں لیکن مریدوں کے لئے ان کی شخصیت کرامات ہی کرامات ہیں۔ مرید اپنے بزرگ کی کرامات کیوں محسوس نہ کرے۔ جبکہ اس نے مریدہ دل کو زندہ کر دیا ہے اور مشاہدہ و ملاحظہ تک پہنچا دیا ہے۔ عوام کے نزدیک جیسوں کا زندہ کرنا عظیم الشان کام ہے، جب کہ خواص کے نزدیک فرد کے قلب و روح کو زندہ کرنا سب سے بڑی کرامت ہے۔ (ایضاً)

اہل اللہ کا کام دل اور روح کو زندہ کرنا

خود بخود پارسا قدس سرہ رسالہ قدسہ میں فرماتے ہیں کہ چونکہ جسم کا زندہ کرنا اکثر لوگوں کے نزدیک بڑے کمال کی بات ہے، اس لئے اہل اللہ اس طرف سے متوجہ نہیں ہوئے۔ روح اور قلب کو زندہ کرنے کے کام میں مشغول ہیں۔ واقعی جسمانی زندگی، قلبی، روحانی زندگی کے مقابلہ میں راستہ میں ہڑے ہوئے کوڑے کرکٹ کی طرح ہے اور اس کی طرف نظر کرنا محبت دے کا فائدہ ہے، کیونکہ جسمانی زندگی چند روزہ زندگی ہے، جب کہ روحانی قلبی زندگی دائمی حیات کا موجب ہے۔

بلکہ ہم کہتے ہیں کہ درحقیقت اہل اللہ کا وجود کرامت ہے اور خلق کو حق تعالیٰ کی رحمت دینا، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور مردہ دلوں کا زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی لکھنوں میں سے عظیم لکھن ہے۔ سچی لوگ دنیا کا سرمایہ ہیں۔ "بہم ہرزقون وبہم یسقون" (انہی کے عقلی لوگوں پر پارسا اترتی ہے اور انہی کے عقلی ان کو رزق ملتا ہے)۔ انہی کی شان میں وارد ہے کہ ان کا کلام دوا ہے اور ان کی نظر جفا۔ سچی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں، ان کا ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا اور ان کا درست رحمت ہے حق تعالیٰ کا ہمیشہ ہمیشہ ہوتا۔

وہ علامت کیا ہے؟ جس سے اس گروہ کا مجموعہ اور کچا جدا ہو سکے، یہ ہے کہ جو شخص شریعت پر استقامت رکھتا ہو اور جس کی صحبت سے دل حق تعالیٰ کی طرف رجعت محسوس کرے اور دل ماسوا سے سرزد ہو جائے، ایسا شخص ہی اہل اللہ میں شامل ہے، مگر یہ بات ان لوگوں کے لئے ہے، جو اس گروہ کے ساتھ مناسبت (یعنی محبت کا) تعلق رکھتے ہیں اور جن کو اس گروہ کے ساتھ مناسبت نہیں، وہ محروم مطلق ہیں۔ (ایضاً)

تشریح

راہ محبت میں داخل ہو کر مجاہدوں کے نتیجہ میں نفس کی طرف سے طالب میں

یہ طوائف و آرزو جنم لینے لگتی ہے کہ اسے ان مجاہدوں کا نتیجہ دوسری دنیا کے مشاہدوں اور فنی صورتوں، شکلوں اور کثف وغیرہ کی صورت میں ملنا چاہئے۔ یہ نورانی روپ میں نفس کا بہت بڑا حجاب ہے، جو عرصہ تک طالبوں کو ان آرزوں کی پیشت میں لے لیتا ہے۔

اہل اللہ جو نفس کے ان حجابات اور قریب کاروں کا مشاہدہ کر چکے ہوتے ہیں۔ وہ طالبوں کو نفس کے ان قیادت سے لکائے کے لئے انہیں یہ یقین دلاتے کے لئے کوشاں ہوتے ہیں کہ ذکر و فکر کے ذریعہ نفسی قوتوں کو مطیع کرنے کے مقابلہ میں کثف اور خلاف عادت چیزیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ یہ کثف تو اہل باطل کو بھی مجاہدوں، بھوکا رہنے، ظنوت اختیار کرنے اور حقوق کی تصویروں کی طرف متوجہ ہونے کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے۔ جو چیز اہل باطل کو بھی حاصل ہو، وہ خالص انعام کیسے ہو سکتی ہے، دوسروں کے حالات کا جانا، وقت سے پہلے واقع ہونے والے حالات و واقعات کا معلوم ہونا، دلوں سے ملاقات کا ہونا، فنی شکلوں کا سامنے آنا، یہ ساری چیزیں حقوق ہیں۔ اللہ کو چھوڑ کر حقوق کی طرف توجہ ہونا، یہ تو ماسوائی میں مصروفیت ہے۔ جب کہ راہ طریقت کے مجاہدوں کا حاصل ہی سچی ہے کہ اللہ کے ماسوائی سے متعلق ہو کر محض اس کا دھیان اور اس کی حضوری حاصل ہو اور اس کے انوار سے نفسی قوتوں کو پامال کیا جائے۔

ایک کثف وہ ہے، جو نفس کو بھوکا رکھنے، لوگوں سے متعلق ہو کر گوشہ نشین ہونے اور روح کو دنیا و اہل دنیا سے یکسو کرنے کے نتیجہ میں غیر مسلموں کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ پھر ایسے کثف میں کیا امتیازی خاصیت حاصل ہوئی۔

کثف کی دوسری توصیف فراموش مومنہ دہلی ہے، جس میں اہل اللہ، طالب کے حالات کو جان کر کے، اس کے لئے رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور انہیں

راہِ محبت کے ارتقائی مراحل طے کراتے ہیں اور ان کی تربیت کر کے، انہیں نفسی قوتوں سے آزادی دلاتے ہیں اور انسانی جوہروں سے بہرہ ور کرتے ہیں۔ فراست مومنہ والے اس کشف کی نعمت تو ہر اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔

اس طرح کی فراست مومنہ جس سے طالب کونسی قوتوں اور مادیت سے اوپر اٹھا کر انسانی جوہروں سے بہرہ ور کرنے اور نفس مطہر تک رسائی میں رہنمائی کی جائے، یہ فراست مومنہ مرہبہ کشف سے سو گنا زیادہ افضل ہے، اگر یہ فراست مومنہ حاصل نہیں تو واقعات و حالات اور صورتوں کا کشف سب سے سستی ہے۔

کشف و کرامات کے موضوع پر حضرت مجدد کی یہ بحث ایسی ہے جس کا مطالعہ موجودہ دور کے اہل تصوف کے لئے ضروری ہے، تاکہ بزرگی کے قلم معیارات سے بلند ہونے اور نیچیں تصویریں و صورتوں سے اوپر فکرم، بھنک، بھنک اللہ کو مقصود بنانے کی لکیاٹ معلوم ہو سکے۔

اہل اللہ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ جو افراد ان سے محبت کا تعلق محکم کرتے ہیں، وہ ان کے لئے ایک نئی اور پاکیزہ زندگی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ وہ پاکیزہ زندگی، قلب و روح کی زندگی ہوتی ہے، قلب و روح کو عام طور پر نفسی قوتیں برقرار دیا کرتی ہیں، ان کا محبوب سے حقیقی تعلق منقطع کر دیتی ہیں۔ علم، دانشمندی اور ذہانت کے باوجود فرد نفسی تھاپات اور تارکیوں کے زیر اثر زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ اہل اللہ سے تعلق قائم ہونے کے بعد پہلی بار فرد و افراد کی حقیقی روحانی، وجدانی اور اصل ایمانی زندگی شروع ہوتی ہے۔ پھر مسلسل محبت کے ذریعہ اس میں گناہ ارتقا ہوتا رہتا ہے۔ اہل اللہ کا یہ کارنامہ ایسا ہے، جو جسون کو زندہ کرنے سے ہزار گنا زیادہ افضل ہے۔ جب دل اور روح زندہ ہو کر، محبوب حقیقی کو اپنا مقصود بنائے لگتے ہیں تو اس کے نتیجہ میں ابدی زندگی کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ اس سے بڑھکر سعادت اور کیا

ہو سکتی ہے۔

مردہ دلوں کا زندہ ہونا، یہ اہل اللہ کی محبت ہی کا فیض ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں کشف و کرامتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ طالب، اہل اللہ کی اس کرامت کا اپنی روز مرہ زندگی میں مشاہدہ کرتا رہتا ہے کہ ان کی محبت کی برکت سے اس کی ایمانی زندگی میں ترقی ہوتی رہتی ہے، وہ نفس پرستی کی قوتوں سے بلند بلکہ بلند تر ہوتا جا رہا ہے اور اس کی عمل صالح کی استعداد بڑھتی جا رہی ہے۔